# سراج الجبال

للدعوة السلفية في نيبال

# نیپال میں دعوت اہل حدیث

مؤلف: شیخ خورشید احمد السلفی بن محمد زکریا الصدیقی

# نیپال میں دعوت اہل حدیث

**مؤلف**

(شیخ) خورشید احمد سلفی بن محمد زکریا صدیقی

**ناشر**

**جامعہ سراج العلوم السلفیہ**

جھنڈانگر نیپال

نام کتاب : نیپال میں دعوت اہل حدیث

مؤلف : (شیخ) خورشید احمد سلفی بن محمد زکریا صدیقی

سن اشاعت : مارچ ۲۰۲۱ء

تعداد : ۱۰۰۰

صفحات : ۳۰۰

قیمت : 250/-

کمپوزنگ : قمراعظم سراجی

طباعت : الحراء پبلیکیشن ، دہلی



﴿ ملنے کے پتے ﴾

۱۔ مکتبہ دار السلام، جامعہ سراج العلوم السلفیہ، جھنڈانگر نیپال

۲۔ مرکز البینہ، مرچیا چوراہا، ضلع سرہا

۳۔ مدرسہ دار الکتاب والسنہ، سراوٹھا، ضلع روتہٹ

۴۔ شیخ کلام الدین مدنی، کلیا، ضلع بارا

۵۔ مرکز السنہ، ایکلا، روپندیہی

۶۔ حافظ منظور احمد عبدالرحمٰن المدنی (کٹمنڈو) جوال:009779818040320

۷۔ محمد نسیم فیضی، H-790/A، جیت پور پارٹ ۲، نئی دہلی۔ 9818863588 91+

# فہرست مضامین

**مضامین** **صفحہ نمبر**

## ﴿فصل سوم﴾

## ﴿فصل چھارم﴾



## ﴿فصل پنجم﴾

## ﴿فصل ششم﴾

## ﴿فصل هفتم﴾

# تقدیم

## فخر جماعت مولانا شمیم احمد صاحب ندوی رحفظہ اللہ

(ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈا نگر نیپال)

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین، محمد وآله واصحابه اجمعین ومن تبعهم باحسان إلی یوم الدین.

زیر نظر تالیف ''نیپال میں دعوت اہل حدیث'' مولانا خورشید احمد سلفی کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے اور ملک نیپال میں سلفیت اور منہج کتاب وسنت کے فروغ کے تئیں ان کی فکرمندی اور لگن کا ثبوت بھی۔

مولانا خورشید احمد سلفی عرصہ بیالیس سالوں سے جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ربع صدی سے زائد عرصہ سے یہاں شیخ الجامعہ کے باوقار منصب پر فائز ہیں۔ نیپال میں ایک طویل تدریسی ودعوتی سفر طے کرنے کے دوران انھوں نے اس ملک کی تعلیمی ودعوتی سرگرمیوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور دعوت اہل حدیث کے نشیب وفراز کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس ملک میں تحریک اہل حدیث کو پروان چڑھانے میں براہ راست حصہ لیا ہے ملک نیپال میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قیام میں بھی خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ اور ان کے حوصلہ مند رفقاء کے ساتھ ان کا کلیدی کردار رہا ہے۔ انھوں نے تقریباً بائیس سال تک یعنی ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۹ء تک مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر ان کی زیر ہدایت اور زیر

رہنمائی واشراف کام کیا ہے اور کئی مسائل ومعاملات میں ان کے معاون کا فریضہ انجام دیا ہے۔ان کی ہدایت پر انھوں نے ملک کے ہموار میدانی ودشوار گزار پہاڑی علاقوں کا دورہ بھی کیا ہے۔اور وہاں کے مسلمانوں کی دینی حالت زار اور تعلیمی پسماندگی پر رپورٹیں بھی مرتب کی ہیں، جنھیں خطیب الاسلامؒ نے رابطہ عالم اسلامی میں بھیج کر اس مخدوش صورتحال کی اصلاح کی حتی المقدور کوششیں کی ہیں اور انھیں اپنے ایسے ہی معاونین ومخلصین کے تعاون سے ان کوششوں میں کافی حد تک کامیابی ملی، اللہ تعالیٰ ان سب کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے آمین۔

انھیں مخلصانہ جہود کا نتیجہ ہے کہ آج دور دراز اور دشوار گزار پہاڑی مقامات تک علم کی روشنی پہونچ چکی ہے اور لوگ جاہلانہ رسوم ورواج کو بتدریج ترک کر رہے ہیں اور اسلام کی صحیح شکل سے روشناس ہو رہے ہیں، ورنہ کچھ عرصہ قبل پہاڑوں میں پائے جانے والے مسلمانوں کا اسلام سے رشتہ صرف نام کا تھا جبکہ ان میں مشرکانہ اعمال ورسوم کے علاوہ طرح طرح کی اخلاقی برائیاں اور فحاشیاں وبدکاریاں پائی جاتی تھیں حتی کہ بعض مقامات پر یہ نام کے مسلمان نکاح وطلاق کے مفہوم سے بھی ناآشنا تھے اسی طرح سود، جوا، شراب وگانجا اور طرح طرح کے منشیات کا ان کے یہاں رواج تھا اور بعض لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ جس مذہب کے ماننے کا یہ دعویٰ کر رہے ہیں ان میں یہ سب چیزیں حرام ہیں۔یعنی یہ لوگ حلال وحرام کے تصور سے بھی نابلد تھے۔لیکن بھلا ہو مخلص علماء دین کا اور دینی مدارس کا کہ ان کی برکت سے اس صورتحال کی کافی حد تک اصلاح ہو چکی ہے۔

مولانا خورشید احمد سلفی چونکہ ایک طویل عرصہ سے نیپال میں مقیم رہ کر اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں اور مختلف مقامات کا دورہ کر چکے ہیں۔اس لئے اس ملک کے جغرافیائی حالات یہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی وتعلیمی حالت اور الگ الگ علاقوں کے

لوگوں کی نفسیات سے ان کو اچھی واقفیت ہے۔ یہاں پر کن کن علاقوں میں جماعت اہل حدیث سے وابستہ افراد پائے جاتے ہیں اور کن علاقوں میں کس طرح کی بدعات وخرافات کا زور ہے۔ کہاں کہاں اہل حدیث مدارس اور علم دین کے قلعے موجود ہیں اور کن مدارس کی خدمات کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔ اسی طرح یہاں کے علماء کی علمی صلاحیتیں کیا ہیں اور ان کی دعوتی وتصنیفی خدمات کی نوعیت کیا ہے۔ اس موضوع پر ان کو اچھی معلومات حاصل ہیں۔

چونکہ یہ طویل عرصہ تک جامعہ سراج العلوم کے مسند درس پہ فائز رہے ہیں اور ربع صدی سے زائد عرصے سے صحیحین کا درس دے رہے ہیں اور یہاں کے شیخ الحدیث ہیں اس لئے ان سے کسب فیض کرنے والے شاگردوں اور تلامذہ کا بھی ایک وسیع حلقہ ہے۔ جو ملک کے طول وعرض اور پہاڑی ومیدانی علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اپنے ان شاگردوں سے ان کے بعد میں بھی روابط برقرار رہے ہیں ان کے ذریعہ بھی ان کو ملک کے اہل حدیث مدارس اور علماء وسرکردہ شخصیات اور ان کی موجودہ نشاطات کے بارے میں تازہ معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

مولانا خورشید احمد سلفی کھرے اہل حدیث متبع کتاب وسنت اور منہج سلف کے ایک پرزور داعی ومناد ہیں اور غیر سلفی تحریکات سے ان کو نفور ہے اس لئے وہ اپنے فیض یافتگان میں بھی سلفیت سے غیر معمولی لگاؤ اور ان معاصر تحریکوں سے احتراز کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو منہج سلف کے دشمن ہیں یا سلفیت کے کاز ومشن کو نقصانات پہونچا سکتے ہیں۔

زیر نظر تصنیف انھوں نے اسی جذبہ کے تحت مرتب کی ہے۔ یہ ایک گلدستہ ہے جس میں ملک کے مختلف چمنستانوں کے پھول ہیں۔ ان میں اہل حدیث مدارس کی خوشبو بھی ہے اور علماء اہل حدیث کی دعوتی وتدریسی خدمات کی جھلک بھی۔

یہ کتاب انھوں نے اپنے خالی وفارغ وقت کا بہتر استعمال کرتے ہوئے عجلت میں تیار کردی ہے ان کو مختلف مدارس اور شخصیات کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کا وقت بھی نہیں ملا، اس لئے کہیں کہیں اس میں تشنگی یا نقص وکمی کا احساس ہوسکتا ہے۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع پر مکمل معلومات حاصل کرکے اس پر مزید شرح وبسط سے لکھا جائے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور اس کی تالیف کے مقاصد پورے ہوں۔

والسلام

شمیم احمد ندوی

ناظم جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈا نگر نیپال

# تقریظ

اسلام اللہ رب العالمین کا محبوب و پسندیدہ دین ہے۔اس کی حفاظت وصیانت اور بقا وتحفظ کی ذمہ داری تمام کلمہ گو مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے ،ہر طبقہ ،ہر شخص ،ہر قوم اور ہر جماعت اس بات کا مدعی ہے کہ اس نے اس دین متین کی نشر واشاعت اور ترویج وترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے،اور اسلام کا بے لوث داعی اور مخلص خادم ہے۔تاہم فکر ونظر اور قول وعمل میں تضاد بیانی اور عدم یکسانیت ہی سے تصویر کا رخ واضح ہوجاتا ہے۔

حفاظت دین اور دعوت اسلامی کے نام پر دنیا میں ہزاروں تحریکیں ،تنظیمیں ،مؤسسات ،اشخاص ،جماعت ،اور قوم اپنی اپنی فکری استعداد ،علمی صلاحیت اور اخلاقی بنیادوں پر سرگرم ہیں،اور اپنے اہداف کو بروئے کار لانے میں رات ودن کوشاں ہیں۔تاہم عالمی سطح پر اسلام کی حقانیت ،توحید کے مفاہیم کو واضح کرنے ،ایمانیات کو بالاستیعاب ثابت کرنے ، درست اور مناسب سمت میں پیش کرنے ، منہج سلف کو عام کرنے اور حدیث کے صحت وضعف کے درمیان امتیاز قائم کرنے میں سلفی دعوت کا جو نمایاں کردار رہا ہے اسے کوئی صاحب عقل وخرد انکار نہیں کرسکتا ، بلکہ تاریخ کے ہر دور میں ظلمت وگمراہی ،ایوان کفر وشرک اور حق وباطل کے مابین آہنی دیوار اور شمشیر براں ثابت ہوئی ہے۔چنانچہ دعوت اہل حدیث کا ماضی اور حال ہمیشہ اس بات پر غماز اور شاہد عدل رہا ہے کہ اسلامی مفاد وحریت کی خاطر اس امر دعوت نے باطل افکار ونظریات ،اسلام مخالف شورشوں ،اور دشمنان اسلام کی جانب سے اسلام پر لگائے گئے الزامات اور تزویر کا پرزور دفاع کیا۔الحاد ،کفر ،زندیقیت ، دہریت ،انکار

حدیث کی شورشوں ،فتنہ قادیانیت ،مدعیان نبوت کے جھوٹے اور کھوکھلے دعووں کی تردید،رافضیت وشیعیت کے پھیلتے ہوئے افکار ونظریات کی بیخ کنی،عقائد اور عبادات کے باب میں گمراہ کن فرقے کی اصلاح وتطہیر،اہل تقلید کی تحریفات وتلبیسات کی نقاب کشائی اور ہر محاذ پر دفاع سنت کی علمبرداری سلفی دعوت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر دعوت اہل حدیث ان تمام باطل چیلنجوں اور اس لامتناہی سیلاب کے آگے سینہ سپر نہ ہوتی تو آج اسلام کا صاف وشفاف آئینہ غبار آلود ہوکر رہ جاتا۔

اہل حدیث کا سادہ سا مطلب ہوتا ہے حدیث والا،یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اللہ کی کتاب قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا ہے،اور آں حضرت ﷺ کے فرامین،ارشادات،افعال اور تقاریر بلاشبہ حدیث ہیں،اور ان پر مضبوطی سے عمل کرنے والا اہل حدیث ہے،چنانچہ منہج سلف صالحین کی روشنی میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی ترویج واشاعت اور ابلاغ ہی دعوت اہل حدیث ہے اور جب سے اس روئے زمین پر قرآن وحدیث کا وجود ہے اسی وقت سے اہل حدیث وجود میں ہیں۔اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ صرف یہی تنہا اور منفرد جماعت ہے جو خالص قرآن وسنت اور حق وانصاف کے اصولوں پر قائم ہے بعدازاں ساری جماعتیں گمراہ،منحرف یا فکری کجروی کا شکار ہیں۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل سے فرقہ ناجیہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ان لم یکونوا أهل الحديث فلا أدري من هم ؟۔

استاذ محترم شیخ الحدیث جناب مولانا خورشید احمد سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کی شخصیت علمی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں،آپ برصغیر ہندو پاک کے نامور مصنف ومؤلف،سحر البیان خطیب،شیریں بیاں واعظ،کہنہ مشق مدرس ومربی،مسلک کتاب وسنت کے شارح وترجمان،منہج سلف کے وارث وامین،ملت کے بے لوث خادم،مرنجاں مرنج اور

باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔

رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے　　　استاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر، نیپال کے شیخ الحدیث ہیں۔کم وبیش چار دہائیوں سے بڑے ہی شرح وبسط کے ساتھ صحیحین کا درس دے رہے ہیں ،آپ کے مسند درس سے فیض یافتہ معماران قوم وملت ہزاروں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک منہج سلف صالحین کے مطابق دعوت اہل حدیث کی نشرو اشاعت میں مشغول ومنہمک ہیں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک　　　ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

زیر نظر کتاب ''نیپال میں دعوت اہل حدیث'' جماعت اہل حدیث کیلئے ایک بیش بہا سرمایہ اور قیمتی تحفہ ہے، اور یہ کتاب نیپال میں اہل حدیث کی دعوت کے تناظر میں نایاب ونادر علمی تراث ہے، اور میرے علم کے مطابق اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے، اس کتاب میں مصنف نے ایمانیات ،اسلام کی معرفت ومعنویت ،مفاہیم توحید اور اس کے اقسام ، اہل حدیث کا تعارف، اہل حدیث کا منہج دعوت، نیپال اور نیپال میں اسلام کی آمد سے متعلق مستند تاریخ، اہل حدیث اور اس کی دعوت سے متعلق مفید معلومات نیز اہل حدیث کے نشرو اشاعت اور فروغ میں اہل حدیث مدارس وجامعات کی خدمات اور اہل حدیث علماء کے بے لوث کارناموں کو نہایت پختہ ،سلیس اور نپے تلے الفاظ میں پیش کیا ہے ۔اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام جہاں ایک جانب اسلام کی اساسی تعلیمات سے بہرہ ور ہوں گے وہیں دوسری جانب نیپال میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، اہل حدیث مدارس وجامعات کی خدمات اور علماء اہل حدیث کے مساعی جمیلہ کے صحیح تعارف سے بھی آشنا ہوں گے۔

شیخ الحدیث استاذ محترم جناب مولانا خورشید احمد سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ملک نیپال میں اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اور

افادہ عام کیلئے یہ عظیم قربانی پیش کی جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نیز ہماری حوصلہ مندی کی خاطر اس کتاب پر اظہار خیال کیلئے عظیم سعادت مندی سے نوازا۔

اللہ تعالی استاذ محترم کی ان خدمات کو قبول فرمائے، ان کی کتابوں اور تحریری خدمات کو صدقہ جاریہ بنائے نیز عوام کے استفادے کیلئے اسے مقبول عام کرے اور اسے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

کتبہ۔

حافظ منظور احمد مدنی

ماجستیر فی کلیۃ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

ورئیس مرکز البینۃ الاسلامی، سرہا، نیپال

# عرض مؤلف

**الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ اشرف الانبياء وامام المرسلين نبينا محمد و علىٰ اٰله و صحبه أجمعين و من تبعهم باحسان إلى يوم الدين و بعد!**

داستانیں لکھ کے رکھ لو چند عنوانوں کے ساتھ
ختم ہو جائیں گی باتیں ورنہ دیوانوں کے ساتھ

کوڈ۱۹ کی عالمی وباء اور لاک ڈاؤن کو دنیا مدتوں یاد رکھے گی اس کو تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے غافلوں، سرکشوں، نافرمانوں، ظالموں اور انا ربکم الاعلی کے دعویدار کے لئے ایک تنبیہ تھی اور اب بھی ہے۔

اسی عالمی وباء و لاک ڈاؤن کے نقصانات کو گنانا اور بڑے اثرات کا اندازہ لگانا شاید کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ یوں سارے طبقات پر اس کے برے اثرات مرتب ہوئے ہونگے لیکن اس کی مار سب سے زیادہ تعلیم پر پڑی ہے۔ طلبہ و مدرسین بری طرح اس کی زد میں آئے ہیں، جو کچھ عرش والا کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ میں بھی تعلیم و دعوت سے منسلک ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ ۱۸/مارچ ۲۰۲۰ء سے ادارہ میں تعلیمی و دعوتی سرگرمیاں ٹھہر گئیں اور ہم لوگ اندر بند ہو کے رہ گئے۔ لاک ڈاؤن کے ایام میں میری خصوصی توجہ مطالعہ کتب کی طرف رہی انھیں دنوں خیال ہوا کہ میں عرصہ بیالیس سالوں سے ملک نیپال میں تعلیمی و دعوتی خدمات انجام دے رہا ہوں، فرصت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ اس موضوع پر کچھ معلومات اکٹھا کردوں، میرے بہت سے شاگردان عزیز تصنیف و تالیف کی طرف نہ مجھے توجہ دلاتے رہے

ہیں بلکہ وہ جھنجھوڑتے رہے ہیں، کئی ایک موضوعات ذہن میں تھے۔ لیکن یکایک یہ موضوع ذہن میں گردش کرنے لگا۔ تو مئی وجون کے موسم میں رہوار قلم کو ایڑ لگایا اور ماہ ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں مواد زیر ترتیب آ گیا۔ پھر اپنے دونوں فرزندان عزیز شیخ اسامہ وشیخ حافظ سالم خورشید کی تقریب نکاح وخانہ آبادی کی انجام دہی کی خاطر ۳۰ر ستمبر ۲۰۲۰ء کو فرزند اکبر عزیزم شیخ محمد خورشید ریاضی سلمہ کے پاس دہلی سفر کی غرض سے نکلتے ہوئے مواد عزیزم مولانا قمر اعظم سراجی کو کمپیوٹر ٹائپنگ کے لئے حوالہ کر گیا۔ ۲ر نومبر ۲۰۲۰ء کو واپس آیا تو کام ادھورا پڑا تھا۔ پھر تعلیمی مشغولیات اور کچھ غفلت کی وجہ سے کام بند پڑا رہا۔ اب پھر اس کی طرف توجہ ہوئی ہے تو پروف ریڈنگ اور طباعت کی ذمہ داری عزیزم محمد نسیم فیضی سلمہ کے حوالے کر دیا اور اب اللہ کی رحمت سے امید ہے اک آدھ ہفتہ میں سارے مراحل طے ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ خلاصہ اینکہ یہ قلمی کاوش اسی لاک ڈاؤن کے زمانہ کی یادگار ہے۔ اب جبکہ یہ طباعت کے لئے قریب قریب تیار ہے تو قارئین کرام کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

☆ میری معلومات کی حد تک اب تک اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب تالیف نہیں ہوئی ہے۔ میں اپنے طور پر اس کو اس احساس کے ساتھ پہلی کوشش خیال کرتا ہوں، دعوت وتاریخ اہل حدیث نیپال کا جامع وکامل مرقع نہیں ہے بلکہ یہ ایک ابتدائی کوشش اور عجالہ ہے۔

☆ میں نے جامعہ میں بیٹھ کر اس کو ترتیب دیا ہے۔ جمع معلومات کے لئے سفر کیا اور نہ شخصیات سے ملاقات کیا۔ اس میں کچھ اپنی معلومات اور کچھ ذکر کردہ مراجع سے اخذ کیا ہے۔ اس بناء پر اس میں جو کمیاں وخامیاں نظر آئیں ان کو قلت معلومات اور مجبوری پر محمول کریں۔

☆ بزرگوں واحباب اور تلامذہ سے متعلق تاثرات میرے ذاتی خیالات ہیں ممکن ہے اس میں کمی بیشی کا تعلق جذبات یا جوش تعبیرات سے ہو۔

☆ تواریخ وسنین کی صحت کا خاص خیال رکھا ہے۔ پھر خطاء ونسیان کا امکان ہے۔

☆ پہلے سے کوئی نمونہ سامنے نہیں تھا۔ اس میں مراحل کی تعیین وتقسیم میرے ذھن کی

پیداوار ہے۔

☆ قارئین کرام سے بالعموم اور علماء کرام سے بالخصوص امید ہے کہ فروگذاشت اور سہو ونسیاں سے آگاہ فرمائیں گے تا کہ اس پر غور کر سکوں۔

☆ کہیں کہیں آپ تکرار بھی پائیں گے۔ یہ موضوع کے تعلق سے مجبوری تھی کہ اس کو دو یا تین جگہوں پر لانا پڑا، لیکن بس اختصار واشارہ کی حد تک۔

☆ مجھے اس کا احساس ہے کہ کچھ قابل ذکر علماء و مدارس کا ذکر نہیں آیا ہوگا۔ اس کو عدم معلومات پر محمول کیا جائے۔

☆ کسی حصہ بیان میں، کسی کی شان میں، نامناسب لفظ یا جملہ آ گیا ہو تو کم فہمی تصور کریں کسی سے کوئی عناد نہیں۔

میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے　　کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو

آخر میں رب العالمین کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی پھر اپنے تمام ہمدردوں و بہی خواہوں کا شکر گذار و ممنون کرم ہوں جنہوں نے اس قلمی کاوش میں کسی طرح کا کوئی حصہ لیا ہے۔ رب العالمین سے دست بدعاء ہوں کہ انھیں اس کا نعم البدل عطا کرے اور خیرات و برکات سے نوازتا رہے۔ قارئین بالخصوص اپنے تلامذہ سے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے لفظوں میں اس تمنا کے ساتھ دعاء کی درخواست ہے ؎

غرض نقشیست کز ما باز ماند　　که هستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت　　کند در حق ایں مسکین دعائے

والسلام

خورشید احمد صدیقی سلفی
غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولشیوخہ
جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر

۱۶؍ جمادی الاخری ۱۴۴۲ھ
۳۰؍ جنوری ۲۰۲۱ء

فصل اول

# اساسیات دعوت اہل حدیث

دعوت اہل حدیث، مکمل دعوت اسلام کا دوسرا نام ہے، یہ کوئی نئی دعوت نہیں بلکہ نام نہاد اسلامی فرقوں، ، گروہوں اوران کی ایمانی گمراہیوں ،فکری واعتقادی کجریوں اور ضلالتوں سے تفریق وامتیاز کی خاطر ایک خط کھینچا گیا ہے جس کی تعبیر اہل حدیث کے لقب سے کی گئی ہے۔ اگر ایمان کے نام پر بے ایمانی وبداعتقادی اوراسلام کے نام پر بے دینی کا چلن نہ ہوا ہوتا تو بطور امتیاز وشناخت یہ لقب اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

دعوت اہل حدیث یا دعوت اسلام دونوں ایک ہی شئی کے دونام ہیں۔ یہ دعوت ایمانیات، ارکان اسلام یعنی عبادات نیز معاملات، معاشرت آداب، حقوق، بیع وشراء اور تقویٰ وطہارت اورتزکیہ نفس وغیرہ ساری چیزوں پر مشتمل ہے حتی کہ قضاء حاجت کے طورو طریقوں اورمہد سے لیکر لحد تک کے سارے مسائل کومحیط ہے۔ یعنی انفرادی، اجتماعی، جماعتی، دینی، شخصی تمام اعمال کا جامع ہے۔

## ایمانیات:

ہمارا ایمان وہی ہے جو سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین عظام کا تھا وہی پہلا طبقہ تھا جس کی تربیت رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی اورتابعین نے صحابہ سے تربیت پائی تھی۔ قرآن کریم میں رب العالمین کا ارشاد ہے: فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَواْ (البقرة: ١٣٧)

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں۔

# ارکان ایمان

ارکان ایمان چھ ہیں:

(۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالرسل (۳)ایمان بالملائکۃ

(٤) ایمان بالکتب (٥) ایمان بالآخرۃ (٦)ایمان بالقدر خیرہ و شرہ۔

## (۱) ایمان باللہ

متقین کی بابت فرمان باری ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (البقرة: ٢٨٥)

رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ،والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُون(البقرة:٤-٣ )

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف سے اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

حدیث جبرئیل کا ایک ٹکڑہ یہ ہے:

قال: ماالایمان؟ قال الإیمان أن تومن بالله، و ملائکته، و بلقائه، و

رسلـه، و تؤمن بالبعث۔(صحیح البخاری ج۲ باب سوال جبرئیل النبی ﷺ عن الإیمان ص:۱۲) صحیح مسلم کی روایت میں بایں الفاظ ہےفاخبرنی عن الإیمان قـال:" أن تـومـن بالله، وملئکته، و کتبه، ورسله، والیوم الآخر، وتومن بالقدر خیره و شره"۔(صحیح مسلم کتاب الإیمان)

دونوں روایتوں کا مطلب ہے کہ تم اللہ کے فرشتوں اوراس کی نازل کردہ کتابوں ،اس کے رسولوں اور تقدیر کے اچھے بُرے ہونے پر ایمان لاؤ۔

ہم اللہ رب العالمین پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہی زمینوں ،آسمانوں اوران کے درمیان کی تمام چیزوں کا خالق، رازق، مالک اور پالنہار ہے،وہی معبود برحق ہےاس کے علاوہ تمام معبود باطل ہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ہم اللہ کے اسماء وصفات پر بلا تکییف ،بلاتمثیل بلاتعطیل بلاتشبیہ ایمان رکھتے ہیں۔اس کے اسماء وصفات جیسا کہ کتاب و سنت میں بیان ہوئے ان کواسی طرح مانتے ہیں۔یعنی سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کے مطابق ہمارا ایمان ہےاوراسی کی دعوت دیتے ہیں۔شیعہ،خوارج،جہمیہ،مرجۂ،معتزلہ، جبریہ، قدریہ کے عقائد کو ضلالت پر محمول کرتے ہیں۔ اسی طرح اشعری و ماتریدی عقائد( صفات کے باب میں ) سے احتراز کرتے ہیں۔

رب العالمین کی الوہیت اوراُسماء وصفات کا تفصیلی بیان قرآن کریم اوراحادیث نبویہ میں موجود ہےان کوتفصیلا بیان کرنا موجب طوالت ہوگا،علماء عقیدہ نے انھیں اپنی اپنی تالیفات میں دلائل کے ساتھ الگ الگ بیان کردیا ہے۔

البتہ ان میں سے چندایک کو یہاں مختصراًذکر کیا جارہا ہے۔

## (۱)صفت استواء

یعنی اللہ رب العالمین عرش پر مستوی ہے۔فرمان باری ہے:

(۱) إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِیْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ (یونس:۳)

بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

(۲) الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طه :۵) رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

(۳) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (سجدة:٤)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا۔

معلوم ہوا کہ اللہ عرش پر مستوی (بلند) ہے۔ استویٰ کا معنیٰ استولیٰ کرنا بالکل غلط ہے اور سلف صالحین کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ اشعریوں ماتریدیوں کے یہاں پایا جاتا ہے یہی غلط معنیٰ 'شرح العقائد النسفية' میں بتایا گیا ہے جس کو ہمارے برصغیر کے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ حرز جان بنائے ہوئے ہے اور یہیں سے اس باطل عقیدہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ بذاتہ عرش پر مستوی ہے، وہ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کا علم ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں (تفصیل کے لئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ کو دیکھیں)

## صفت نزول

رب العالمین کی صفات میں سے ایک صفت نزول ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے۔

عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال ينزل ربنا تبارك و تعالیٰ كل ليلة

إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول من يدعوني فاستجيب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له ۔ (صحيح البخاري باب الدعاء والصلوة من آخر الليل)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر شب جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو وہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں ۔کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں ۔کون مجھ سے معافی طلب کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

## صفت ید (ہاتھ)

اللہ تعالیٰ کی عظمت وکرم سے متصف دو ہاتھ ہیں فرمایا: بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (المائدہ: ٦٤)

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

## صفت عین (آنکھ)

اللہ تعالیٰ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں جس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا (ھود:٣٧) اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے بناؤ۔

اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ کی آنکھیں دو ہیں اور اس کی تائید اس فرمان نبوی سے ہوتی ہے۔آپ نے دجال کے بارے میں فرمایا ہے:ما من نبي إلا وقد أنذر أمته الأعور الكذاب، ألا انه اعور، وان ربكم ليس بأعور (بخاری ٧٤٠٨) و مسلم ٢٩٣٣) دجال کانا ہے اور تمہارا رب اس سے پاک ہے۔

## (۲) ایمان بالملائکة

فرشتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں جن کے متعلق فرمان باری ہے: عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ،

لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُون (الانبياء:۲۷)
مکرم بندے ہیں اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور صرف اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ نے ہماری نظروں سے انھیں اوجھل رکھا ہے، لہذا ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے لئے انھیں ظاہر بھی کردیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور انھوں نے پورے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔

فرشتوں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر:۳۱) یعنی ان کی تعداد کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا ان سبھوں کے ذمہ اللہ نے کام لگا رکھا ہے۔فرشتوں کے تعلق سے کفار و مشرکین عرب سے لیکر دور حاضر تک غلط عقائد وتوہمات پائے جا رہے ہیں۔مشرکین انھیں اللہ کی بیٹیاں خیال کرتے تھے تو برصغیر کے مشرکین انھیں پریاں مانتے ہیں، اسی درمیان کچھ تعقل پسند اور مغربی علوم سے مرعوب لوگ انھیں اجسام انسانی کے اندر پنہاں قوت خیر (روحانی قوتوں) کو کہتے ہیں۔
(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی اردو)

## (۳)ایمان بالکتب

رب العالمین نے انسانوں کی بھلائی اور ہدایت ورہنمائی اور عمل کے لئے کتابیں نازل فرمائی ہیں ان میں سے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن کریم ہیں۔ان کے علاوہ صحف ابراہیم وموسیٰ بھی ہیں۔

ہم رب العالمین کی نازل کردہ ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ساری دنیائے انسانیت کو ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔البتہ یہ مانتے ہیں کہ قرآن سے قبل

نازل شدہ تمام کتابیں قرآن کے ذریعہ منسوخ کردی گئی ہیں قرآن کریم کی ایک شان

مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ (الآية) (المائدہ:٤٨)

یعنی یہ قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اوران کانگراں ہے ۔

مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کہا ہے ۔

چل دیئے پطرس مٹ گئے مرقس گم ہوئے متی مٹ گئے لوقا

جاء الحق زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

ان کتابوں میں تحریف وتبدیلی ہو چکی تھی ، ہم ان کو منزل من اللہ تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو احکام ان میں منزل من اللہ ہیں وہی حق ہیں۔

سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی اور دستورالعمل کے لئے خاتم النبیین ﷺ پر نازل کی گئی۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ (البقرة: ١٨٥)

جولوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

جولوگوں کے لئے رہنما اور ہدایت کی واضح نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ کرنے والا ہے۔

قرآن قیامت تک کے لئے ساری دنیا کے لئے دستورالعمل ہے اور یہ ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے پاک ہے اور ہمیشہ پاک رہے گا کیونکہ اس کے حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود اپنے ذمہ لے لی ہے۔ فرمان باری ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر : ٩)

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

## (۴) ایمان بالرسل:

رب العالمین نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی اور انھیں اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کے لئے بہت سارے انبیاء ورسول مبعوث فرمایا جن میں سے کچھ کے ناموں کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور اکثر کا ذکر نہیں ہے۔ اللہ نے جتنے بھی رسولوں کو بھیجا ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان پر ایمان لانے کی سبھوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اللہ نے ان رسولوں ونبیوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا۔ فرمان باری ہے:

رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزاً حَكِيماً (النساء:١٦٥)

ہم نے انھیں رسول بنایا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے دلیل دینے کا موقع نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

آخری رسول و نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت سارے انس و جن کے لئے ہے جیسا کہ فرمان باری ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِـي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (الاعراف:١٥٨)

(اے محمد) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا رسول ہوں وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے تو اللہ پر اور اس کے رسول امی پر جو اللہ اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔

## (۵) ایمان بالآخرۃ

تمام مسلمان قیامت قائم ہونے پر ایمان رکھتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے علاوہ ساری دنیا فنا ہو جائے گی اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سارے جاندار اٹھ کھڑے ہوں گے۔ قیامت کا بیان بسط وتفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان ہوا ہے۔(یہاں بس اشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے)

## (٦) ایمان بالقدر

تمام مسلمان تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ ہر چیز کے بارے میں جو ہو چکا اور جو ہوگا سب کچھ اپنے ازلی وابدی علم کے ذریعہ جانتا ہے تمام چیزیں لکھی جا چکی ہیں۔ تقدیر میں بحث کرنا اور کریدنا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ بہت سی قومیں اسی بحث ومباحثہ کے نتیجہ میں گمراہ ہو چکی ہیں۔ رب العالمین ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

اے مالک تو ہم اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھ اور اس کے تقاضوں پر عمل کی توفیق سے نواز۔(آمین)

☆☆☆

# ارکان اسلام

ارکان اسلام پانچ ہیں:

(۱) کلمہ شہادت (۲) صلوٰۃ (۳) زکوٰۃ

(۴) صیام (۵) حج

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی عمارت انھیں پانچ ستونوں پر قائم ہے ان میں سے کوئی ایک منہدم ہوا تو اسلام کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی ہے اس لئے ہر مومن مسلم پر ان کی شرطوں کے ساتھ ان کی ادائیگی فرض ہے، ان میں سے کسی ایک کی فرضیت کا انکار اسلام سے خارج کر دے گا۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

بُنی الاسلام علی خمس: شهادة أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله، واقام الصلوٰة، و ایتاء الزکوٰة، و صوم رمضان والحج۔ (متفق علیه)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔

## ۱۔ کلمہ شہادت

یہ وہ عظیم الشان پیارا کلمہ ہے جس کے اقرار کے ذریعہ بندہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور وہ کلمہ یہ ہے:

أشهد أن لا اله الا الله وأشهد ان محمدا رسول الله

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کلمے کا صحیح اور حقیقی مفہوم یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرے دوسرے معنی ومفہوم بیان کرتے ہیں وہ سراسر ضلالت پر مبنی ہیں مثلا یہ کہنا لا رب سواہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں تو یہ گمراہی ہے، اس میں الہ کا معنی رب لینا درست نہیں ہے صحیح معنی ہے لا الہ بحق یعنی نہیں ہے کوئی حقیقی الہ کہ جس کی عبادت کی جائے سوائے اللہ کے۔

اسی طرح صوفیا نے جو معنی لیا ہے وہ بھی سراسر گمراہی وضلالت ہے ان کا کہنا ہے لا موجود الا الله یعنی اللہ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں۔ تو وہ اس معنی کے ذریعہ الہ کے علاوہ جملہ موجودات کے وجود کا انکار کرتے ہیں، خیر یہ باتیں ان کے مقام پر مدلل بیان کی گئی ہیں۔ یہاں صرف اشارہ پر بس ہے۔

## ۲۔ صلوٰۃ

کلمہ کے بعد اسلام کا دوسرا اہم رکن صلوٰۃ ہے یہ ہر مسلمان، عاقل بالغ مرد وزن پر پانچ وقت (اپنے ارکان واجبات وشروط کے ساتھ) فرض ہے: ارشاد ربانی ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتا(النساء : ۱۰۳)

یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔

نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے یا پانچ اوقات کے بجائے صرف تین وقت کا قائل بھی اسلام سے خارج ہے۔

غفلت سے نماز کا تارک گنہگار اور فاسق ہے۔ بعض علماء نے تارک صلوٰۃ کو کافر کہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: العهد الذی بيننا وبينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر (سنن ترمذی باب ماجاء فی ترك الصلوٰة)

جس نے عمداً نماز ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں جیسا عمل کیا
نماز کی ادائیگی رسول اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہونی چاہئے فرمان باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔

یعنی تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اور خود آپ ﷺ نے فرمایا: صلو کما رأیتمونی أصلی (صحیح بخاری باب الاذان للمسافر) اور نماز پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے ہوئے پھر رکوع سے سیدھا کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے اسی طرح غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کے بعد بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔

اس لئے اسوۂ نبوی کی پیروی کرتے ہوئے تمام نمازیوں کو اپنی نمازیں اسی طرح ادا کرنی چاہئے۔ اللہ سبحانہ سب کو سنت پر عمل کی توفیق سے نوازے۔

## ۳۔ زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے اس کی ادائیگی سال میں ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے فرضیت کے لئے حولان حول یعنی سال کا پورا ہونا شرط ہے۔

سونے اور چاندی میں چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد ہے۔ اور زمینی پیداوار یعنی غلہ میں عشر یا نصف عشر فرض ہے۔ (اگر آسمانی بارش سے پیدا ہو تو عشر (دسواں حصہ) ورنہ اگر نہر تالاب اور ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے پیدا ہو تو نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔

زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے کہ اس سے جی چوری کی جائے بلکہ یہ اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے ۔(اس کے تفصیلی مسائل کا بیان کتب فقہ میں ہے)

## ۴۔ صیام

فرمان باری ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تمہارے اوپر (رمضان کے) روزے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

صوم رمضان اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے۔ یہ اللہ کی عبادت کی خاطر ہے اور اس کا مقصد حصول تقویٰ ہے۔ نہ کہ یہ ٹریننگ ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے اس کو ٹریننگ قرار دینا نافہمی اور عبادت کی روح سے غفلت ہے۔

صوم کی ادائیگی میں سنت رسول ﷺ کا پاس ولحاظ ازبس ضروری ہے۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ دل سے اس کی نیت کرنی چاہئے نا کہ زبان سے گڑھے ہوئے الفاظ و جملے ادا کئے جائیں۔ اسی طرح سحری وافطاری میں سنت نبوی کی پابندی لازم ہے کہ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی ہونی چاہئے۔

## ۵۔ حج

حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے۔ یہ زندگی میں ہر اس مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے جس کے پاس زاد و راحلہ کی استطاعت ہو۔ فرمان باری ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران: ۹۷)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال: یا ایھا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج ، فحجو فقال رجل أ كُل عام يا رسول الله؟

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! تمہارے اوپر حج فرض کیا گیا، پس

حج کرو، تو ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے، اس شخص نے یہی سوال تین مرتبہ دہرایا۔

تو آپ نے فرمایا:

لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم (صحیح مسلم)

اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

حج کی ادائیگی میں مکمل روحانیت اور لذت اس وقت حاصل ہو گی جب سنت رسول کے مطابق تمام اعمال ومناسک ادا کئے جائیں ورنہ بقول سعدی۔

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود چوں بیاید ہنوز خر باشد

تقلید کی فسوں کاریاں منیٰ وعرفات میں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، منیٰ وعرفہ میں قصر اور جمع بین الصلوٰتین سے گریز اور حلق وقربانی کے مسائل وغیرہ میں کھ حجتی کرنا یا بیت اللہ (حرم مکی) میں باجماعت نماز نہ پڑھنا سنت سے دوری اور محرومی قسمت ہی تو ہے۔

☆☆☆

# توحید

توحید ہی اسلام کا اصل الاصول اور رأس المال ہے یہی سرمایہ ایمان اور دولت بے بہا ہے۔ توحید ہی کے ذریعہ اسلام تمام ادیان عالم پر فوقیت اور مذاہب دنیا پر برتری رکھتا ہے، توحید ہی تو ہے جس کے ذریعہ اسلام سب سے جداگانہ خیمہ نصب کرتا ہے اور سبھوں سے الگ اپنی راہ ورسم قائم کرتا ہے۔ اگر یہی جوہر اس کے پاس نہ ہوتا تو اس میں اور دیگر ادیان و دھرم میں کوئی بڑا نمایاں فرق نہ ہوتا۔ موجودہ دور کی یہودیت میں عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مسیحیت میں مسیح علیہ السلام کو خدائی میں شریک تسلیم کرکے تین کا تیسرا کہا جاتا ہے۔ بدھ ازم میں خود بدھ کو الہ اور سناتن دھرم میں جتنے کنکر اتنے شنکر کی پوجا کی جاتی ہے۔ قرآن نے ان کے ان باطل عقائد پر ضرب کاری کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (توبہ: ۳۰)

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹاتے جاتے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (المائدہ: ۷۳)

وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہوگئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں تیسرا ہے۔ دراصل سواء اللہ

تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے۔انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔

اللہ نے اپنے آخری رسول کو حکم دیا کہ اعلان کردیں: قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (الانعام :۱۹)

آپ فرما دیجئے بس وہ تو ایک معبود ہے۔اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

اللّٰهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (البقرة: ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے۔

غرضیکہ معبود حقیقی اکیلا اللہ ہے کوئی دوسرا عبادت کا ذرہ برابر مستحق نہیں ہے اور نہ عبادت میں اللہ کا کوئی شریک ہے۔

خدا فرما چکا قرآن کے اندر — مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں — کہ کام آوے تمہاری بے کسی میں

جملہ عبادتیں قیام، قعود، رکوع، سجود، طواف، نذرونیاز، دعاء، استغاثہ، استمداد، خوف ورجاء قربانی یہ ساری چیزیں اسی ذات باری کے لئے خاص ہیں، انھیں ساری چیزوں کو توحید الوہیت کہا جاتا ہے۔ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

عبادت: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (الحجر:۹۹)

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

قیام: وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ (البقرہ:۲۳۸)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔

رکوع: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (البقرہ:۴۳)

اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ (الحج:٧٧)

اے ایمان والو! رکوع وسجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔

سجدہ: لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (حم السجدة:٣٧)

نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر تم اس کی ہی عبادت کرتے ہو۔ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (النجم:٦٢)

اب اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

طواف: وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (الحج:٢٦)

اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا۔

نذرونیاز: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (الحج:٢٩)

اور اپنی نذریں پوری کریں۔ اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔

دعاء: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة:١٨٦)

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اسلئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ (النمل:٦٢)

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کرتا ہے۔

سلمان تجھ سے ایک بات راز کی کہوں
حق مانگ حق سے مانگ کسی سے ذرا نہ مانگ

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ (یونس:١٠٦)

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔

**استغاثہ:** إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُرْدِفِينَ (الانفال:٩)

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی۔ کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے آئیں گے۔

**استعانہ:** إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحة:٥)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

**استمداد:** يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَ ( البقرة: ١٥٣)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو۔

**قربانی:** فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر:٢)

پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

**خوف:** إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:١٧٥)

یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے۔ جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش ۔۔۔ چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس ۔۔۔ بریں است بنیاد توحید بس

رجاء: إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُوْلَئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (البقرہ:٢١٨)

البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔

اللہ رب العالمین نے انبیاء کرام کو دنیا میں توحید الوہیت ہی کی دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا تھا تا کہ یہ انبیاء انسانوں کو ان کا مقصد تخلیق یاد دلائیں جیسا کہ فرمان باری ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریات:٥٦)

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

جہاں تک توحید ربوبیت کی بات ہے تو کفار قریش اور مشرکین جاہلیت بھی زمینوں، آسمانوں، سورج، چاند اور تمام مخلوقات کا خالق اللہ ہی کو مانتے تھے جیسا کہ خود قرآن ناطق ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُوْنَ (الزخرف:٨٧)

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں؟

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (الزخرف:٩)

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔

گذشتہ گمراہ قوموں کی گمراہی یہ تھی کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے انھوں نے گذرے ہوئے بزرگوں کو اللہ کا برگزیدہ سمجھ کر ان کو الٰہ بنالیا تھا اور ان کی مورتیاں گڑھ لی تھیں، وہ انھیں کو اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر انھیں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے، انھیں سے

کشادگی رزق، بیماریوں سے شفاء اور اولاد طلب کرتے تھے، دشمنوں پر فتح کے خواستگار انھیں سے ہوتے تھے اور انھیں کو اپنا غیبی معاون و مددگار جانتے تھے، انھیں امور میں ان کے عقائد و خیالات کی اصلاح اور انھیں چھوڑ کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف دعوت دینے کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے گئے چنانچہ رب العالمین نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون (البقرة:٢١)

اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء:٢٥)

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً (النساء:٣٦)

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ (المائدة:٧٢)

اور مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (الاعراف:٦٥)

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ(الاعراف:۷۳)

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔انھوں نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو،اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ(الاعراف:۸۵)

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔انھوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُه أفلا تَتَّقُون (المومنون:۲۳)

یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم اس سے نہیں ڈرتے؟

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ واتقوه... الآية (العنكبوت:۱۶)

اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ (النحل:۳۶)

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: أُمرتُ أن اقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا اله

الا الله وأن محمدا رسول الله ۔(متفق علیه)

مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ان آیات وحدیث سے توحید الوہیت کی اہمیت وعظمت معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید ہی کے ذریعہ بندہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ دنیا سے اس کا کوچ ہوتا ہے۔ اگر اسی پر موت ہوئی تو مومن کی موت ہوئی جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مامن عبدقال لااله الا الله ثم مات علیٰ ذلك الا دخل الجنة (صحیح مسلم)

وقال: من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة ۔ (رواه ابوداؤد والحاكم)

لہذا تمام اطاعتوں، فرمابرداریوں اور عبادتوں و ریاضتوں کا سرمایہ و جڑ اور سرا توحید الوہیت ہی ہے۔ اس سے اعراض، انحراف، انکار وجحد سراسر گمراہی وضلالت ہے۔ رب العالمین ہم سب کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔

توحید الوہیت سے اعراض وانحراف الحاد، دہریت، شرک وکفر کا راستہ ہے جس کی قرآن میں سخت وعید ہے۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

إِنَّ اللّـهَ لَا يَـغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشۡرِكۡ بِاللّهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيۡد (النسا: ۱۱۶)

بیشک اللہ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

وَمَن يُشۡرِكۡ بِاللّـهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ أَوۡ تَهۡوِيۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِيۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ (الحج: ۳۱)

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا کہ وہ آسمان سے نیچے گر گیا تو اس کو چڑیا

اچک لیا ہو یا اس کو ہوا چٹیل دور دراز میدان میں اڑاتی پھرے۔

إِنَّـهُ مَـن يُشْـرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰالِمِيْنَ مِنْ أَنصَارٍ (المائدہ: ۷۲)

بیشک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ لا تشرك بـالله شيأ وان قُتلتَ وحُرقتَ (مشکوٰۃ ج ۱ باب الکبائر بحوالہ مسند احمد)

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ خواہ قتل کردئے جاؤ اور آگ میں جلا دیئے جاؤ۔

پس جہاں معبودان باطلہ سورج، چاند، دیوی دیوتاؤں اور پتھروں و دھاتوں کے تراشیدہ صنم کی عبادت، ان کے سامنے سجدہ، ان سے حاجات براری کی درخواست کرنا چڑھاوا چڑھانا وغیرہ شرک ہے، اسی طرح اہل قبور سے حاجات طلب کرنا ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھنا، قبروں پر چادر اور پھول مالا چڑھانا، وہاں جانور ذبح کرنا صریح شرک ہے۔ ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اہل اسلام سے ان کو اجتناب اور توبہ کرکے خالص توحید کو اختیار کرنا چاہئے، جماعت اہل حدیث اسی کی دعوت دیتی ہے، کیا خوب کہا ہے مولانا محمد علی جوہر نے ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

☆☆☆

# رسالت واتباع سنت

کلمہ کا دوسرا جز ہے محمد رسول الله ، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یوں تو دنیا میں بہت سے نبی ورسول آئے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء:١٦٤)

اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں، اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کیئے۔

نیز اللہ نے فرمایا:

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد:٧) اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔

ہر قوم میں ہدایت کرنے والے آئے سب سے آخر میں ہمارے رسول محمد ﷺ تشریف لائے آپ کی رسالت سارے جہاں کے لئے ہے آپ پر ایمان لانا ضروری ہے آپ پر ایمان لائے بغیر ایمان قابل قبول نہیں۔ اللہ رب العالمین کا حکم ہے:

لا إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِـي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (الاعراف :١٥٨)

اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں، وہی جلاتا و مارتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے امی نبی پر جو ایمان رکھتا ہے اللہ اور اس کے کلمات پر اور اسی کی اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ (الاعراف :١٥٨)

کہہ دیجئے اے لوگو! میں تمہاری طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔

نیز آپ کی رسالت انس اور جن دونوں کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآناً عَجَباً ، يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَداً (الجن:۲-۱)

کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، وہ بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَراً مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِم مُّنذِرِيْنَ (الاحقاب:۲۹)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں نبوت ورسالت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے اب آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی ورسول آنے والا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (الاحزاب:٤٠)

لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بہت سے تقاضے ہیں آپ کی رسالت ونبوت کا اقرار آپ کی تعظیم وتکریم آپ کی نصرت وحمایت، آپ سے محبت، آپ کی اطاعت آپ کی اتباع،

آپ کی سنتوں سے محبت اوران پر عمل۔اللہ کا فرمان ہے:

فَالَّذِيْنَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِیَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الاعراف:۱۵۷)

جولوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اوران کی حمایت کرتے ہیں اوران کی مدد کرتے ہیں اوراس نور کا اتباع کرتے ہیں جوان کے ساتھ بھیجا گیا ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً ،لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (الفتح:۹-۸)

یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اورخوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ اے مسلمانو! تم اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ اوراس کی مدد کرو اوراس کا ادب کرو۔

## اتباع

رسول اکرم ﷺ کی اتباع ضروری ہے آپ کی اطاعت و اتباع کے بغیر آپ کی رسالت پر ایمان کا دعویٰ ایک کھوکھلا دعوی اور ڈھکوسلہ ہے۔اطاعت واتباع کے بغیر ایمان کے تقاضے پورے ہونگے نہ محبت وتوقیر وتعظیم وتکریم کا دعوی قابل تسلیم ہوگا۔

اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد:۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرواور رسول کا کہنا مانواوراپنے اعمال کوغارت مت کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اکرم ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کو۔

وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال:٤٦)

اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اطاعت پر بکثرت آیات وارد ہیں سب کو لانا موجب طوالت ہے۔ اسی طرح اتباع کا حکم ہوا۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ (آل عمران :٣١)

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (الاعراف :١٥٨)

سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔

اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ (الأعراف:٣ )

تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

اتباع رسول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ آپ کی احادیث کو بھی دینی و شرعی امور میں معمول بہا کا مکمل درجہ دیا جائے اور احادیث کے مقتضیات پر عمل کیا جائے، ان پر عمل کرنے میں کسی قسم کا حیلہ و حجت اور چوں چرا نہ کیا جائے کیونکہ حدیث رسول بھی وحی (خفی)

ہے فرمان باری ہے:

اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء (اعراف:۳)

تم لوگ اس کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو۔

آپ جو بھی کہتے تھے وہ منجانب اللہ ہوتا تھا فرمان الٰہی ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم :۳-۴)

اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

صحیح البخاری میں حضرت صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ آپ ﷺ غزوہ حنین کے بعد مقام جعرانہ میں خیمہ زن تھے ایک شخص نے آکر آپ سے احرام سے متعلق مسئلہ دریافت فرمایا آپ خاموش رہے، کچھ دیر بعد آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی پھر جب وہ کیفیت ختم ہو کر سابقہ حالت بحال ہوگئی تو آپ نے فرمایا: أين الذی يسألنی عن العمرة آنفا فالتُمس الرجل فأتی به یعنی عمرہ سے متعلق سائل کہاں ہے تو ڈھونڈھ کر اسے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خوشبو کو تین مرتبہ دھل ڈالو اور جبہ کو اتار دو پھر عمرہ میں وہی کچھ کرو جو حج میں کرتے ہو۔ (صحيح البخاری باب غزوة الطائف)

پس معلوم ہوا کہ آپ کا فرمان منجانب اللہ ہوا کرتا تھا آپ اپنی جانب سے نہیں کہتے تھے۔

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل    جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

سنت رسول کو مکمل تشریعی حیثیت حاصل ہے جس پر کتاب وسنت سے بے شمار دلائل موجود ہیں لیکن انھیں ذکر کرنے سے اختصار مانع ہے، لہذا عقائد سے لے کر جملہ اعمال میں سنت دلیل شرعی اور حجت ہے اس سے اعراض وانحراف یا اس کی تخفیف وتوہین بدبختی، گمراہی اور

ضلالت ہے۔

کسی سنت کو ہلکی جان مت انکار لا پیارے
وگرنہ جائیگا دوزخ میں اس انکار کے باعث

واضح رہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ جب سنت کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد حدیث ہوتی ہے اور فقہاء کی اصطلاحات میں جب فرض واجب کے بالمقابل یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد عبادات کے وہ اعمال ہوتے ہیں جو فرض و واجب نہیں بلکہ ان کا ثبوت آپ کے قول وعمل سے ہے ان کی بجا آوری مستحب و باعث اجرو ثواب ہے اور احیانا اس کے چھوٹ جانے سے گناہ ہوتا ہے نہ اعمال میں کوئی بڑا نقص واقع ہوتا ہے۔

**ایک ضروری وضاحت :** واضح رہے کہ روایات کے لحاظ سے احادیث میں فرق مراتب ہے۔ احادیث صحاح وحسان ہی قابل عمل ہیں اور ضعاف پر عمل نہیں ہوتا الا یہ کہ پیش آمدہ مسئلہ سے متعلق صحاح وحسان کی کوئی روایت نہ ملے تو قیاس ورائے پر عمل سے بہتر ضعیف کی بعض صورتوں پر عمل کیا جاسکتا ہے (**فیہ تفصیل لأھل العلم فارجع إلی اصول الحدیث**)

جماعت اہل حدیث پوری امت کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عمل کی دعوت دیتی ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن — پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن
وہ چہ خوش باشد زابر رحمت قول رسول — گل زمین تکبرت ودل سبز وخرم داشتن
از روایت فیض یاب ودل بہ حسن اعتقاد — در حریم کعبہ اسلام محرم داشتن
گاہ از تذکار مسلم جاں خودن مست فیض — گاہ در شوق بخاری دل متیم داشتن

اور حدیث رسول کے بالمقابل شخصی آراء واقوال کو ترک کرنے کی طرف بلاتی ہے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار — مت دیکھ کسی کا قول وکردار

جب اصل ملے تو نقل کیا ہے　　　　یاں وہم وگماں کا دخل کیا ہے

جماعت اہل حدیث تقلید شخصی سے بیزار ہے اور پوری امت کو تقلید شخصی و مشائخ پرستی چھوڑ کر اتباع کی روش پر چلنے کی دعوت دیتی ہے، کیونکہ تقلید شخصی بے شمار شرعی مفاسد کی جڑ ہے اور اس سے اتباع رسول کی روح ختم یا کمزور پڑ جاتی ہے جبکہ اس کی شان ہے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اتباع سنت میں جو لذت وحلاوت ہے وہ تقلید کی وجہ سے پھیکی پڑ جاتی ہے اور تابع و متبوع کے درمیان جو آپسی لگاؤ وتعلق خاطر ہے وہ بھی تقریباً ایکدم ڈھیلا و بے جان ہو جاتا ہے۔

میان عاشق ومعشوق رمزیست　　　　کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

تقلید کی بڑی فسوں کاریاں ہیں حتی کہ مقلدین نے تحریف معنوی تو چھوڑیئے قرآن و حدیث میں لفظی تحریف تک کے جرائم کے مرتکب ہو چکے ہیں، اس کی کچھ مثالیں آئندہ کسی مقام پر آئیگی ان شاء اللہ۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے فقط توحید وسنت امن وراحت کا طریق　　　　فتنہ تقلید سے جنگ وجدل پیدا نہ کر
ہاں بنالے پھر اسی شاخ کہن پر آشیاں　　　　امتی کہلا کے پیغمبر کو تو رسوا نہ کر

اتباع سنت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام جو اس امت کے سب سے بہتر برگزیدہ اور خیر امت تھے ان کو اپنا اسوہ قرار دے کر زندگی گذاری جائے بالخصوص دینی امور میں ان کے خلاف کوئی نیا کام نہ کیا جائے کیونکہ دین مکمل ہے۔ اللہ نے فرمایا:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا (المائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (صحیح مسلم ج۲)

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام نکالا کہ وہ اس میں سے نہیں ہے۔ تو وہ مردود ہے۔

آپ ﷺ ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ و شر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار (ترمذی باب الخطبه فی النكاح)

نئے نئے کام کرنا یہ بہت بڑی ضلالت ہے اور گویا یہ الزام ہوا کہ دین مکمل نہیں ہے یا اللہ کے رسول اور صحابہ کرام کو اس کا علم نہیں تھا یا ان کا عمل ناقص تھا۔ نعوذ بالله من ذلک.

پس اہل بدعت کے یہاں مروجہ میلاد، فاتحہ، تیجہ، چہلم، قیام تعظیمی، قبروں پر اذان کہنا، مروجہ صلوٰۃ وسلام یہ سب بدعت کے خانہ میں آتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے ورنہ ان کے اعمال اکارت ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ یہ اعمال تو گمراہ قوموں کے ہیں۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
نہ کچھ دین بگڑے نہ ایمان جائے — نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے

اسی رسالت کے حوالے سے آپ کو مقام الوہیت تک پہونچا دینا اور آپ کا رتبہ بڑھانے کے لئے آپ کو نور قرار دینا آپ کو عالم الغیب ماننا، آپ کو قاسم رزق اللہ کہنا یہ سب

سراسر گمراہی اور غلو ہے، اہل بدعت نے آپ کی بابت بہت کچھ شرکیہ خیالات منظوم کیا ہے، ان میں سے چند اشعار حاضر ہیں۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر    اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

..................

ان کی ظاہر میں مصطفائی ہے    ان کے قبضے میں سب خدائی ہے

..................

پردۂ انساں میں آکر خود دکھانا تھا جمال    رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو

..................

فرش والے تری عظمت کا علو کیا جانیں    خسروا! عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

..................

اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے    لینا ہے ہمیں جو کچھ لے لیں گے محمد سے

یہ تو شان رسالت میں غلو تھا اب امتیوں کی بابت دیکھیں کہ مشرکین ہند بھی سر پیٹ لیں۔

تخیل سے ہے بالاتر بڑائی غوث الاعظم کی
یہاں محتاج ہے ساری خدائی غوث الاعظم کی
جہاں سے رزق بندوں کو خدا تقسیم کرتا ہے
نظر آئی وہاں پر بھی کلائی غوث الاعظم کی

..................

زمیں تیری زماں تیرا مکیں تیرے مکاں تیرا
عرش سے فرش تک تیرا معین الدین اجمیری

..................

کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا
چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا
گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد
دفع فرمادیں بلا احمد رضا
نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر نام لیں احمد رضا خاں کا

خواجہ گیسودراز:

نیست کعبہ دردکن جز درگہ گیسودراز    بادشاہ دین ودنیا تا ابد بندہ نواز

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ ابن مریم فانماانا عبد فقولوا عبدالله و رسوله (رواه البخاری:3445)

مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جیسے نصاری (عیسائیوں) نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا ہے۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہوں تو تم بھی یہی کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

مولانا حالی نے اس کی ترجمانی یوں فرمائی:

تم اوروں کے مانند دھوکہ نہ کھانا    کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
بہت حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا    بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
بس اتنی عطا کی ہے مجھ کو بزرگی
کہ بندہ ہوں میں اس کا اور ایلچی بھی

☆☆☆

# تزکیہ نفس

حصول رضاء الٰہی اور قرب محمدیہ نیز زمرہ صدیقین وصلحاء کے حصول کے لئے تزکیہ نفس اہم زینہ ہے۔ جس کے متعلق رب العالمین نے فرمایا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى ☆ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (الأعلىٰ:١٤-١٥)

بیشک اس نے فلاح پالی جو پاک ہوگیا، اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ☆ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (الشمس:٩-١٠)

جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا، اور جس نے اسے خاک میں ملادیا وہ ناکام ہوا۔

نفس انسانی خیر وشر کی آماجگاہ ہے۔ ہر وقت شیطان دلوں میں وسوسے ڈالتا اور برائی کی طرف لے جانے کی تدبیریں کرتا رہتا ہے۔ ہماری شریعت نے نفس کی پاکیزگی و تزکیہ کے بہت سارے طریقے عطاء کئے ہیں خود شان رسالت میں اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:١٦٤)

بیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعه:۲)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

عبادات کے ذریعہ تزکیہ نفس ہوتا ہے ذکر الٰہی کے ذریعہ تزکیہ نفس ہوتا ہے تلاوت قرآن کے ذریعہ روحانی لذت حاصل ہوتی ہے غرضیکہ تمام اعمال خیر سے روح ایمانی کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے اور نفس میں تقویٰ وخوف خدا بس جاتا ہے پس انسان حلال وحرام میں تمیز اور اوامر ونواہی کا مکمل لحاظ وخیال کر کے زندگی گذارتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جنھیں کبھی فلاح یاب کبھی متقی وغیرہ القاب سے نوازا گیا ہے۔

جماعت اہل حدیث رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل، آپ کی شریعت کی بجا آوری اور آپ کی سنت وسیرت پر عمل کرنے کی داعی ہے اسی سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔

صوفیاء کے گمراہ کن طریقوں، خودساختہ ریاضتوں اور خانقاہوں وغیرہ کے غیر شرعی اعمال ورسوم سے دور رہنے کی دعوت دیتی ہے۔

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش — مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن تصوف شریعت کلام — بتان عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھوگئی — یہ امت روایات میں کھوگئی

☆☆☆

# لقب اہل حدیث کی وضاحت

اللہ رب العالمین نے امت محمد یہ کے اہل ایمان کا نام مسلم رکھا ہے فرمان باری ہے:هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (الحج:٧٨) اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا نام یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کا نام نصاریٰ تو اللہ نے اپنے پیارے آخری نبی ﷺ کی امت کا نام مسلمان رکھا اب یہی نام ہمیشہ ہمیش قیامت تک باقی رہے گا۔

کچھ احباب و دوستوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ جب قرآن میں ہمارا نام مسلمان ہے تو پھر اہل حدیث نام رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ یہ نام نہیں بلکہ لقب ہے خود قرآن کریم میں مسلمانوں کے متعدد اوصاف ان کے کاموں کی وجہ سے بیان ہوئے ہیں کہیں مومنین کہیں متقین کہیں محسنین کہیں قانتین کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ذیل:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً (الاحزاب:٣٥)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اہل حدیث اس سر گروہ کا لقب ہے جس نے ظہور اختلاف و انتشار کی حالت میں اپنی وصفی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اختیار کرلیا ہے کہ ہم صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حامل و عامل ہیں، ہم تو اس شاہراہ پر چل رہے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ نے امت کو چھوڑا تھا جس پر صحابہ کرام چلتے تھے۔آپ کا فرمان مبارک ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے ،جس کا ایک حصہ یہ ہے:وإن بني اسرائيل تفرقت على ثنتين و سبعين ملة ، وتفرق امتي علىٰ ثلاث و سبعين ملة كلهم فى النار الا ملة واحدة قالو ا:ومن هي يا رسول الله؟ قال مانا عليه و أصحابي (سنن ترمذی باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة صححه الألباني)

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی بجز ایک جماعت کے سارے فرقے جہنم میں ہوں گے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی جماعت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

کسی کا ہو رہے کوئی　　　نبی کا ہو رہے ہیں ہم

آپ اس کو یوں سمجھیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش وعیاری و مکاری کے ذریعہ شیعہ وروافض کا ناپاک گروہ پیدا ہوگیا جو صحابہ کرام اور امہات المومنین پر سب وشتم کرتا اور ان کی تکفیر کرتا تھا تو صحیح العقیدہ مسلمانوں نے ان سے امتیاز کی خاطر اپنے لئے اهل السنة والجماعة کا لقب اختیار کیا۔

بعینہ جب اهل السنة والجماعة کے کچھ افراد میں عقائد کا انحراف ظاہر ہوا اور

یونانی فلسفہ اور عجمی خیالات سے اثر پذیر ہو کر صفات باری کا انکار یا تاویل کا راستہ اختیار کیا اور علم کلام کا سہارا لے کر طرح طرح کے معانی بیان کرنے لگے جس سے اشعری و ماتریدی، جبری قدری، معطلہ و مشبہ فرقے وجود میں آئے تو خالص اسلامی عقیدہ رکھنے والوں نے سلفیت و منہج سلف کی راہ اختیار کی اور جب تعقل پسندی اور روایت و درایت، رائے و قیاس کی گرم بازاری ہوئی تو خالص کتاب و سنت رسول اور ٹھیٹھ اسلام کی نمائندگی کرنے والوں نے اپنے لئے لقب اہل حدیث پسند کیا تا کہ رائے و قیاس کے ماروں اور تعقل پسندی کے دیوانوں سے اپنے کو ممتاز کر سکیں۔

لقب اہل حدیث کسی شخصیت کسی جگہ و مقام یا کسی خاص عقدی و فقہی اصول و نظریہ کی طرف منسوب نہیں بلکہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ماخوذ ہے اور یہ لقب خود اللہ کے رسول کا عطا کردہ اور سلف امت صحابہ کرام تابعین عظام و محدثین وائمہ دین کا پسند کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو آپ ﷺ کا فرمان مبارک:

**لا تزال طائفة من امتى على الحق ظاهرين لا يضرهم من يخذلهم حتى ياتى امر الله .**

میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا ان کو رسوا کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

آگے امام ترمذی نقل کرتے ہیں:

**سمعت محمد بن اسماعيل يقول سمعت على بن المدينى يقول وذكر هذا الحديث عن النبى ﷺ لاتزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق فقال على هم اهل الحديث** (ترمذی باب ماجاء فی الأئمة المضلین)

میں نے محمد بن اسماعیل (امام بخاریؒ) کو فرماتے سنا انھوں نے کہا میں نے علی بن مدینی کو سنا وہ فرمارہے تھے درانحالیکہ اس حدیث کو نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ میری امت کا ایک

طائفہ ہمیشہ حق پر رہے گا علی بن مدینی نے فرمایا وہ اہل الحدیث ہیں۔

اسی طرح ہر خطبہ میں پڑھی جانے والی روایت میں ہے **فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد** ﷺ یعنی بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ یہ لقب خود اللہ رب العالمین کا عطا کردہ ہے روایت یوں ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اذا كان يوم القيمة يجئ أصحاب الحديث و معهم المحابر فيقول الله لهم أنتم اصحاب الحديث (......حتى) انطلقوا إلى الجنة (رواة الطبراني بسند ضعيف)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اصحاب الحدیث آئیں گے اور ان کے ساتھ دوات ہوں گی تو اللہ ان سے فرمائیگا کہ تم اصحاب الحدیث ہو (آگے ہے) جاؤ جنت میں۔

## اہل حدیث کی ترکیب

یہ دو لفظوں سے مرکب ہے (۱) 'اہل' جس کا معنیٰ "والا" (۲) 'حدیث' جس کا لغوی معنیٰ ہے بات، خبر پس دونوں کے مرکب کا معنیٰ ہوا حدیث والا۔

حدیث تو عام معنیٰ و مفہوم اور عرف میں حدیث رسول کو بولا جاتا ہے لیکن اس کا اطلاق قرآن کریم پر بھی ہوا، ملاحظہ ہو آیات ذیل:

(۱) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْه (الزمر:۲۳)

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔ جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔

(۲) فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (الاعراف:۱۸۵)

پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

(٣) فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُون (الجاثية:٦)

پس اللہ تعالیٰ اوراس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

(٤) فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِين (الطور:٣٤)

اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک (ہی) بات یہ (بھی) تو لے آئیں۔

(٥) أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (النجم:٥٩)

پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟

(٦) أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ (الواقعة:٨١)

پس کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو؟

(٧) فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ (القلم:٤٤)

پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے۔

(٨) وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثاً (النساء:٨٧)

اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔

تو اہل حدیث کا معنیٰ و مفہوم ہوا ''قرآن وحدیث والا'' سبحان اللہ! کیا پیارا لقب ہے قربان جایئے۔ہم نے اسی پیارے لقب کی خاطر تمام نسبتوں کو قربان کر دیا ہے۔

بروز حشر گر پرسند خسرو را چرا کُشتی　　چہ خواہی گفت قربانت شود تا من ہما گویم

**مترادف الفاظ** : اس پیارے لقب کے کچھ مترادفات ہیں یعنی اہل اثر، محمدی، سلفی یہ القاب بھی اہل حدیث کے لئے مستعمل ہیں۔

☆☆☆

# مسلک اہل حدیث ہمیں کیوں محبوب ہے؟

ہمیں اسلئے محبوب ہے کہ:

☆اہل حدیث: اسلام خالص کی مکمل صحیح تعبیر ہے۔

☆اہل حدیث: کی بناء کتاب اللہ وسنت رسول پر ہے۔

☆اہل حدیث: میں عقائد کی پاکیزگی وسادگی ہے اس میں یونانی فلسفہ اور عجمی خیالات کی ذرہ برابر آمیزش نہیں ہے۔

☆اہل حدیث: میں اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر کامل عمل ہے۔

☆اہل حدیث: میں اتباع سنت مطہرہ اور آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کا سچا جذبہ ہے۔

☆اہل حدیث: توحید خالص اور اتباع سنت کے جذبہ سے سرشاری کا نام ہے۔تقلید جامد اور شرک وبدعت سے بالکلیہ برأت ونفرت ہے۔

☆اہل حدیث: میں محبت رسول کا سچا جذبہ ہے تصنع وبناوٹ کا دخل نہیں۔

☆اہل حدیث: میں صحابہ کرام وازواج مطہرات کی عظمتوں کا پورا پورا پاس ولحاظ ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں آپ ﷺ کی آل واولاد کے ساتھ افراط وتفریط سے پاک دلی محبت ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں تمام ائمہ دین، محدثین ومجتہدین کا احترام اوران کی خدمات کا اعتراف نیز ان کی آراء واجتہادات سے استفادہ کی روش ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں تزکیہ نفس،تقویٰ وطہارت کی روح کارفرماں ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے تحت شرک وبدعات پر ضرب کاری ہے۔

☆اہل حدیث: میں ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کی حکمت وتدبر ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں واعتصموا بحبل اللہ جمعیا ولا تفرقوا کی بنیاد پر مبنی دعوت اتحاد ہے۔

☆اہل حدیث: کے یہاں اسلامی شعائر وآداب کا ہر طرح لحاظ وخیال ہے۔

☆☆☆

فصل دوم

# نیپال کا تعارف

نیپال دنیا کے نقشہ پر ایک چھوٹے آزاد ملک کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا رہا ہے۔ یہ ملک کبھی کسی کا غلام نہیں رہا، اسی لئے یہاں جشن یوم آزدای نہیں منائی جاتی ہے۔

یہ براعظم ایشیا کے جنوبی خطہ میں دو بڑے ملکوں چین و ہند کے درمیان واقع ہے۔ شمال میں اس کی سرحد چین و تبت سے ملتی ہے تو جنوب اور مشرق و مغرب میں ہندوستان اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نیپال جغرافیائی اعتبار سے پہاڑوں کا ملک کہلاتا ہے، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ (مسلم ورلڈ لیگ) کے جوائنٹ سکریٹری فضیلۃ الشیخ محمد بن ناصر عبودی حفظہ اللہ نے نیپال کے احوال پر مشتمل اپنی تالیف کا نام "نیبال بلاد الجبال" رکھا ہے اس ملک کا تقریبا دو حصہ رقبہ پہاڑوں، جنگلات اور ندی و نالوں پر مشتمل ہے اور ایک تہائی سے کچھ زائد، ہموار، قابل کاشت ہے جو میدانی علاقہ کہلاتا ہے اسی کو ترائی اور مدھیش بھی کہتے ہیں۔

رقبہ:

اس کی مشرق سے مغرب میں کل لمبائی 885 کلومیٹر اور چوڑائی کہیں کم کہیں زیادہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ چوڑائی 240 اور کم سے کم چوڑائی 128 کلومیٹر ہے اس کا کل مجموعی رقبہ 1'47'181 کلومیٹر ہے۔ سطح سمندر سے اونچائی مختلف ہے۔ البتہ دارالسلطنت کاٹھمانڈو کی بلندی 4500 فٹ ہے۔

نیپال بڑا خوبصورت و دلربا ملک ہے، یہ اپنے قدرتی مناظر کے لئے دنیا میں مشہور ہے، بنابریں اس کو سیاحوں کی جنت کہا جاتا ہے، یہاں کی آب وہوا بڑی صحت افزا وفرحت بخش ہے اس کے خوبصورت مناظر دل لبھالیتے ہیں۔اس کے بلند وبالا فلک بوس پہاڑ برف پوش سفید چوٹیاں، گل پوش وادیاں بل کھاتی ندیاں، مترنم آبشار، ندیوں میں مختلف رنگوں کے سنگریزے انوکھی قدرت الٰہی کے شاہد ہیں تو گھنے جنگلات، نوع بنوع نسلوں کے پیڑ پودے ساکھو کے بلند وبالا درخت جھاڑیوں کے رنگ برنگے پھول وکلیاں، جڑی بوٹیاں حسن قدرت کے دل موہ لینے والی کاریگری کے نمونے ہیں ؎

آتی ہے ندّی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی کوثر وتسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

اور ذاکر ندوی بسکو ہری نے کیا خوب تصویر کشی کی ہے۔

سب سے سندر سب سے نیارا پیارا ہے نیپال ہمارا
دل کا سورج آنکھ کا تارا پیارا ہے نیپال ہمارا
اس کا ہے پرکاش جگت میں دل کا سورج آنکھ کا تارا
اس کی ندیاں پیاری پیاری رکھتی ہیں امرت کا دھارا

دل چاہتا ہے کہ شاعر مشرق کا ایک شعر بھی نیپال کی نذر کردوں ؎

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا

☆☆☆

# نیپال کی وجہ تسمیہ

ملکوں وشہروں کے ناموں کی عموما کوئی نہ کوئی معنوی یا تاریخی وجہ ہوتی ہے جیسے مکہ، قرآن میں اس کو بکہ کہا گیا ہے جس کا معنی ہوتا ہے توڑنا اور سرنگوں کرنا بڑے بڑے جابرو سرکش وہاں سرنگوں ہوجایا کرتے رہے ہیں۔اسی طرح مدینہ ہے، نبی ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد اس کو مدینۃ النبی کہا جانے لگا پھر کثرت استعمال سے مدینہ ہوگیا۔یا ہندوستان، کہ یہ سندھ سے ماخوذ ہے جو ایک دریا کا نام ہے اہل عرب نے اس کو سندھ سے ہند بنا دیا بعد کے مسلم فاتحین نے اس کو ہندوستان کردیا اور انگریز نے انڈیا کردیا۔اسی طرح نیپال کی وجہ تسمیہ کی بابت کئی باتیں مشہور ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کاٹھمانڈو کی وادی اور اس سے ملحقہ علاقوں میں نوار نام کی قوم آباد ہے ان کی اپنی خاص زبان ہے گویا یہ بھی نیپالی ہے لیکن عام نیپالی زبان سے کافی کچھ الگ تھلگ ہے اس زبان میں ایک لفظ ہے (نیپو) اسی سے لفظ نیپال بنا ہے جس کا معنی ہے بھیڑ بکری پالنا، یہ لوگ انھیں جانوروں کی پرورش کے ذریعہ گذر بسر کرتے تھے اسی وجہ سے اس کا نام نیپال پڑ گیا۔

(۲) دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ نیائے سے بنا ہے جس کا معنی عدل وانصاف ہے اور پال پالن سے بنا ہے جس کا معنی پالنا ہوتا ہے انھیں دونوں مفرد الفاظ سے نیپال مرکب ہے جس کا معنی ہوا عدل وانصاف کی پاسداری۔

(۳) بعض لوگوں کے مطابق وادی کاٹھمانڈو کو پہلے نیپال کہا جاتا تھا پھر پورے ملک کو اسی نام سے موسوم کردیا گیا۔کہتے ہیں پہلے وہاں ''نے'' نام کا ایک مُنی آباد ہوا بعد میں اس نے

گوپال نسل کے ایک آدمی کو یہاں کا راجہ بنایا تھا جو وادی کا پہلا راجہ تھا۔اسی ُنے مُنی‘ کے نام سے وادی کا نام نیپال پڑا۔

## نیپال میں جمہوریت

یہ ملک ہمیشہ سے شہنشاہیت کے زیر سایہ پھلتا پھولتا رہا، لیکن ۲۰۰۸ء میں یہ جمہوری ملک بن گیا اور پرچنڈ کو پہلا وزیر اعظم بننے کا شرف حاصل ہوا چند سالوں کی بدامنی کے بعد اب یہ پورے امن وسکون کے ساتھ اپنی تعمیر وترقی کے منازل طے کر رہا ہے اور ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل کو پہونچ رہے ہیں۔

## نیپال کی کچھ خصوصیات

(۱) جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ یہ ملک کبھی کسی کا غلام نہیں رہا۔ بھلے ہی بنگال کے مسلم حکمراں شمس الدین نے ۱۳۶۳ء میں اس پر چڑھائی کی اور اس کی فوج فتح کا علم لہراتے ہوئے وادی کاٹھمانڈو میں داخل ہوگئی لیکن ناموافق موسم اور ناہموار حالات کے تحت دو ہفتہ کے اندر ہی واپس چلی آئی۔

(۲) نیپال کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ چار عالمی مذاہب میں سے ایک بدھ ازم کے بانی وروحانی پیشوا گوتم بدھ کی جائے پیدائش ہے۔وہ 550 قبل مسیح کپل وستو کے لمبنی کے جنگلوں میں پیدا ہوئے تھے۔

(۳) نیپال بھی مختلف مذاہب وزبانوں کا ملک ہے یہاں بھی گنگا جمنی تہذیب موجود ہے اور پل وبڑھ رہی ہے۔

(۴) نیپال کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ امام حرم مکی فضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ السبیل کا شعبان ۱۴۰۵ھ میں یہاں ورود مسعود ہو چکا ہے اور وادی کاٹھمانڈو ان کی میزبانی کے شرف سے مشرف ہو چکی ہے ان کی پرسوز تلاوت اور ایمان افروز بیان کے وہاں کی

درودیوار گواہ بن چکے ہیں۔

(۵) دنیا کی دس بلند ترین چوٹیوں میں سے آٹھ چوٹیاں نیپال میں ہیں اور سب سے بلند و بالا پہاڑ ہمالہ کی ایورسٹ چوٹی اسی نیپال میں واقع ہے سطح سمندر سے جس کی بلندی 8848 میٹر ہے۔اور اب حالیہ پیمائش میں اس کی بلندی میں 86 سینٹی میٹر کا اضافہ ہو چکا ہے۔

(٦) ہندوؤں کے دیو مالائی عقائد کے مطابق سیتا کا جنم جنکپور میں ہوا تھا جن کا بیاہ شری رام چندر جی کے ساتھ ہوا تھا۔اسی بناء پر جنکپور کا مندر ہندوؤں کی عقیدت کا مرکز ہے۔

(۷) جماعتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہاں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی آمد اور ان کی دعوتی و تدریسی جہود کی تاریخ ملتی ہے۔یعنی مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کا مشرقی نیپال میں دعوت و تبلیغ کے لئے آنا اور مولانا عبدالرحمٰن ڈوکمی کا جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر میں تدریسی خدمات انجام دینا اور مولانا حافظ شریف احمد کا بھوری، بیرگنج میں امامت اختیار کرنا یہ بھی اپنے آپ میں ایک اہم خصوصیت ہے۔

## نیپالی لوگ اور نیپالی کلچر

نیپالیوں کا اپنا مخصوص کلچر ہے ان کا انداز معیشت و معاشرت اور تہواروں شادی بیاہ کا الگ طریقہ ہے جس سے ہمیں یہاں کوئی تعرض نہیں۔

نیپال کے لوگ بڑے بہادر اور نڈر ہوتے ہیں ان کے اندر ایمانداری، سچائی، بے تعصبی پائی جاتی ہے یہ تنگ نظری سے پاک وصاف ہوتے ہیں، محبت، انسانیت، ہمدردی اور عمدہ اخلاق کے پیکر ہوتے ہیں امن پسند اس قدر کہ قابل مثال ہیں پہلے سنا جاتا تھا کہ یہ گندے ہوتے ہیں لیکن مشاہدہ گواہ ہے کہ ان کے یہاں صفائی ستھرائی کا بہت عمدہ ذوق ہے۔ان کی بستیاں گندگی سے پاک صاف ہوتی ہیں۔آبادی کا اچھا سلیقہ اور سماجی مسائل کا

بہتر شعور رکھتے ہیں۔کل ملا کر کہا جائے تو یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اگر یہ ملک خوبصورت ہے تو اس کے باشندے بھی خوبصورت خوب سیرت اور بھلے لوگ ہیں۔اگر مکان کی خوبصورتی مکین سے ہوتی ہے۔تو ملک کی خوبصورتی باشندگان سے ہوتی ہے۔آسمان کی زینت سورج چاند تارے ہیں تو زمین کی زینت امن پسند، مہذب وشریف انسان ہوتے ہیں۔بس یہ ہے یہاں کے لوگوں سے متعلق سچائی وحقیقت پسندی پر مبنی ایک حسین خیال۔

## نیپال کی آبادی اور اہل مذاہب کا تناسب

نیپال کی کل آبادی تقریبا تین کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔جن میں سے زائد از 81 فیصد ہندو اور 9 فیصد بدھ مذہب کے لوگ ہیں،تقریباً 5 فیصد مسلم اور 2 فیصد کرسچین باقی دیگر مذاہب کے ماننے والے لوگ ہیں کل 123 سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں نیپالی ملک کی سرکاری زبان ہے اردو تقریبا پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

## ایک چھوٹا سا تبصرہ

کاٹھمانڈو سب سے بڑا پندرہ لاکھ سے زائد آبادی والا شہر ہے جسے دارالسلطنت ہونے کا فخر حاصل ہے یہاں کا جھنڈا دنیا کے مربع یا مستطیل جھنڈوں سے مختلف ہے یہ دو مثلثوں سے ملا کر بنایا گیا ہے جو پہاڑی چوٹیوں کو ظاہر کر کے پہاڑی ملک ہونے پر دلالت کرتا ہے جس میں سے ایک مثلث میں چاند وتارا اور دوسرے مثلث میں سورج چھپا رہتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ چاند وتارا امن وشانتی کی علامت ہیں اور سورج غصہ کا مظہر ہے یعنی یہاں کے باشندے امن پسند ہیں لیکن اگر کوئی دشمنی پر آمادہ ہو تو اس کو جلا کر خاک کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

# نیپال میں اسلام کی آمد

## نیپال میں اسلام ومسلمانوں کی تاریخ چھ سو سال پرانی ہے
## اور ایک قول کے مطابق زائد از نو سو سال قدیم ہے۔

اسلام اپنی حقانیت، صداقت، اور دین سماوی ہونے کی وجہ سے بڑی تیزی، برق رفتاری سے پھیلا۔ آفتاب اسلام نے اپنی چمکدار سنہری کرنوں کے ذریعہ عالم انسانی کے تمام خطوں، گوشوں اور چپوں کو منور کردیا۔ صحراء عرب ہو یا افریقہ کے بیابان و جنگلات ، وحشی اقوام کی آبادی ہو کہ روم وایران کی متمدن بستیاں، مہبط وحی سے دور دراز مشرق بعید کے ممالک ہوں یا دور دراز کوہستانی آبادیاں، مجہول الحال جزائر ہوں یا چمک دمک اور شہرت یافتہ شہر وقصبے، کوہ ودمن میں جانوروں کی زندگی بسر کرنے والے جنگلی آدم خور قبائل ہوں یا عالم انسانی سے الگ تھلگ مادرزاد عریاں زندگی گذارنے والے آدی واسی۔ اس کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔ عرب کے اونٹ وبکری کے چرواہوں میں ہی نہیں قیصر وکسریٰ کے ایوانوں میں کلمہ حق کا آوازہ بلند ہونے لگا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ مستانہ کی گونج پر دیوانے ہر چہار جانب سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور شمع اسلام کے گرداگرد ہجوم ہوگیا۔ بقول مولانا حالی ؎

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحاء کی اٹھی — پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہونچی — جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی — ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

اس برق رفتار اشاعت وانتشار میں جہاں اسلام کی حقانیت اور اس کی فطری سادگی

کارفرما تھی وہیں اس کے محاسن اور صالح اقدار کی کشش بھی تھی کہ مظالم سے کراہتی انسانیت کو درد کا سچا مداوامل گیا تھا، مقہوروں مجبوروں مظلوموں وطبقاتی ظلم وجبر نسلی امتیاز اور بھید بھاؤ کے ماروں کوسچا نجات دہندہ وہمدرد وغمخوار مل گیا تھا۔

جزیرۃ العرب کے بادیہ نشیں اونٹوں بکریوں کے چرواہے ہوں یا روم وفارس کے متمدن وترقی یافتہ اقوام، ہندوستان کے برہمی نظام میں جکڑا ہوا معاشرہ اور منوسمرتی کے غیر فطری قوانین کا مارا ہوا پسماندہ و دلت طبقہ، حالات تو ہر جگہ تقریبا یکساں تھے کمزوروں ،غریبوں، بے کسوں ، بے بسوں، مزدوروں، غلاموں،عورتوں، اسیروں کا چارہ جوئی کرنے والا کوئی کہاں تھا،تورات، انجیل، زبور کی تعلیمات فراموش کی جا چکی تھیں زردشت نے خیرو شر کے الگ الگ خدا تراش لیا تھا کنفیوسش کی تعلیم مدھم پڑ چکی تھی ،مَزدَ کی نظام نے باپ بیٹی، بیٹا ماں، بھائی بہن کے رشتوں کے تقدس کو پائمال کر دیا تھا ان ژولیدہ، حوصلہ شکن اعصاب شل کر دینے والے حالات میں اسلام نعمت غیر مترقبہ ہی نہیں نعمت عظمیٰ تھا۔اس کی روشنی ہمالہ کی بلند وبالا چوٹیوں پر بھی پڑی اور وہ بھی بول اٹھا: لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اسلام اس خوبصورت ملک میں کب جلوہ نما ہوا، قطعیت ویقین کے ساتھ سن ومقام کی تعیین مشکل ہے۔ تاریخ خاموش ہے البتہ مورخین کا اندازہ ہے کہ نیپال میں اسلام کے آثار چودھویں صدی عیسوی سے پائے جارہے ہیں۔

نیپالی سوشل میڈیا پر نشر ایک رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ نیپال میں اسلام زائد از نوسوسال موجود ہے چنانچہ ایک نیپالی خاتون رپورٹر کی رپورٹ نشر ہوئی جس کا خلاصہ بھائی احمد بھنڈاری (نومسلم) کے ذریعہ یہ ملا، گوکہ اس رپورٹ میں اسلام کی آمد سے متعلق بیان کردہ عہد وصدیوں کی صداقت پر کچھ تبصرہ وتنقید مشکل ہے۔

خاتون رپورٹر کہتی ہے کہ ضلع اچھام (یہ مغربی نیپال میں واقع ہے) کے صدر مقام منگل سین سے صافے بگر جاتے ہوئے راستہ میں واقع چوریلی گاؤں کی مسجد سے اذان کی

آواز آرہی تھی یہ بستی پہاڑ کے دامن میں آباد ہے۔

رپورٹر گاؤں میں گئی وہاں امام مسجد سے ملاقات کیا اور وہاں کے حالات دریافت کیا۔امام مسجد نے اپنا نام سورج میاں بن پوترا میاں بتایا۔سوال کرنے پر بتایا کہ ہمارے آباء یہاں زائد نوسو سال سے آباد ہیں۔امام یہ بتانے سے قاصر رہے کہ یہاں کیوں آئے البتہ یہ بتایا کہ آباء واجداد راجہ سیناپتی کے ساتھ آئے تھے۔(اب یہ تو تاریخی تحقیق سے پتہ چلے گا کہ یہ راجا کون تھا اور کب آیا کہاں سے آیا۔)

امام صاحب نے بتایا کہ یہاں پچیس چھبیس گھر مسلمان آباد ہیں یہاں غیر مسلم ماحول میں رہنےسہنے سے ہم لوگوں میں کچھ تبدیلی بھی آگئی ہے۔ بروقت وہاں جو مدرسہ میں استاذ تھے انھوں نے اپنا نام محمد خلیل میاں بتایا اور کہا میں حافظ وقاری ہوں۔مدرسہ میں بچوں کی تعداد ۲۰ سے ۳۰ تک بتایا۔

مدرسہ پر لگے بورڈ سے مدرسہ کا نام دارالقرآن اور سنہ تاسیس 2006 بکرمی مرقوم ہے۔

یقیناً ان کے اندر تبدیلی آگئی ہے چنانچہ اینکر کے سوال کرنے پر کئی عورتوں نے اپنا نام بتایا جو کہ غیر اسلامی نام ہیں البتہ ہر نام کے ساتھ میاں لگا ہے مثلاً کنتھا میاں، سیتو میاں، آسا میاں، راجو میاں، ان دونوں کے شوہر کا نام گیتا میاں چوڑیلی گاؤں کے باشندہ ہیں۔ چونکہ یہ لوگ چوڑی فروخت کرنے کا کام کرتی ہیں اس لئے گاؤں کا نام چوڑیلی گاؤں پڑ گیا۔ مقامی لوگ اس کو میاں ٹول کہتے ہیں۔

نیپال میں اسلام تین راستوں سے داخل ہوا (۱) کشمیر (۲) تبت (۳) شمالی ہند

## پہلا راستہ : کشمیر

کشمیر سے آنے والے مسلمانوں کی آمد کی بابت دو وجہیں ذکر کی گئی ہیں اول تو یہ کہ سلاطین نیپال کے تعلقات دہلی کی مغلیہ سلطنت اور نوابین اودھ سے دوستانہ تھے اور چونکہ

مذکورہ دونوں جگہوں کی زبان فارسی تھی۔اس لئے راجگان نیپال کوکسی نہ کسی حدتک فارسی واردو کی ضرورت پڑا کرتی تھی چنانچہ انھوں نے شہزادوں وشاہی خاندان کے لوگوں کوفارسی واردو سکھانے کے لئے کشمیر سے پڑھے لکھے لوگوں کی خدمات حاصل کیں۔کشمیر سے آئے ہوئے اتالیق نے شاہی خاندان میں فارسی زبان سکھانے کی خدمات انجام دیا وہ آہستہ آہستہ وہیں کے ہوکررہ گئے۔انھوں نے عبادت کے لئے مسجد تعمیر کرائی اس کوکشمیری تکیہ مسجد سے موسوم کیا گیا۔

وجہ دوم یہ بیان کی گئی ہے کہ کاٹھمانڈو میں آبادلوگوں کے ذہن میں بھوت، پریت، اورجن کے سایہ کرنے کا وہم تھا،مریضوں کی بابت آسیبی شکایت کا اعتقاد بنارہتا تھا۔چنانچہ آسیب زدہ لوگوں پر جھاڑ پھونک اورجن وشیاطین کو بھگانے کے لئے کشمیر سے مسلمانوں کو بلوایا گیا۔غیر مسلموں کا خیال تھا کہ ان کو بھگانے کا کام مسلمان ہی کرسکتے ہیں جیسا کہ آج بھی یہ اعتقاد پایا جاتا ہے۔

کشمیر سے آنے والے مسلمانوں کی ایک تعداد آج بھی کاٹھمنڈو میں آباد ہے۔یہ لوگ عموماخوش حال اور بااثر ہیں۔خاص طور سے راج شاہی عہد میں خاصا اثرورسوخ رکھتے تھے۔

’’تذکرہ شعراء نیپال‘‘ کے مؤلف وصی مکرانی رقمطراز ہیں کہ:

ملک عرب سے اس کے روابط قدیم ہیں ۸۷۰ھ میں نیپال سے عرب کومشک بھیجا جاتا تھا (بحوالہ حدودالعالم) ۱۵۰۰ء میں کاٹھمانڈو میں مسلمان آباد ہوچکے تھے۔

(تذکرہ شعراء نیپال ص:۴۷)

انہی کشمیری مسلمانوں میں خواجہ محمد حسن شاہ نیازی (ولادت:۱۹۰۷- وفات ۱۹۸۰ء) گذرے ہیں ۱۹۲۸ء میں وہ شاہی طبیب (حکیم) کی حیثیت سے سرکاری ملازمت میں رہے۔(حوالہ مذکور)

موصوف کا ذکر بار بار سرگذشت جامعہ سراج العلوم حصہ اول (مرتبہ خطیب الاسلام)

میں آیا ہے۔ جب وہ انہدام مدرسہ کی کاروائی رکوانے کا مقدمہ لے کر کاٹھمانڈو گئے تھے تو ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح اسی نسل کے ایک مشہور شخصیت ڈاکٹر محمد محسن صاحب کی ہے جن کا رسوخ دربار شاہی میں تھا۔ ان کے بھی خطیب الاسلام اور محترم عبدالمنان خاں صاحب رحمہ اللہ (سم مانئے راشٹریہ پنچایت) سے بہت اچھا تعلق تھا۔

## دوسرا راستہ: تبت

کشمیری مسلمان تبت کے راستے کاٹھمانڈو آیا کرتے تھے یا نیپال کے راستے تبت جایا کرتے تھے اس تعلق سے تبتی مسلمان بھی کاٹھمانڈو آئے اور تجارتی شغل اختیار کیا۔ اس طور سے کشمیری و تبتی تاجروں نے نیپال کو اپنے کاروبار کے لئے نفع بخش خیال کر کے وہاں ڈیرہ جمادیا۔ آج بھی تبتی مسلمان وادی کاٹھمانڈو میں موجود ہیں، عام طور سے یہ لوگ مشک، ہرن کی کھال، گرم شال، اونی کپڑے، سونا اور جڑی بوٹی کے کاروبار سے منسلک ہیں۔

ان آثار سے اندازہ لگایا جارہا ہے کہ آج سے پانچ سو سال قبل مسلمانوں نے اس کو رونق بخشا۔ (واللہ أعلم بالصواب)

## تیسرا راستہ: شمالی ہند کے علاقے

نیپال سے متصل شمالی ہند کے علاقے تیسرے راستہ کے طور پر جانے جاتے ہیں جہاں سے مسلمانوں کی آمد بحیثیت تاجر، کسان، مزدور اور معلم کے ہوئی ہے۔ اتر پردیش سے ملے ہوئے نیپالی علاقوں میں اضلاع اتر پردیش، بہرائچ، گونڈہ، سراوستی، بلرام پور، بستی، سدھارتھ نگر، مہراج گنج، گورکھپور، کوشی نگر وغیرہ سے آکر آباد ہوئے ہیں تو بہار سے متصل علاقوں میں اضلاع بہار، مشرقی چمپارن، مغربی چمپارن، سیتامڑھی، دربھنگہ اور مدھوبنی وغیرہ سے آ آکر سکونت اختیار کیا ہے اور بالکل مشرقی نیپال میں مشرقی بہار میتھلی بولنے والے بنگالی بولنے والے اور خود بنگال سے آکر بنگالی نسل کے مسلمانوں نے نیپال کو اپنا وطن بنایا ہے۔

ان لوگوں کا داخلہ آن واحد اور چند ماہ وسال میں نہیں بلکہ آہستہ آہستہ جاری رہا۔

دراصل یہ لوگ خوشحال معاشی زندگی کی تلاش وجستجو میں نیپال کا رخ کرتے رہے آج صدی آدھ صدی قبل نیپال میں ملیریا کی وبا بہت عام تھی، بہت سارے لوگ اس کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن جاتے تھے اسلئے ترائی علاقوں میں کم ہی لوگ ٹک پاتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ نیپال میں ''گوریا کو بھی جوڑی آتی ہے'' میرے شاگرد مولانا محمد حسن سراجی ساکن بلوا ضلع پرسا، نے مجھے یہ کہاوت سنائی تھی کہ ''مَتْ مَرو، مت ماہُر کھاؤ، جیکا مری گیی ہوئے بلوا جاؤ'' یعنی خودکشی مت کرواور نہ زہر کھاؤ، مرنا ہے تو موضع بلوا چلے جاؤ خود ہی آسانی سے مرجاؤ گے۔ مولانا محمد حسن کے خاندان کا تعلق ضلع چمپارن کی مشہور اہل حدیث بستی جھمکا سے تھا اسی بستی سے صاحب دیوان گلشن ہدایت مولانا عبدالکریم مسلم کا بھی تعلق تھا مولانا کے آباء واجداد جھمکا سے آکر بلوا میں کاشتکاری کررہے تھے۔

دیگر اینکہ شہری سہولیات مفقود تھیں۔ نہ اسپتال، نہ ڈاکخانہ، نہ بازار، نہ اسکول اور زمین کی مال گذاری جان لیوا، انھیں اسباب کے سبب یہاں زمینیں کوڑی کے مول بکتی تھیں شہریت کا قانون بھی بالکل نرم بلکہ نہ کے برابر تھا۔

انڈیا میں زمین کی تنگی، اسباب اقتصاد کے فقدان اور یہاں کی سہولیات وآسانیوں کے پیش نظر جان کی پرواہ کئے بغیر بلند ہمت وحوصلہ اور پرعزم ہندوستانیوں نے انڈیا سے آآ کر نیپال میں زمینداری یا کاشتکاری خریدی اور دھیرے دھیرے آباد ہوتے رہے۔ ان میں اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی بھی تھی۔

انھوں نے اپنی محنت وکاوش سے زمینوں کو لائق کاشت بلکہ گل وگلزار بنادیا۔ اس کی ایک زندہ مثال خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کے موضع کدربٹوا کی ہے ان کے والد الحاج نعمت اللہ خاں رحمہ اللہ خوشحال وپُر بہار معاشی زندگی کی فکروجستجو میں اپنے آبائی موضع دتلو پور ضلع گونڈہ (اب بلرامپور) سے مبلغ سات سو روپیہ لے کر آئے اور موضع کدربٹوا خرید لیا پھر محنت ومشقت، لگن سے ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ چند مواضعات پر

مشتمل ایک خطہ خرید لیا، موصوف کا شمار علاقہ ہی نہیں نیپال کے نامور مسلم روساء وزمینداروں میں ہونے لگا۔ یہ پوری ایک دلچسپ تاریخ ہے جو تذکرہ نعمت نامی کتاب مولفہ خطیب الاسلام میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نیپال کی سرحدی پٹی جو مشرق سے مغرب میں ترائی کی شکل میں پھیلی ہے۔ پوری پٹی کا یہی حال ہے کہ جس میں ہندنژاد ہندو و مسلم آباد ہیں ان کی شکل وصورت، بود و باش، طور طریقے یعنی مکمل تہذیب وثقافت اتر پردیش، بہار، بنگال، کے ان ضلاع و خطوں اوران کے باشندوں سے ملتی ہے جوان کے بالمقابل آباد ہیں۔

اسی طرح نیپال میں چھوٹی موٹی تجارتوں کے لئے بھی ان مذکورہ اضلاع سے کچھ لوگ آئے۔ چونکہ نیپال میں تجارت کی سہولیات بہت کم تھیں، پختہ سڑکوں سے محرومی تھی کچھ کچی سڑکیں، پگڈنڈی راستے اور ناہموار گذرگاہیں موجود تھیں، بازار بھی کم تھے جدید وسائل نقل وحمل کا فقدان تھا۔ اس لئے باشندگان نیپال کو سودا سلف کے لئے مارکٹنگ کی دشواریوں کا سامنا تھا، یہ لوگ خشک موسم کے دنوں میں انڈیا کے بازار مثلاً بڑھنی، تلسی پور، شہرت گڈھ، بہرائچ، گورکھپور، بیرا گنیا، بتیا وغیرہ سے آکر اپنی ضروریات کا سامان خریدتے جس میں موسم کے لحاظ سے کپڑے، نمک، ماچس، مصالحہ جات، مٹی کا تیل، اور کارخانوں کے ذریعہ تیارشدہ مختلف سامان لیمپ، لالٹین، ٹارچ، جوتا، چپل خرید کرلے جاتے تھے۔ لیکن کتنا خریدتے، کثیر مقدار میں خریدنے کے لئے پیسوں کی ضرورت ہوتی اسی طرح ان سامانوں کے نقل وحمل کا مسئلہ ہوتا بالخصوص پہاڑی مقامات کے باشندگان کے لئے تو بڑا مسئلہ ہوتا تھا۔

ان حالات ومجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر انڈیا سے کاروباری اور سوداگر جانے لگے وہ عام ضروریات اور موسمی ضروریات کا سامان گھوڑوں، کھچر وں، گدھوں یا اور ذرائع سے لیکر جانے لگے۔ یہ لوگ گھوم پھر کر کاروبار کرتے تھے پھر چھوٹے چھوٹے مارکیٹ قائم ہوگئے تو وہاں انھوں نے ڈیرہ جمالیا مثلا بھیرہوا، بٹول، تولہوا، پتھر کوٹ، بھالو بانگ، کوئلہ باسہ، گڑ ہوا، لمہی، گھوڑاہی، تلسی پور، باگر، نیپال گنج وغیرہ ان کاروباریوں میں ایک تعداد مسلمانوں

کی بھی تھی اس طرح مسلمان جگہ بجگہ اڈہ بناتے اور آباد ہوتے گئے۔

ایک تیسرا ذریعہ وسبب ہندوستانی مسلمانوں کی آمد کے تعلق سے یہ بھی ہے جس کا ذکر تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں ملتا ہے وہ یہ کہ لکھنؤ کے نواب واجد علی شاہ کی بیگم حضرت محل جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں سے شکست کھا گئیں تو جان بچا کر جائے پناہ کی تلاش میں بونڈی کے راستے نیپال گنج ہوتے ہوئے کاٹھمانڈو چلی گئیں۔ان کے سفر میں ان کے مصاحبین اور وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد تھی۔بیگم حضرت محل نے بونڈی نامی مقام پر کچھ عرصہ قیام کیا۔دسمبر ۱۹۵۸ء کو انھوں نے بونڈی کو الوداع کہا اور وفادار سپاہیوں کے ساتھ ہمالیائی ترائی کے گھنے جنگلوں میں بھٹکتی ہوئی ۱۹۵۹ء میں نیپال پہونچیں۔(تذکرہ شعراء نیپال ص:۱۷)

بیگم حضرت محل ایک ادیبہ وشاعرہ تھیں، ان کی شاعری میں نیپال کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ بونڈی سے کوچ کی طرف مندرجہ ذیل شعر میں اشارہ ہے۔

بکھر چلا تھا وہ قافلہ مقام بونڈی سے ‏ ‏ ‏ چال دشمن کی کچھ ایسی کہ ابھرنے نہ دیا
اسی خاک میں میرا مدفن بنے گا ‏ ‏ ‏ پہاڑوں میں ہم نے یہ بستی بسائی

بیگم حضرت محل کا کاٹھمانڈو میں ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا ان کی قبر آج بھی نیپالی جامع مسجد کے احاطہ میں سڑک کے کنارے موجود ہے۔

اسی سفر میں ان کے ہمراہ ان کے لخت جگر اور اودھ کے آخری تاجدار مرزا برجیس قدر بھی ساتھ میں رہے۔ان کا قیام بھی ماں کے ساتھ کاٹھمانڈو میں رہا، ماں کی وفات کے بعد وہ وہیں مقیم رہے حتی کہ ۱۸۸۷ء میں جب ملکہ وکٹوریہ کا جبلی جشن منعقد ہوا تو نواب برجیس قدر کو معاف کرتے ہوئے انھیں ہندوستان لوٹنے کی اجازت دے دی گئی، لیکن نواب برجیس قدر چند سال بعد ۱۸۹۳ء میں کلکتہ لوٹے۔

ان کے کلام میں بھی نیپال کا ذکر ملتا ہے ملاحظہ ہو درج ذیل شعر۔

مٹی خراب ہو گئی نیپال میں مری　　　رہتا ہے کیوں مزار امام مبیں سے دور

(نیا دور لکھنؤ اودھ نمبر ص:۶۲)

۱۹۹۲ء میں، میں نے اپنے چند اساتذہ جامعہ مولانا عبدالمجید صاحب مدنی رحمہ اللہ ،مولانا فضل حق صاحب مدنی، مولانا انیس الرحمٰن مدنی کے ساتھ ضلع دانگ کے چوٹی پر آباد ایک بستی دیوی کوٹ کا دعوتی سفر کیا تو رودے میاں نامی ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، ان سے اس بستی کے آباد ہونے سے متعلق بات ہونے لگی میں نے کہا کہ تمام تر سہولیات سے محروم اس جگہ آپ لوگ کیسے آباد ہو گئے تو موصوف نے بتایا کہ ہمارے آباء و اجداد انگریزوں کے خلاف بیگم حضرت محل کے ساتھ جنگ آزادی کی لڑائی لڑے تھے بیگم صاحبہ شکست کے بعد وہاں سے بھاگیں تو ان کے مصاحبین و وفادار سپاہی و ملازم بھی ساتھ چلے آئے، راستہ بڑا دشوار اور پر خطر تھا، زاد راہ ختم ہوتا گیا لوگ درماندہ ہوتے گئے اور جگہ بجگہ قافلہ کا ساتھ چھوڑ کر رکتے رہے۔ اسی حال میں جس نے جہاں مناسب خیال کیا وہاں ٹھہر گیا۔ چونکہ انگریزوں کی طرف سے دار و گیر کا خوف تھا اس لئے پہاڑی و جنگلی راستوں کو ترجیح دی گئی۔ انھوں نے کہا دشوار ترین پہاڑی مقامات پر جو مسلمان آباد ہیں یہ انھیں کی نسلیں ہیں جو لکھنؤ سے بھاگے تھے ۔یہ لوگ دیوی کوٹ، اموا، جیتا تھان، پالپا، ارگھا کھانچی وغیرہ مقامات میں منتشر ہیں۔

غور کرنے پر موصوف کے بیان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے ان مذکورہ مقامات کے قدیم مسلم باشندوں کی اپنی الگ شناخت و زبان ہے۔ لکھنؤ سے اردو زبان لے کر آئے تھے لیکن پہاڑی ماحول اور غیر مسلم پہاڑیوں کے ساتھ کاروباری میل و جول اور ان کے یہاں مزدوری و ملازمت سے ایک تیسری زبان وجود میں آ گئی جو نہ تو اردو ہے اور نہ ہی اودھی نہ ہی نیپالی بلکہ یہ چور ہٹہ زبان ہے چونکہ ان کی عورتیں چوڑی پہنانے و فروخت کرنے نیز جھمکی بالا اور بندیا وغیرہ سامان فروخت کرتی چلی آرہی ہیں اس لئے ان کو چور ہٹہ کہا جانے لگا، آج بھی ان کی زبان میں اردو کے بہت سارے الفاظ بگڑی شکل میں موجود ہیں۔

# حلقہ بگوشان اسلام

نیپال میں ایک نہایت مختصر تعداد حلقہ بگوشان اسلام کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام اصلی نیپالیوں میں نہیں پھیلا، اس کی وجہ ان کے درمیان دعوت سے نا آشنائی رہی ہے۔ دعوت کا کام ان کے یہاں ہوا ہی نہیں، آج بھی وہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے محاسن سے ناواقف و نا آشنا رہے ہیں چند ایک بار میری گفتگو پولیس کے جوانوں سے ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں اس کی کوئی واقفیت نہیں ہے بس جانتے ہیں کہ یہ بھی کوئی دین ہے۔

رب العالمین سعودی حکومت آل سعود اور وہاں کے موحد مسلمانوں کو سلامت رکھے اور انھیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے اس میدان میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ دعوۃ جالیات اور مختلف اسالیب وتدابیر سے وہاں بیرونی ممالک سے آئے ہوئے مزدوروں میں بڑے پیمانہ پر منظم انداز میں کام ہو رہا ہے جس کے اثر سے اچھی خاصی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں ملک نیپال کے لوگوں کی بھی ایک تعداد ہے جنھیں دولت اسلام کی نعمت ملی ہے۔ ان کی تعداد کتنی ہے اس کا ہمارے پاس کوئی شمار وریکارڈ نہیں ہے البتہ کچھ لوگ آ آ کر پالپا ضلع کے موضع رامپور میں قیام پذیر ہیں کچھ ادھر ادھر جگہ بجگہ مقیم ہیں ان میں سے تو کچھ ماشاء اللہ بڑے کامیاب داعی بھی ہیں مثلاً:

(۱) احمد بھنڈاری: (سابق نام بدھی لعل بھنداری برادری برہمن) یہ ضلع دانگ کے ہیں فی الحال اس وقت جھنڈانگر میں ہیں، کئی سالوں تک جامعہ سراج العلوم میں رہے پھر مرکز البینہ مرچیا میں رہے اور اب ریاض کے ایک دعوۃ سینٹر میں کام کرتے ہیں.

(۲) محمد نسیم بھنڈاری :(سابق نام اوم پرکاش بھنڈاری برادری برہمن) یہ بھی کئی سالوں تک جامعہ سراج العلوم میں رہے پھر یہاں سے بیر گنج کے ٹولہ بہوری میں جا کر آباد ہو گئے ہیں اور سعودی عرب کے کسی دعوۃ سینٹر میں کام کرتے ہیں۔

(۳) عبدالکریم نیو پانے :(سابق نام کھیما نند نیو پانے) یہ بھی جامعہ سراج العلوم میں رہے اور اب پوکھرا سے متصل کسی مقام پر گذر بسر کر رہے ہیں۔

(۴) محمد سلمان: یہ بھی ضلع دانگ کے ہیں اور سعودی عرب میں ملازمت کر رہے ہیں۔

(۵) عبدالرحمٰن سوبیدی: حال مقیم پکڑی ضلع کپل وستو

(۶) محمد عثمان جی سی:

(۷) عبدالرحمٰن کھڑکا: حال مقام پکڑی یا مہوا ضلع کپل وستو

(۸) ابراہیم شرما: (سابق نام یگیہ راج شرما)

(۹) حبیب اللہ پراسینی: (سابق نام گنیش پراسینی)

(۱۰) عبدالرحمٰن گری: (سابق نام من گری)

(۱۱) اسماعیل رانا: (سابق نام سنجے رانا) جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں زیر تعلیم ہیں۔

یہ چند اسماء بطور نمونہ دیئے گئے ہیں ورنہ ویسے نومسلموں کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزار میں ہوگی۔ اللہ پاک سبھوں کو ثابت قدم، اور پریشانیوں سے محفوظ کرے۔

☆☆☆

فصل سوم

# نیپال میں دعوت اہل حدیث کا ارتقاء

نیپال میں جب بھی دعوت اہل حدیث کی بات ہوگی تو اس کا سرا اور رابطہ شمالی ہندوستان کے مدارس اور علماء حق سے ہوگا، نیپال کی تاریخ اہل حدیث کو شمالی ہند کی تاریخ اہلحدیث سے الگ کر کے دیکھا نہیں جاسکتا، مجموعی طور سے پورے برصغیر کو اگر اصلاح عقائد، اشاعت توحیدِ خالص وسنت مطہرہ، رد شرک و بدعات نیز ترک رسوم ورواج جاہلیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بلاشک وشبہ بلکہ پورے اذعان ویقین کے ساتھ برملا کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور سے اس اصلاح وتجدید کے دو چشمے دو مصدر اور دو منبع ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں:

(۱) تحریک شہیدین

(۲) چشمہ نذیریہ یعنی مسند درس شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ۔ ان دونوں سے نکلنے اور بہنے والی نہریں کہیں متحد تو کہیں جدا جدا ہیں۔

بہر حال جب ہم نیپال میں دعوت اہل حدیث اور اس کی تاریخ نیز مرحلہ وار اشاعت پر نظر ڈالتے ہیں تو میرا ذہن ومحدود مطالعہ اس کو پانچ ادوار میں تقسیم کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

(۱) تمہیدی دور

(۲) دہلی، بنارس، دربھنگہ آرہ، جھمکا، سکٹا، اور بستی و گونڈہ کے مدارس وعلماء

(۳) نیپال کے مدارس

(۴) جامعات سعودیہ سے ربط

(۵) خطیب الاسلام اور رابطہ میں ان کی رکنیت۔

# دوراول

## (تمہیدی)

اس سے مراد وہ عہد ہے جب نیپال میں کسی عالم دین یا مدرسہ ومکتب کا وجود نہیں ملتا اور نہ مسلمانوں کی کسی خاص قابل ذکر آبادی کا پتہ لگ رہا ہے جو توحید وسنت پر گامزن رہی ہو، آہستہ آہستہ ہندوستان کے سرحدی علاقوں سے مسلمان کسب معاش وذرائع عیش کی تلاش میں آکر نیپال میں جگہ بجگہ ڈیرے ڈال رہے اور کاشت کی زمینیں خرید کرانھیں آباد وگلزار بنار ہے تھے اس زمانہ میں ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں شیعہ نوابین اودھ اور شیعہ اہل اقتدار کے زیر اثر تعزیہ داری، نوحہ ماتم وجلوس، ڈھول تاشہ، فاتحہ خوانی، نذر ونیاز کا دور دورہ تھا اور یہی کل دین تھا۔ اس دور میں اصلاح وارشاد، دعوت وتبلیغ کے دو متذکرہ بالا سلسلوں کے نمایاں اثرات دکھائی پڑتے ہیں یعنی تحریک شہیدین اور شیخ الکل فی الکل کی مسند تدریس حدیث۔ تحریک شہیدین کا کوئی راست بڑا اثر اضلاع بستی وگونڈہ پر نہیں دکھائی پڑ رہا ہے، ہاں مولانا جعفر علی نقوی میر منشی قافلہ جہاد ضلع بستی کے میر مجھوا کے رہنے والے تھے، قافلہ جہاد سے واپس آکر آباد ہوئے، انھوں نے اصلاح وقیام مدارس میں حصہ لیا، اس کا ذکر آئندہ آئے گا ان شاءاللہ۔

اسی طرح ضلع گورکھپور کے دو ایک مجاہدین کا ذکر مولانا غلام رسول مہر نے مجاہدین کی فہرست میں کیا ہے۔ البتہ مشرقی نیپال اور شمالی بہار میں مجاہدین صادقپور کے نمایاں اثرات دکھائی پڑ رہے ہیں۔

ہاں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی (ولادت: ۱۲۲۰ھ وفات

۱۳۲۰ھ) رب العالمین نے اپنے فضل وکرم سے دہلی میں بھیج دیا یہ پورے برصغیر پر اللہ کا خصوصی انعام واحسان تھا کہ انھوں نے دہلی میں مسند تدریس سجائی اور استاذ ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پھر ان کے فرزندار جمند شاہ عبدالعزیز دہلوی ان کے بعد ان کے بھانجے شاہ محمد اسحاق دہلوی نے قال اللہ وقال الرسول کا جو نغمہ گایا تھا اور اشاعت توحید خالص واتباع سنت صحیحہ کا جو ماحول سازگار کیا تھا اس کو انھوں نے سنبھال لیا اور پوری قوت وچستی وجرأت کے ساتھ اس تحریک کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کے علم کو بلند کیا میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے درس وتدریس، وعظ وتذکیر، اصلاح وارشاد کی حیثیت سے دیکھا جائے تو سرزمین ہند کے لئے ابر کرم تھے، بارش رحمت وباد بہاری کی صورت وہ نمودار ہوئے، ان کا فیض درس عرب وعجم میں جاری ہوا، اس سے برصغیر کے تمام گوشے سیراب ہوئے۔ بھلا بستی وگونڈہ کی مردم خیز زمین اس سے کیسے محروم رہ سکتی تھی اس بارش کے چند قطرے براہ راست یہاں بھی پڑے۔ جنھیں مولانا عبدالرحمٰن ڈوکمی، میاں عباداللہ صاحب یوسف پوری کی شکل میں جانا وپہچانا گیا اور مولانا اللہ بخش پنجابی وبسکوہری نیز مولانا محمد اظہر بہاری کی صورت میں باہر سے وارد ہوگئے پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے مقدم الذکر تینوں حضرات براہ راست میاں صاحب کے شاگرد تھے ۔جبکہ موخرالذکر مولانا عبدالحق بنارسی کے شاگرد تھے۔ان حضرات میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک انجمن اور تحریک دعوت تھے۔مولانا ڈوکمی کا آبائی تعلق اٹوابازار سے پورب کھڈسری کے علاقہ میں موضع ڈوکم سے تھا۔ باپ دادا اچھی حیثیت کے مالک تھے۔ میاں عباداللہ صاحب نوگڈھ سے دس بارہ کلومیٹر شمال میں بڑھ پور سے پورب تین کلومیٹر کی دوری پر واقع نیورا اسٹیٹ کے موضع یوسف پور کے رہنے والے تھے۔آپ نے ۱۸۵۶ء میں اپنے مرشد مولانا جعفر علی نقوی کے بدست مدرسہ دارالہدی یوسف پور کی تاسیس کرا کے اس ادارہ کو تعلیم و دعوت کا ایک بڑا مرکز بنایا۔ مولانا اللہ بخش پنجابی (حال ہریانہ) کا انبالہ سے تعلق تھا۔خاندانی غیر مسلم تھے بچپنے ہی میں والد کا انتقال ہوگیا تھا وہ فوجی ملازم تھے۔ چچا کو پوری جائداد ہڑپ

کرنے کی فکر لاحق ہوئی تو ان کو ستانے لگا یہ گھر سے بھاگ نکلے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ تعلیمی سفر سید نذیر حسین دہلوی کے یہاں مکمل ہوا۔ قسمت ان کو ضلع بستی کے مشہور بازار بسکوہر لے آئی اور وہیں کے ہو رہے۔

یہ تو ہوا شیخ الکل فی الکل کے شاگردوں کی طرف اشارہ جنہوں نے سرزمین بستی و گونڈہ کو اپنی دعوتی واصلاحی مساعی کا مرکز ومحور بنایا۔

میاں صاحب کے کچھ اور نامی شاگردوں نے بستی و گونڈہ کی سرزمین کو وقفہ وقفہ کچھ شہور وسنین کے لئے اپنی فیض رسانی کے لئے منتخب کیا اور ان کے ذریعہ سنت کی مشکبار ہوائیں چلنے لگیں۔

ان میں ایک بڑا قابل احترام نمایاں نام حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کا ہے آپ انیسویں صدی کے اوائل میں گونڈہ کے علاقہ میں تشریف لائے جہاں آپ نے اللہ نگر (مشمولہ چھترپارہ) میں مدرسہ فیض العلوم کی ۱۹۰۴ء میں بنیاد رکھی ۱۹۰۷ء تک وہاں آپ کا فیض جاری رہا پھر علاقہ بونڈیہار کی قسمت کا ستارہ چمکا تو وہاں آکر آپ نے ۱۹۰۷ء میں مدرسہ سراج العلوم کنڈؤ بونڈیہار کی بنیاد ڈالی جو توحید وسنت اور منہج سلف کی اشاعت کا بڑا مرکز بن گیا۔ آپ نے قریب تین سال وہاں قیام کیا پھر ۱۹۱۰ء میں وہاں سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔

ان کے بعد میاں صاحب کے ایک اور نامور شاگرد مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری صاحب سیرت البخاری تشریف لائے اور ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۳ء تک آپ نے مسند تدریس سجائی۔

ان دعوتی مراکز کے ذکر میں بانسی کو بھی شامل کرنا مناسب ہے کیونکہ میاں صاحب کے ایک نہایت عابد وزاہد شاگرد شاہ عین الحق پھلواری بھی تشریف لا چکے ہیں مولانا جعفر علی

نقوی کے دور میں بانسی کو علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اب ان کے آجانے سے مزید رونق آگئی اسی طرح مولانا محمد اسحاق بھی بانسی میں فروکش ہوئے انھوں نے جامع مسجد سے متصل مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا اس مدرسہ کے فیض یافتگان میں مشہور نام مولانا عبدالوہاب بانسوی مولانا عظیم اللہ نیپالی کا ہے، مولانا عبدالوہاب صاحب جھنڈانگر میں آئے اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہیں ہوسکی ہاں خطیب الاسلام جھنڈانگریؒ نے نوگڈھ کانفرنس کے خطبہ استقبالیہ میں لکھا ہے کہ وہ جھنڈانگر کی قبرستان میں مدفون ہیں۔

اسی طرح میاں صاحب کے خاص شاگرد رشید محدث کبیر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے بارے میں بھی اسی خطبہ استقبالیہ میں لکھا ہے کہ یہ لوگ بجوا ضلع گونڈہ (اب بلرامپور) میں بارہا تشریف لا چکے ہیں۔

شیخ الاسلام شیر پنجاب فاتح قادیان علامہ ثناء اللہ صاحب کی خطابت اور مناظروں نے اہل بدعت اور اہل تقلید واہل تشیع، منکرین حدیث وقادیانیت و جملہ اہل باطل کی ہوا نکال دی تھی، گونڈہ وبستی کے جلسوں میں آپ بارہا تشریف لاکر ۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

کا دلنواز پیغام سنا چکے ہیں۔ تلسی پور، بڑھنی، مرغھوا، یوسف پور میں آپ تشریف لا چکے ہیں۔ اب ہم اکٹھا ان سبھوں کے ناموں کی فہرست لکھنا مناسب سمجھتے ہیں:

(۱) مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آباری (۲) مولانا اللہ بخش بسکوہری

(۳) مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری (۴) مولانا عبدالسلام مبارکپوری

(۵) مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی (۶) مولانا عبدالرحمٰن صاحب ڈوکمی

(۷) مولانا شاہ عین الحق پھلواری (۸) مولانا عباداللہ یوسف پوری

(رحمہم اللہ اجمعین)

## میاں صاحب کے بیک واسطہ تلامذہ:

میاں صاحب کے بالواسطہ تلامذہ کی بھی ایک تعداد ہے جن کی مساعی ومجہودات بہت ہی زریں وقابل تحسین ہیں مثلاً

(۱) مولانا سید ممتاز علی کرتھی ڈیہہ مولانا حفیظ اللہ بندوی کے واسطے سے میاں صاحب کے شاگرد ہیں

(۲) مولانا سید عابد علی انتری بازار

(۳) مولانا لیاقت حسین مرغہوا

(۴) مولانا خلیل احمد بسکوہری

(۵) مولانا عبد العظیم اکرہروی بواسطہ مولانا عبد الوہاب صدری

ان مذکورہ بالا حضرات نے اپنی پر خلوص محنتوں، حکیمانہ اصلاحی دعوتوں کے ذریعہ سرزمین گونڈہ وبستی کو توحید وسنت کا گہوارہ بنادیا اور شرکیہ عقائد قبر پرستی، استمداد واستغاثہ بغیر اللہ، بدعی رسوم، میلاد، فاتحہ، نذر ونیاز، تعزیہ داری، ڈھول تاشہ، پیر پرستی، مشائخ پرستی، تقلید شخصی سے بڑی حد تک پاک کردیا اور ہندوانہ رسم ورواج جاہلانہ طور وطریقوں کی بیخ کنی کردی، شیعیت جو بال وپر نکال رہی تھی اس کا پر کتر دیا۔ صرف مولانا سید ممتاز علیؒ نے (۸۰) اسّی سے زائد امام چوک کھودوا کر پھینک دیا۔

ان حضرات نے دینداری وپاکیزگی کا ایسا ماحول ومزاج بنایا کہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نے علامہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی سے (جو مراکش سے چل کر مولانا موصوف کے پاس حدیث پڑھنے کے لئے آئے تھے) فرمایا کہ میرے ساتھ گونڈہ چلو میں آپ کو ایسی اسّی بستیاں دکھاؤں گا جہاں صحابہ کرام کے نقش قدم پر زندگی گذارنے والے ملیں گے۔

مشرقی علاقہ جات کی طرف جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اضلاع مشرقی و مغربی چمپارن، سیتامڑھی، دربھنگہ وغیرہ میں تحریک شہیدین اور علماء صادقپور کے اثرات جگمگاتے ہوئے ملتے ہیں۔

ضلع مغربی چمپارن کا ایک مشہور موضع جھمکا ہے اس موضع کو سیدین شہیدین کی تحریک جہاد کے ناحیہ سے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ پھر شیخ الکل فی الکل کی تدریس حدیث و دعوت توحید واحیاء سنت کے ناحیہ سے بڑی مرکزیت حاصل رہی ہے اس کا نہایت مختصر خاکہ یہ ہے کہ مولانا عبدالہادی جھمکاوی ایک نہایت خداترس عالم و مبلغ گذرے ہیں جنھوں نے اس بستی کو اپنا وطن بنایا اور اس کے ذریعہ نور ایمان نہ صرف چمپارن و بہار بلکہ نیپال بھی اس سے مستنیر ہوا۔

آپ چھپرہ کے موضع زیرہ دینی کے کائستھ خانوادے میں پیدا ہوئے، گھر میں دولت وثروت کی ریل پیل تھی، آزاد جمہوریہ ہند کے پہلے صدر راجندر پرشاد کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں خوب مہارت حاصل کی کتب قوانین کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور وکالت کا امتحان دینے کی غرض سے پٹنہ وارد ہوئے یہیں ان کی ملاقات امیر المجاہدین سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید سے ہوئی۔ سید احمد شہید کے پند ونصائح اور شاہ محمد اسماعیل شہید کی ترغیب سے سید احمد کے دست مبارک پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور قافلہ مجاہدین کے ہمرکاب ہوگئے۔ موصوف نے شاہ اسماعیل شہید مولانا ولایت علی صادقپوری علامہ اولاد حسین قنوجی اور شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے تکمیل علم کیا۔

مولانا کی نسل میں اللہ نے برکت دی ان کی نسل سے کبار علماء و مبلغین پیدا ہوئے جنھوں نے طرح طرح سے دین کی خدمت انجام دی، مولانا کے دو فرزند تھے۔ مولانا

عبدالکریم مسلم اور مولانا عبدالرحیم ان کے سلسلہ احفاد سے پانچ افراد نے شیخ الکل فی الکل السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی سے کتب حدیث وتفسیر پڑھنے کا شرف حاصل کیا جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا عبدالرشید بن عبدالکریم جھمکاوی

(۲) مولانا حافظ شریف احمد بن عبدالکریم جھمکاوی

(۳) مولانا علی منظر بن عبدالرحیم جھمکاوی

(۴) مولانا ابوسعید بن عبدالرشید جھمکاوی

(۵) مولانا ابوالخیر بن عبدالرشید جھمکاوی

ان سارے بزرگوں نے اشاعت توحید وسنت کا کام بہار کے مختلف مقامات پر کیا جن کے اثرات نیپال پر پڑے لیکن ان میں سے بعضے نیپال پہونچ کر ایمان کی آبیاری کی اور شمع توحید وسنت کو روشن کیا۔

مولانا تنزیل صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:

مولانا عبدالکریم مجاہدانہ صفات کے حامل تھے، انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف میں شریک ہوئے، ایک دفعہ میدان جہاد میں دایاں ہاتھ گولی لگنے کی وجہ سے شہید ہو گیا۔ پشاور ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ قدرے صحت یاب ہونے کے بعد کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے اور نیپال کے شہر بیرگنج سے متصل موضع بھوری جا پہونچے کچھ عرصہ کے لئے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ اب جہاد کے لائق نہیں رہے تھے اسی لئے قلمی اور لسانی جہاد کا آغاز کیا۔ دعوت وتبلیغ کو اپنا منہج بنایا اور وعظ وارشاد کے ساتھ شاعری کو اپنا ذریعہ تبلیغ اختیار کیا، شاعری میں مسلم تخلص فرماتے تھے۔ مولانا عبدالکریم مسلم کا عظیم کارنامہ ''دیوان گلشن ہدایت'' ہے اللہ نے اس کو بڑی مقبولیت عطا کی اسے بہار کی ''مسدس حالی'' سمجھنا چاہئے۔

گھروں کی پردہ نشین عورتوں کو بھی اس کے اشعار ازبر ہوا کرتے تھے۔ (دبستان نذیریہ 555-556)

مولانا تنزیل صدیقی صاحب نے دیوان گلشن ہدایت کو بہار کی مسدس حالی قرار دیا ہے لیکن یہ اتر پردیش کی بھی مسدس حالی ہے۔ یہاں بھی یہ کتاب مدارس میں پڑھائی جاتی تھی عورتوں و بچوں کو اس کے اشعار خوب ازبر ہوا کرتے تھے علماء کرام اپنی تقریروں میں اشعار سنایا کرتے تھے میرے والد گرامی الحاج شیخ محمد زکریا صدیقی رحمہ اللہ اس کتاب کے ذریعہ محفل جماتے اور اشعار سنا سنا کر ان کی تشریح کرتے ہوئے عقائد شرکیہ و بدعیہ کا رد فرمایا کرتے تھے۔

مولانا عبدالکریم مسلم کے دوسرے فرزند مولانا حافظ شریف احمد ہیں ان کی بابت مولانا تنزیل صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:

تکمیل علم کے بعد جب واپس اپنے وطن پہونچے تو اپنے والد کے ساتھ مل کر تحریک مجاہدین سے منسلک ہو گئے۔ مولانا کا پورا گھرانہ جماعت مجاہدین سے وابستہ تھا قریبی اقرباء جیل کی سلاخوں کے پیچھے تھے اور بقیہ افراد گمنامی کی زندگی گذار رہے تھے مولانا بھی کھل کر اپنی سرگرمیاں انجام نہیں دے سکتے تھے اس لئے اپنے والد کے ساتھ نیپال میں اقامت گذیں ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے لئے خراسان تشریف لے گئے اور جہادی سرگرمیاں انجام دیں، واپس آ کر نیپال کے قصبہ بھوری بیر گنج میں مستقل اقامت اختیار کی، مولانا دین اسلام کے مبلغ اور جماعت مجاہدین کے سہولت کار تھے۔ زیادہ تر حالت سفر میں رہتے۔ نیپال، بنگال، بہار اور یوپی کے شمالی اضلاع مولانا کی دعوتی سرگرمیوں کا خاص مرکز تھے۔

۱۳۴۰ھ میں نیپال کے علاقہ ترہت میں بیمار ہوئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا، بھوری بیر گنج میں مدفون ہوئے۔ (حوالہ مذکور)

موصوف رحمہ اللہ کی اولاد آج بھی بھوری میں آباد ہے، ان میں شیخ جمیل الرحمن صاحب بھی تھے جو نیپال میں جمعیت اہل حدیث کے تشکیل کے موقعہ پر مقامی جمعیت اہل حدیث بھوری کے صدر منتخب ہوئے تھے وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

مولانا عبدالہادی اوران کے فرزند مولانا عبدالکریم مسلم کے خاندان عالی گہر کے کارنامے بہت عظیم الشان ہیں چنانچہ اسی خاندان کے دو ہیروں نے مدرسہ دارالسلام سکٹا قائم کیا، مولانا تنزیل صدیقی صاحب مولانا ابوسعید جھکاوی کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

۱۹۳۲ء میں مولانا نے اپنے بھائی مولانا ابوالخیر کے ساتھ مل کر مغربی چمپارن میں سکٹا کے مقام پر ایک دینی مدرسے "دارالسلام" کا آغاز کیا تا کہ نیپال و بہار کے مسلم بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بطریق احسن انتظام کیا جاسکے۔ (حوالہ مذکور)

تھوڑااور مشرق میں ضلع روتہٹ کی جانب بڑھتے ہیں تو وہاں مشرقی چمپارن اور سیتا مڑھی نیپال کی سرحد سے ملے ہیں۔ یہاں ہند و نیپال دونوں علاقوں میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کی تبلیغی مساعی جلوہ گر دکھائی پڑتی ہے۔ چنانچہ میرے ایک شاگرد مولانا شمیم اختر نے میرے زیراشراف اپنے مقالہ برائے حصول ڈگری فضیلت میں یہ معلومات نوٹ کیا ہے:

"بحث وتحقیق سے جو بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ تحریک اہل حدیث بہار کا ایک مرکز اموا مدینۃ الشیخ رہا ہے جس کے پہلے امیر مولوی لیاقت حسین مقرر ہوئے جنہوں نے بہار کے ساتھ اس سے ملے نیپال کے علاقہ روتہٹ کا خاص خیال رکھا تھا۔ گاہے گاہے وہ روتہٹ کا دورہ کرتے، قیام کے دوران مختلف مقامات پر دروس وغیرہ کا اہتمام فرماتے، بدعات وخرافات کی بیخ کنی کرتے، یہ سب کچھ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی توجیہات کے مطابق ہوتے۔ مولانا کو دعوت دیجاتی جب آپ بیراگنیاں تشریف لاتے تو لوگ پالکی لیکر

جاتے اور اپنے کندھوں پر رکھ کر لاتے۔

مولانا موصوف کو روتہٹ میں لانے کا اور دورہ وغیرہ کرانے کا کام مولانا عبدالسبحان صاحب انجام دیتے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ روتہٹ میں مسلک اہل حدیث کا بول بالا مولانا عبدالسبحان صاحب کی دین ہے۔" (مقالہ تحریک اہل حدیث روتہٹ ص:۳۹)

## مولانا رحیم آبادی کا ایک دعوتی سفر

حافظ نواب علی صاحب نے ایک مرتبہ درخواست کی کہ حضور نیپال کی حالت بہت خراب ہے۔ شرک و بدعت کا زور ہے۔ خصوصا ایک بستی "بندر جھولا"[1] ہے وہاں کے مسلمانوں اور مشرکوں میں کوئی فرق بظاہر معلوم نہیں ہوتا، آپ فوراً سفر کے لئے تیار ہو گئے کچھ زادراہ ساتھ لیا بیل گاڑی کی سواری تھی، دور کا سفر لوگ بھوک سے پریشان ہو گئے، آپ کے ساتھ جو کچھ تھا اپنے ہمراہیوں کو کھلا دیا اور خود بھوکے رہے، راستے میں کہیں چنا تک میسر نہیں ہوا، اس تکلیف کو دیکھ کر حافظ نواب علی صاحب روتے تھے، لیکن آپ کی قناعت و جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ آپ ان کو تشفی دیتے رہے اور بار بار یہی فرماتے رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صعوبتوں اور تکلیفوں کے سامنے اس کو عیش ہی سمجھو، بمشکل تمام منزل مقصود تک پہونچے کچھ دیر آرام کے بعد مسلمانوں کی حالت کا معائنہ کیا وہاں کی جہالت دیکھ کر بے اختیار

[1] بندر جھولا موجودہ مدھوبنی ضلع کی آخری سرحد جے نگر اسٹیشن سے مشرق جانب تقریبا دس کلومیٹر پر نیپال میں واقع ہے اس بستی میں جانے کے لئے راستہ میں ایک اور بستی اس نام کی ہے جہاں احناف کی آبادی ہے، لیکن جس بستی کا تذکرہ ہے وہ خالص اہلحدیث آبادی ہے اور وہاں مدرسہ بھی قائم ہے، شیخ رضاء اللہ مدنی حفظہ اللہ ناظم جامعۃ الامام البخاری کلیان پور ضلع سبتری کی تحقیق کے مطابق یہ بستی بندر جھولا نہیں بلکہ بتوا ہے جہاں مولانا وارد ہوئے تھے اور مدرسہ سارسہ میں چلتا ہے۔

آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ وہاں کے مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ ان کے نام ہندوؤں کی طرح رام لعل، بھجومیاں، پچھمن میاں وغیرہ تھے۔ شکل بھی بالکل ہندوؤں کی طرح ہوتی تھی۔ ہندوؤں کی طرح سر میں بال، گردن میں کنٹھی ہوتی، ہندوؤں کے دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے صرف نام کے مسلمان تھے آپ عرصہ تک وہاں رہے۔ لوگوں کو کفر و شرک سے منع اور اپنے مالک حقیقی کا راستہ بتلاتے رہے آپ کی تبلیغ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آہستہ آہستہ نرمی سے تعلیم دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ لوگ جلد متاثر ہوتے۔ آپ ہی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس بستی میں پانچوں وقت نماز و اذان ہوتی ہے اور ہمیشہ اللہ اکبر کی صدائیں گونجتی ہیں۔ (مولانا عبدالعظیم رحیم آبادی ص:۱۹۷)

جب ہم مزید مشرق کی سمت قدم بڑھاتے ہیں تو وہاں دھنوشہ و سرہا میں گلشن اہلحدیث کھلا نظر آرہا ہے اور طرح طرح کے پھول اپنی خوشبو بکھیر رہے ہیں۔ وہاں توحید و سنت کی شجرکاری اور آبیاری کن ہاتھوں سے ہوئی اس پر میرے شاگرد عزیزم مولوی سمیع اللہ سراجی بن مولانا محمد مسلم کی اس تحریر سے روشنی پڑ رہی ہے جو انھوں نے میرے اشراف میں اپنے تحریر کردہ مقالہ برائے حصول ڈگری فضیلت (تحریک اہل حدیث ضلع دھنوشہ) میں مولانا محمد ابراہیم صاحب ٹھیلوی کے تعارف میں یوں لکھا ہے:

”مولوی ابراہیم کی والدہ سفر حج میں فوت ہوگئیں اور والد گرامی بدھن میاں حج سے فارغ ہوئے تو انھیں اعلیٰ علوم کے واسطے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کی خدمت و معیت میں سپرد کر دیا، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے علمی استفادہ اور شاگردی کا شرف حاصل کرنے والے علاقہ کے دو جید بزرگ اور بھی تھے جو مولوی ابراہیم کے ہمراہ و ہمرکاب رہے مولوی رضاء اللہ بلکٹوی اور مولوی نواب دیودھاوی، کہ یہ دونوں حضرات ضلع دھنوشہ (نیپال) کی سرحد (واقع ہندوستان) کے شہری و بزرگ عالم دین تھے۔ ان احباب یار

غار کے ساتھ مولوی ابراہیم ٹھیلوی نے نیپال بالخصوص ضلع دھنوشہ میں کفر و شرک کے اڈوں اور تعزیہ داری کی مجلسوں کو توڑ کر رکھ دیا غیر مسلموں کی پوجا پاٹ میں چندہ دینے سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں سخت ذہنی مزاحمت کا سامنا ہوا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا گیا مسلمانوں میں الگ سے حجام، بڑھئی کا انتظام کیا گیا یہاں تک کہ نئی نسل کی دینی تعلیم کے لئے اپنے گاؤں ٹھیلہ میں مدرسہ نجم الہدیٰ کی بنیاد ۱۸۹۵ء میں رکھ دی۔'' (تحریک اہل حدیث دھنوشا ص:۲۴)

یہ تو میاں صاحب رحمہ اللہ کے شاگردوں کی دعوتی مساعی جمیلہ کی طرف ایک ہلکا اشارہ تھا، میاں صاحب کے شاگردوں یا ان کے شاگردوں کے شاگردوں کے ذریعہ قائم شدہ مدارس کا رول بھی زبردست رہا ہے چنانچہ

مدرسہ احمدیہ آرہ کی تاسیس ۱۲۹۸ھ میں مولانا ابو محمد ابراہیم نے کیا۔

مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ کی بنیاد مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی نے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں رکھی۔

مدرسہ محمدیہ سلفیہ دیودھا کی بنیاد ۱۹۱۸ء میں مولانا رحیم آبادی اور حافظ محمد نواب علی کے ہاتھوں سے ڈالی گئی۔

مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کا آغاز ۱۹۱۸ء میں مولانا رحیم آبادی نے ایک پھونس کی جھونپڑی کی شکل میں کیا۔

مدرسہ فلاح المسلمین جنگڑوا کا قیام ۱۸۹۵ء کے آس پاس مولانا عبدالسبحان صاحب کے ذریعہ ہوا۔

مدرسہ کنز العلوم رنگ پور کلیا کا قیام ۱۹۵۰ء میں مولانا منظور الحق بلی رامپوری کے ذریعہ ہوا۔

ان مذکورہ بالا شخصیات و مدارس کو ذکر کرنے کا منشا یہ ہے کہ نیپال کے جو علاقے ،یوپی بہار کے علاقوں کے مقابل و متصل ہیں، ان میں قال اللہ وقال الرسول کی جو دلنواز و روح پرور صدائیں گونج رہی ہیں یا توحید وسنت پر عمل اور تمسک بالکتاب والسنہ کا جو جذبہ موجزن ہے۔انھیں بزرگوں کی کاوشوں کا اثر ہے۔اتر پردیش اور بہار کے شمالی علاقوں میں دین خالص کی جولہریں اٹھیں اور مشام جاں کو معطر کر دینے والی عطر بیز جھونکے اٹھے وہ ہمالہ سے جاٹکرائے انھیں ہواؤں سے مختلف پودوں کی کلیاں کھلیں۔وہاں سے جوآواز حق بلند ہوتی اس کی گونج نیپال کے شہروں، دیہاتوں میں گونجی وہاں سے جو کرنیں پھوٹیں انھوں نے نیپال کی ظلمتوں کا پردہ چاک کر دیا۔

نیپال سے نکلنے والے سارے دریاؤں کا رخ اوران کے پانی کا بہاؤ یوپی، بہار، بنگال کی طرف ہے لیکن علوم شرعیہ اور ایمان واسلام کے چشموں وندی نالوں کے پانی اوران کی لہروں کا رخ نیپال کی طرف رہا ہے۔

بہر حال وہ علماء جن کا ذکر ہو چکا ان کے علاوہ نیپالی علماء کی ایک تعداد ہے جنھوں نے متذکرہ بالا علماء ومدارس سے کسب فیض وفراغت حاصل کیا۔

۱۔مولانا محمد ابراہیم سلفی (بیریا) (وفات:۸/جون ۱۹۸۴ء) علیہ الرحمۃ

۲۔مولانا عبدالغفور اصلاحی بیریا

۳۔مولانا نیک محمد صاحب اصلاحی حفظہ اللہ چھمنیاں

۴۔مولانا محمد مسلم صاحب رہبر سلفی جگڑوا علیہ الرحمۃ

۵۔مولانا نور محمد سلفی (رمول سرہا) حفظہ اللہ کا شمار انھیں میں ہوتا ہے۔

☆☆☆

# دور ثانی

(علماء فارغین جامعہ رحمانیہ دہلی)

جب ہم اس دور کا جائزہ لیتے ہیں تو ہماری نظر دہلی ، بنارس ، آرہ ، دربھنگہ، مئو اور پٹنہ وغیرہ کے مدارس پر پڑتی ہے کہ یہاں سے کسب فیض کرنے والے علماء کرام نے اپنی بساط بھر نیپال میں دعوت کا کارنامہ انجام دیا ہے چنانچہ سب سے پہلے شہرہ آفاق ادارہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ باڑہ ہندوراؤ دہلی پر پڑتی ہے، جس کو دہلی کے دو بڑے تاجران برادران شیخ عبدالرحمٰن وشیخ عطاء الرحمٰن نے بمشورہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ۱۹۲۱ء میں قائم کیا تھا۔ نیپال میں اس ادارہ کی جلوہ ریزیاں خوب نمایاں ہیں اس مدرسہ نے ۲۷ سال کی مدت میں وہ کام کر دکھایا کہ وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کے جن فارغین وفیض یافتگان نے اس ہمالیائی ملک میں جو کارنامے انجام دیئے یا اپنے اثرات چھوڑے ان میں حضرات ذیل قابل صد مبارکباد ہیں:

(۱) مولانا محمد زماں صاحب رحمانی، انتری بازار
(۲) خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری
(۳) مولانا عبدالرحیم رحمانی گلرہا نزد ، یوسف پور
(۴) مولانا عبدالغفار صاحب رحمانی، مڑلا
(۵) مولانا عبدالجلیل صاحب رحمانی، ششہنیاں
(۶) مولانا عبدالقیوم صاحب رحمانی، دودھونیاں
(۷) مولانا عبدالصبور صاحب رحمانی، اکرہرا

ان حضرات نے اپنے دور میں درس وتدریس وعظ وارشاد کے ذریعہ نیپال میں دعوت اہل حدیث کے کاز کو تقویت بخشی بلکہ خطیب الاسلام تو پورے طور سے تحریک کے قافلہ سالار تھے۔

# دور ثالث

## (قیام مدارس)

اس تیسرے دور میں بہت سے حساس و باشعور افراد اور کچھ علماء دین ہندوستان کے مدارس سے کسب فیض و سند فراغت لے کر نیپال میں آچکے تھے جن کے وجود مسعود اور دینی و دعوتی فکر مندی سے چھوٹے چھوٹے مدارس و مکاتب کا قیام عمل میں آیا۔ یہ مدرسے مساجد یا مساجد سے الگ چھوٹے چھوٹے خس پوش یا کھپریل کے گھروں میں چلتے تھے۔ ان مدارس کا نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور عقائد اسلام کی تعلیم میں نمایاں رول رہا۔ اگر ان مکاتب کا قیام عمل میں نہ آیا ہوتا تو گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہتا بلکہ وہ اور دبیز ہو جاتا۔ انھیں مکاتب کے طفیل عربی، اردو حروف شناسی اور قرآن خوانی، چمن اسلام، اسلامی تعلیم کی پڑھائی شروع ہوئی۔ بچوں کو طہارت، وضوء تیمم کا طریقہ اور نمازوں کی عملی مشق کرائی جاتی رہی۔ مساجد سے رشتہ جڑا، انھیں بچوں کے ذریعہ والدین و دیگر افراد خانہ تک اسلامی عقائد و آداب کا پیغام پہونچتا رہا۔ انھیں کا فیض تھا کہ مواضعات کی مساجد میں نماز باجماعت اور جمعہ کا قیام عمل میں آیا، جہاں مساجد کا وجود نہیں تھا وہاں مسجدیں قائم کی گئیں۔ ان مساجد و مدارس میں کچھ تو نیپالی علماء ذمہ داریوں پر مامور تھے جو ہندوستانی مدارس سے پڑھ کر آئے تھے لیکن بیشتر مدرسین وائمہ ہندوستانی سرحدی علاقوں سے آکر یہ فریضہ انجام دے رہے تھے، اس ضمن میں چند مدارس کا نام دینا مناسب ہوگا۔

۱۔ **مدرسہ ضیاء العلوم** کدربٹوا، کپل وستو: یہ نام تو بہت بعد میں پڑا، پہلے بغیر نام کے ہی چلتا رہا۔ بہر حال اس کا قیام بیسوں صدی کے اوائل میں ہوا۔ الحاج نعمت اللہ خاں رحمہ اللہ نے اسے اپنے فرزند گرامی خطیب الاسلام جھنڈانگری و دیگر برادران کے بچوں کی تعلیم کے

لئے قائم فرمایا تھا اس کے پہلے مدرس میاں مالک علی صاحب (ساکن موضع لٹیا) تھے۔

۲۔**مکتب سراج العلوم** جھنڈا نگر: سنہ قیام ۱۹۱۴ء (اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئیگا)

۳۔**مدرسہ تعلیم الاسلام** سکھرامپور، کپل وستو: سنہ قیام ۱۹۴۸ء۔

۴۔**جامعہ فرقانیہ** بھینسکنڈہ، کپل وستو: سنہ قیام ۱۹۶۰ء مولانا عبدالغفار صاحب رحمانی کے ذریعہ قائم ہوا۔

۵۔**جامعہ مطلع العلوم** ڈومرا کپل وستو: سنہ قیام ۱۹۶۰ء مولانا عبدالغفار صاحب رحمانی والحاج مولہو کے ذریعہ قائم ہوا۔

۶۔**مدرسہ فیض الاسلام** پڑریا، روپندیہی: اس کا سنہ قیام معلوم نہ ہوسکا البتہ یہ قدیم مکاتب میں سے ہے۔

۷۔**مدرسۃ الاصلاح** مہسڑ روپندیہی: اس کا بھی سنہ قیام معلوم نہ ہوسکا لیکن یہ بھی نہایت قدیم مکاتب میں سے ہے۔

۸۔**مدرسہ کلیہ عربیہ سلفیہ** بیریا ضلع روتہٹ: سنہ قیام ۱۳۷۰ھ مولانا عبدالغفور اصلاحی اور رفقاء کے ذریعہ قائم ہوا۔

۹۔**مدرسہ دارالتعلیم** مکناہا دھنوشہ:

۱۰۔**مدرسہ نجم الھدیٰ** بیلہا ضلع سرہا: سنہ قیام ۱۹۱۶ء الحاج محمد شاکر حسین و رفقاء کے ذریعہ قائم ہوا۔

۱۱۔**مدرسہ عربیہ مخزن العلوم** رمول، سرہا: سنہ قیام ۱۳۶۴ھ مولانا اسید رحمانی رحمہ اللہ کے ذریعہ قائم ہوا۔

۱۲۔**مدرسہ فیض العلوم** مارڑ، سرہا: سنہ قیام ۱۹۵۶ء مولانا محمد شریف سلفی کے ذریعہ قائم ہوا۔

# چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

شرق نیپال یا وسط نیپال بالخصوص مہوتری، دھنوشا، سرہا اور سپتری میں جن علماء کرام نے کتاب وسنت کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، خاص طور سے دعوت اہل حدیث اور فکر منہج سلف کو پھیلانے میں جن اساطین علم وفن نے قیمتی قربانیاں پیش کیں، ان میں کئی علماء اور مشائخ کا نام آتا ہے، جن میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مصنف سواء الطریق، حافظ عبد الستار دیودھا، مولوی ابراہیم ٹھیلہ۔ مولانا عین الحق سلفی، مولانا شمس الحق سلفی بلکٹوا، شیخ منظور احمد سلفی مدنی ٹھیلہ، اس وقت کے سرخیل متقدمین دعاۃ میں سے تھے ۔

مذکورہ اضلاع اور ان کے گردونواح میں جہالت کثرت سے پھیلی ہوئی تھی، عقائد و عبادات میں کسی بھی مسالک ومکاتب فکر کے مابین کسی بھی طرح کا امتیاز کرنا محال تھا، ہر گھر سے شرک کی بو آتی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ بعض مسلم گھروں میں بھی بت کی شکل کی کوئی چیز رکھی ہوتی تھی، جسے صبح وشام چراغاں کیا جاتا تھا، اور جس سے منتیں مانگی جاتی تھیں، بلکہ بعض میاں جی قسم کے مولوی (جنہیں اس وقت کی زبان میں پیر کہا جاتا تھا) سے چھڑی پڑھا کر اس سے سالوں سال اپنا ذبیحہ یا اپنا جانور ذبح کرتے تھے، اس مسلم معاشرے میں ان پیروں کو وہی مقام حاصل تھا جو مقام ومرتبہ آج نظام الدین اولیا کی درگاہ، حاجی علی اور اجمیر کی درگاہ کے مزاریوں کی ہے، غرضیکہ معاشرے کی ابتر حالت تھی، اور یہ زیادہ دور کی بات نہیں بلکہ 1960ء کا زمانہ تھا، لوگ مسلمان صرف برائے نام تھے، تاہم علماء ودعاۃ کے مساعی جمیلہ سے یہ زور باطل، شرک وکفر، پیری مریدی اور عقائد وعبادات کے باب میں پائے

جانے والی غلطیوں کا سد باب ہونا شروع ہوا، دعوت اہل حدیث جستہ جستہ پروان چڑھنا شروع ہوئی، ان اضلاع اور علاقوں میں دعوت اہل حدیث کو سب سے بڑی تقویت بہار کے علماء و دعاۃ سے ملی، اور اس ضمن میں مولانا رضا اللہ رحمہ اللہ جو مولانا شمس الحق اور عین الحق صاحبان کے والد تھے، کا ذکر جمیل مناسب معلوم ہوتا ہے، مولانا بلکٹوا بہار کے ہونے کے باوجود آپ کی تمام تر دعوتی سرگرمیاں نیپال میں چل رہی تھیں، گاہ بہ گاہ دعوتی اسفار کرتے رہتے تھے، لوگوں میں موجود عقائدی غلطیوں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے، جے نگر سے متصل نیپال کے سرحدی علاقے پر ان کی دعوت کا خوب اثر رہا، اس راستے میں مزید آبلہ پائی سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا ابو محمد عبدالوہاب آروی کا بھی دعوتی سفر نیپال کے ان علاقے میں ہوا تھا، مولانا آرا سے آکر مولانا رضاء اللہ صاحب کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے، جے نگر سے متصل بہار ہی میں ایک گاؤں ہے جس کا نام ہے ''انہار بن'' جہاں ایک قدیم ادارہ بھی تھا، اور نیپال کے ترائی علاقے بالخصوص سپتری ضلع کی ایک معروف بستی ''بنولہ'' سے گہرے مراسم تھے، وجہ یہ تھی کہ ''انہار بن'' اور ''بنولہ'' دونوں بستیوں میں انصاری برادران بکثرت موجود ہیں اور ان دونوں میں رشتہ داریاں بھی پائی جاتی ہیں، اس حوالے سے لوگوں کا آنا جانا ہوتا رہتا تھا، حتی کہ ''انہار بن'' اور اسکے اطراف سے علماء نیپال کا دورہ کرتے تھے، سواء الطریق کے مصنف مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی بھی ''انہار بن'' کے راستے بذریعہ بیل گاڑی بنولہ، کسہا اور اطراف کا دورہ کیے تھے۔

جے نگر سے متصل نیپال کے علاقے میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے دعوتی اسفار کا ذکر ملتا ہے، اور اس دعوتی اسفار کے ضمن میں سپتری میں واقع دو بستیاں بنولہ اور کسہا کا نام بھی ساتھ ہی شامل ہے، مولانا کی تحریک دعوت اہل حدیث کا چرچا بعض اکابرین میں آج بھی موجود ہے، اور ان کی تحریک دعوت کا اثر بھی خوب رہا ہے، اہل حدیث طبقہ میں

کافی اصلاح ہوئی، لوگ قرآن وسنت کی طرف مائل ہوئے، دینی رجحان بیدار ہوا۔

نیپال میں دعوت اہل حدیث، تاریخ اہل حدیث اور تحریک اہل حدیث کے نام سے کوئی کتاب تصنیف کی جائے اور مولانا شمس الحق اور عین الحق سلفی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ کا تذکرہ نہ کیا جائے تو کتاب میں بڑا نقص واقع ہوگا اور کتاب ادھوری رہ جائے گی، مشرق نیپال بالخصوص مذکورہ علاقوں میں صاحبان کا دعوتی دورہ بکثرت ہوا کرتا تھا، گاؤں گاؤں اور بستی بستی کا دورہ کرتے تھے، وعظ فرماتے تھے، لوگوں کے مابین پائے جانے والے نزاعات و اختلافات کا حل فرماتے تھے، مدرسہ قائم کرتے تھے، مسجد بنواتے تھے، امام اور مدرس کا انتظام کرتے تھے، لوگوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کراتے تھے، لوگوں میں اہل حدیث کی دعوت ومنہج کے متعلق فکری بیداری مہیا کرتے تھے، مشرکانہ عقائد ورسومات سے آگاہ فرماتے تھے، اور مذکورہ چاروں اضلاع میں شاید ہی کوئی ایسی بستی ہوگی جہاں مولانا شمس الحق کا دعوتی دورہ نہ ہوا ہوگا، حتی کہ 1966ء میں جامعہ سلفیہ جنکپور دھام کا قیام مولانا ہی کی کوشش کی مرہون منت ہے، مولانا ہندوستان کی طرح نیپال میں بھی ایک مرکزی دار العلوم کا قیام چاہتے تھے، تاکہ اس ادراہ کے ذریعہ نیپال میں جماعت اہل حدیث کا دائرہ وسیع ہو، دعوت اہل حدیث فروغ پائے، یہاں کے فارغین ملک کے طول وعرض میں پھیلے اور سلفی دعوت ومنہج کی خوب نشر واشاعت ہو، اور الحمد للہ ہوا بھی ایسا ہی، قلیل عرصے میں جامعہ سلفیہ جنکپور دھام کی شہرت فرش سے عرش تک پہنچ گئی، چیدہ علماء ومشائخ اس کے مسند تدریس پر فائز تھے، جن میں مولانا عبد الرزاق مدنی، مولانا عبد السمیع مدنی، مولانا عمیر مدنی، مولانا حبیب الرحمان ٹھیلہ، مولانا محمد عیسی کھر وکیا ہی، ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی وغیرہم کا ذکر آج بھی جامعہ کے قدیم دستاویزات میں موجود ہے، اور یہاں سے علماء ودعاۃ کی کئی ایک کھیپ بھی تیار ہوئی، جو ملک وبیرون ملک میں دعوت اہل حدیث کے فروغ کا ایک حصہ ہے، جامعہ سلفیہ کے فارغین

میں مولانا ضیاء الرحمان سلفی مارر، مولانا شمیم سلفی بھکراہا، مولانا آدم سلفی ایٹاری پرساہی، مولانا صفی الرحمان سلفی چھگریا، مولانا عبدالحفیظ چھگریا، مولانا عبدالمجید جوگیا، مولانا حمید الرحمان سمراری، مولانا محمد صغیر سارسر سپتری وغیرہم شامل ہیں، لیکن بدقسمتی سے چند ہی سالوں بعد آپسی انتشار اور شخصی مفاد کی بنیاد پر جماعت اہل حدیث کا یہ علمی قلعہ تعطل کا شکار ہوگیا۔

مولانا شمس الحق صاحب گھوڑا سے دعوتی سفر کیا کرتے تھے، شمس الہدی اور نجم الہدی کے نام سے جتنے بھی مدارس ان خطوں میں قائم ہیں سب انہیں کے فیض کا اثر ہے، جے نگر سے متصل ایک معروف بستی ہے بھکراہا، جہاں متعدد بار مولانا نے دورہ کیا اور لوگوں میں پائی جانے والی شرک وبدعت کا خاتمہ کیا، ساتھ ہی یہاں شمس الھدی نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو آج بھی قائم ودائم ہے اور نونہالان قوم وملت فیض حاصل کررہے ہیں۔

مولانا شمس الحق رحمہ اللہ (بلکٹوابہار، جو 40 سال تک مرشد آباد، فیض عام مئو، اور جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس میں صحیحین کا درس دیتے رہے) نے ہندوستان اور نیپال میں یکساں طور پر دعوت اہل حدیث کی سرگرمیوں میں مصروف رہے، بلکہ مشرق نیپال میں مدارس وجامعات اور فارغین علماء ودعاۃ کی شکل میں جو کچھ دیکھنے کو ملتے ہیں، انہی کی مرہون منت ہیں، بہت ہی جری، بہادر اور غیرت مند عالم دین تھے، ہروقت انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ اہل حدیث کا بول بالا کیسے ہو، کس طرح علماء ودعاۃ تیار کیے جائیں اور کیسے مدارس و جامعات کا قیام عمل میں لایا جائے، وغیرہ وغیرہ۔ حالات کا جائزہ بڑی دقت ہے لیتے تھے، طلبہ کو تیار کرتے اور انہیں مختلف جامعات میں داخلہ کرواتے مولانا ثناء اللہ رسول، مولانا عبدالسمیع مدنی جڑھیا، عبداللہ جولم جڑھیا وغیرہم انہیں کے پروردہ ہیں، ان کے دعوتی اسفار کے کئی اہم واقعات ہیں، ضلع دھنوشا کے ایک بستی کی بات ہے کہ جہاں ایک بڑا زمین دار شخص دو بہنوں کو ایک ہی نکاح میں رکھا تھا، مولانا رحمہ اللہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ وہاں تشریف

لے گیے اور کئی ایک دن وہاں قیام فرما کر ایک بہن کو اس کی زوجیت سے الگ کیا، اور اسے دینی تعلیمات سے آگاہ کیا، اسی طرح ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص ایک زمیندار کے گھر نوکری کرتا تھا، اس کے کلچر سے متاثر ہوکر "ٹیکی" رکھ لیا تھا، جب مولانا کو اس بات کا علم ہوا تو وہاں تشریف لے گیے ااور اس کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں سمجھایا اور کئی دنوں کی محنت کے بعد پھر وہ "ٹیکی" والا شخص مولانا کی دعوت سے متاثر ہوکر اپنے سر کا "ٹیکی" کٹوایا، اور مولانا نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کے سر کا "ٹیکی" کاٹا، ان کی زندگی میں اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔

مغرب میں ایک جانب مولانا عبدالرؤوف رحمانی رحمہ اللہ کے دعوت اہل حدیث کا زور تھا، جس کے اثر سے مدارس و جامعات کھل رہے تھے، علماء ودعاۃ پیدا ہو رہے تھے، تو دوسری جانب شرق نیپال میں مولانا شمس الحق رحمہ اللہ کی دعوتی کاوشوں کا بڑا کردار رہا، یہ علاقہ اور خطہ انہی کی دعوتی اثر سے ہمیشہ زرخیز اور سرسبز وشاداب رہا، مولانا شمس الحق اور مولانا عبدالرؤوف رحمہما اللہ میں بڑی گہری دوستی تھی، خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤوف رحمانی صاحب رحمہ اللہ مولانا شمس الحق صاحب سے ملاقات کرنے ان کے جائے علمی تک پہنچتے تھے، فیض عام ہو یا بنارس ہر جگہ پہنچتے اور کئی کئی دنوں تک قیام کرتے اور نیپال میں دعوت اہل حدیث اور طریقۂ دعوت کے اوپر خوب تبادلۂ خیال کرتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مولانا رحمانی صاحب نے مولانا شمس الحق صاحب سے کہا کہ "غرب نیپال بالخصوص جھنڈانگر کے مضافات واطراف میں جتنے مدارس ہیں آپ انہیں اپنے اشراف لے لیں اور چلائیں اور مجھے خالص وعظ وتقریر کے لیے رہنے دیں" تو مولانا شمس الحق صاحب نے اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے کہا "آپ ہی اس کے اہل ہیں"۔ ان دونوں کی دوستی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عمیر مدنی حفظہ اللہ جو مولانا شمس الحق صاحب کے صاحبزادے ہیں، گویا ہیں، "احمدیہ

سلفیہ دربھنگہ کا آخری جلسہ جس میں ایک رات رحمانی صاحب کی صدارت تھی تو دوسری رات والد محترم رحمہ اللہ کی، اس جلسہ میں شریک ہونے کے لیے علامہ رحمانی صاحب دو روز قبل ہی بنارس سلفیہ پہنچ گیے پھر وہاں سے دونوں شیخین دربھنگہ پہنچے، دوران سفر والد محترم اور خطیب الاسلام کے درمیان شعر وشاعری اور مزاحیہ گفتگو بھی چلتی رہی آپ دونوں نے پوری زندگی دوستی کا مکمل حق ادا کیا''۔

انہیں ادوار میں جن اہم شخصیات کے نام ملتے ہیں، ان میں ایک معروف نام مولانا عبدالقیوم سلفی صاحب ٹھیلہ کے دادا مولوی ابراہیم صاحب بھی، سلفی دعوت کو لے کر کافی فکر مند رہتے تھے، علاقے بھر میں ان کی دعوت کا اثر تھا، دین کی خدمت کا جذبہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھا، بڑی محبت اور دلچسپی سے دین کا کام کرتے تھے، علاقے بھر سے چاول، دال اور دیگر اشیائے خورد ونوش جمع کرتے اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کو بھیجا کرتے تھے، غریب و نادار طلبہ کو گاؤں گاؤں اور بستی بستی سے چن کر تعلیم گاہ پہنچایا کرتے تھے، اس طرح سلفیت اور اہل حدیثیت مضبوط ہوتی گئی اور باطل کمزور ہوتا گیا۔

حافظ عبدالستار دیودھا بھی دعوتی میدان میں خوب سرگرم رہتے تھے، ان کا بہار سے زیادہ دورہ مشرق نیپال میں ہوتا تھا، دعوت اہل حدیث کے تئیں کافی فکر مند رہا کرتے تھے، اسی راہ کے ایک اہم مسافر شیخ منظور احمد مدنی ٹھیلہ بھی ہیں، آپ کی شخصیت پر رعب تھی، آپ میدان دعوت کے ایک شہسوار انسان تھے، علاقے بھر میں آپ کا بڑا اثر تھا، اپنے اسلاف کی سنت کو آپ نے زندہ رکھا، دعوت اہل حدیث کے فروغ میں آپ کا بھی نمایاں کردار رہا ہے، جامعہ سلفیہ کی نشاۃ ثانیہ میں آپ نے اہم رول ادا کیا ہے، آپ ایک بے باک اور سخی انسان تھے، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ٹھیلہ سے ایک براتی ''بیلا'' گئی تھی، جو کہ خالص بریلوی کی بستی ہے، جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی نماز کو لے کر طرفین میں شدید اختلاف ہوگیا کہ پہلے جمعہ کون

پڑھے گا، چنانچہ گاؤں والے غالب آگیے اور ان لوگوں نے جمعہ شروع کردی، مولانا نے سخت قدم اٹھاتے ہوئے اپنے لوگوں کو لے کر گاؤں سے باہر ایک تالاب پر آگیے اور وہیں اپنی امامت میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی، جس کا علاقے بھر میں خوب چرچا ہوا، اس واقعہ سے جماعت اہل حدیث میں بیداری آگئی، تحریک اہل حدیث خوب سرگرم ہوئی، لوگوں کے خیالات بدلنے لگے، اہل حدیثیت تیزی سے پھیلنے لگی، اور جگہ جگہ دینی ادارے بھی کھلنے لگے ، مولانا محمد الیاس صاحب ''کھرما'' (بہار) سے آکر مارر ضلع سرہا میں مدرسہ قائم کیا جہاں مسند درس پر مولانا حبیب الرحمان ٹھیلہ، مولانا عطاء الرحمان مدنی ٹھیلہ، مولانا سلیم ساجد، مولانا تسلیم مدنی جیسی اہم شخصیات فائز تھیں، وہاں کے فارغین آج عرب وعجم میں پھیلے ہوئے ہیں، اسی طرح مولانا اسید رحمانی ''کھرما'' (بہار) نے رمول میں ''مدرسہ مخزن العلوم السّلفیہ'' قائم کیا، جو آج بھی رواں دواں ہے، جس سے ہزاروں طلبہ کسب فیض کر کے ملک کے طول عرض میں پھیلے ہوئے ہیں، اور کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں رات ودن لگے ہوئے ہیں، اس موقع پر حافظ جمشید اصلاحی صاحب کا نام بھی یاد آتا ہے، جنہوں نے ''ہرلاکھی'' (بہار) سے تشریف لاکر بیلہا میں ''مدرسہ نجم الہدی السّلفیہ'' قائم کیا، جو آج بھی اپنے وسیع احاطہ میں بڑی آن بان سے چل رہا ہے، یہاں سے بے شمار طلبہ اپنی علمی تشنگی بجھا کر بعض میدان عمل میں سرگرم ہیں اور بعض سعودی جامعات میں اعلی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

حال کے دنوں میں مولانا عبدالمجید بھکرواہی کی خدمات جلیلہ کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ سلفی دعوت کے علمبردار اور دعوت اہل حدیث کے معمار ثابت ہوئے ہیں، اس میدان میں انہوں نے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، انہوں نے مشرق نیپال کے مختلف اضلاع کے ساتھ ساتھ بے شمار قریے اور بستیوں کا دعوتی دورہ بھی کیا ہے، شرک وبت پرستی اور

پیری مریدی اور تقلید جامد کا قلع قمع کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے، موصوف نے بدعقیدوں اور مقلدین سے مناظرے کیے اور کئی بریلوی و بدعتی بستیوں کو اہل حدیثیت میں تبدیل کیا ہے سلفی دعوت کی فکر میں ہمیشہ منہمک رہتے ہیں، ان کے مناظرے کا ایک واقعہ یہاں ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اپریل 1997ء میں ضلع دھنوشا کے ''ناتھ پٹی'' میں اہل حدیث اور بریلوی کا ایک تاریخ ساز مناظرہ ہوا تھا، اس مناظرہ میں نیپال کے چار اضلاع اور ہندوستان کے سرحد سے متصل بڑی تعداد میں احباب شریک ہوئے تھے۔

مناظرہ کا موضوع تھا ''حیاۃ بعد الممات'' جس کے لیے دونوں طرف ایک بڑی فلڈ میں منچ بنا ہوا تھا، اور مائک پر گفتگو ہو رہی تھی، چنانچہ عصر کا وقت فوت ہونے لگا تو علماء اہل حدیث کھیت میں نماز ادا کرنے لگے اور شیخ عبدالمجید صاحب اکیلے اس کے دو بہ دو موجود رہے، تاہم جب امام آخری رکعت میں گیا تو آپ بھی نماز میں شریک ہو گیے اور اسی لمحے کا فائدہ اٹھا کر بریلوی ٹولہ اسٹیج سے نیچے اتر گیا، اور بغیر کسی سمجھوتہ کے گاڑی کی طرف روانہ ہو گیا ،، چنانچہ شیخ عبدالمجید صاحب نماز جیسے تیسے مکمل کر کے منچ پر آئے تو پوری جماعت سناٹے میں تھی اور ایک دوسرے کا منہ تک رہی تھی، پھر آپ نے مائک سنبھالا اور مفرور بریلوی کو للکارا، ( گھیرو پکڑو ) جب وہ لوگ واپس نہ ہوئے تو موصوف نے پولس کو للکارتے ہوئے کہا، اگر آپ لوگ اسے گرفتار نہیں کریں گے تو ہم لوگ تھانہ لوٹ لیں گے، پولس نے عاجزی سے کہا، سر ہم لوگ تو حفاظت کے لیے ہیں انصاف تو آپ ثالث سے مانگیں، پھر تو آپ ثالث پر برسنے لگے جو اس وقت کا پردھان ''راجا رام ارگرایا'' تھے، شیخ نے اپنے مائک سے کہا اے ہمارے ثالثی کے کردار نبھانے والے راجا جی، بریلوی سے ہمیں شکست نامہ لکھوا دیجیے یا نہیں تو ہمیں فتح کی سرٹیفیکٹ دلوا دیجیے، تو راجا رام جی کے ایک ساتھی نے منچ کے نزدیک آ کر عاجزی سے کہا سر! ان دنوں ملک میں چناؤ ہونے والا ہے، یک طرفہ کاروائی پردھان جی تو

نہیں کر پائیں گے، مگر دونوں طرف کی پبلک نے آپ لوگوں کا کردار دیکھ لیا ہے، اور آپ کا اس طرح جرأت سے للکارنا ہی آپ کی فتح ہے، جس کا اثر علاقے بھر میں بہت مثبت اور خوش آئند ہوا، یہ ایک مناظرہ کی ادنی سی جھلک ہے، اس مناظرے کے بعد علاقے میں جماعت اہل حدیث کے مابین بڑی بیداری دیکھی گئی، لوگوں نے اور بالخصوص علماء نے اپنی دعوتی ذمہ داری کو شدت سے محسوس کیا، جس سے بریلویت کا زور کمزور ہوا، سلفیت کا زور مضبوط ہوا، شیخ عبدالمجید صاحب کی زندگی میں ایسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

مولانا عبدالمجید بھکراہوی کی دعوت کا اتنا اثر تھا کہ کئی بریلوی بستیاں ان کی دعوت سے اہل حدیث ہو گئیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مولانا کی بھانجی کا نکاح کسی بریلوی لڑکا سے طے پایا اور ادھر مولانا کو کچھ بھی پتہ نہیں تھا، جب کپڑا کے لیے سب ایک کپڑا شاپ میں پہنچے۔ تو مولانا کو معلوم ہوا کہ لڑکا بریلوی ہے، مولانا نے دکان ہی میں شادی سے انکاری ہو گئے، کافی ردوکد کے بعد بالآخر لڑکا والے نے وعدہ کیا کہ یہ شادی ہونے دیں ہم سب کے سب اہل حدیث ہو جائیں گے، چنانچہ طرفین سے کاغذی دستاویز تیار کیا گیا دونوں کی دستخط ہوئی اور بتایا جاتا ہے کہ شادی ہوتے ہوتے لڑکا کا پورا خاندان اہل حدیث ہو گیا، اور الحمدللہ آج بھی وہ لوگ اہل حدیث کے راستے پر گامزن ہیں، بلکہ بریلوی عقائد سے پورے طور پر پاک وصاف ہو چکے ہیں، اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ٹیلر ماسٹر محمد اسلم مقام میسو تھا مولانا کے ساڑھو کے داماد ہیں، وہ مسلکا بریلوی تھے، ایک دن اس نے وعظ ونصیحت کے لیے ایک پروگرام کا انعقاد کیا اور مولانا کو دعوت دی اور حاضری کے لیے اصرار کیا، لیکن مولانا نے یہ کہہ کر دعوت ٹھکرا دی کہ تم بریلوی ہو اور تمہارے گھر کھانا کھانا خاص طور سے میلاد کا کھانا غیر درست ہے، پھر ٹیلر ماسٹر نے دریافت کیا کہ اس کا حل کیا ہے، آپ کو ہر حال میں آنا ہے اور شریک مجلس ہونا ہے، مولانا نے یہ شرط رکھی کہ تم اہل حدیث ہو جاؤ گے تو میں ضرور

آؤں گا، چنانچہ ان لوگوں نے اہل حدیث ہونے کا وعدہ کیا اور پورا خاندان اہل حدیث ہو گیا ،اس واقعہ کے بعد بریلوی کا پیر اس گاؤں سے فرار ہو گیا اور دیکھتے دیکھتے پورا گاؤں اہل حدیث ہو گیا، یہ جہود ہیں مولانا عبد المجید بھکراہوی کے،مولانا دین کے تئیں کافی حساس، عقائد وعبادات میں کافی غیور اور حقوق العباد میں نہایت ہی کھرے انسان ہیں،مولانا رات ودن دعوت وتبلیغ میں مصروف رہتے ہیں،اور یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کیسے سلفیت کا دائرہ وسیع اور مضبوط ہو۔اللہ نہیں جزائے خیر دے اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔

اس میدان میں اگر ضلع سپتری کی بات کی جائے تو یہ خطہ بھی دعوت اہل حدیث کی نشونما میں کافی زرخیز ثابت ہوا ہے،اس ضلع میں ایک بستی ہے"سارسر"جہاں سے پورے ضلع میں سلفیت کا چشمہ پھوٹا،اور پورا علاقہ سیراب ہوا،اس بستی میں ایک"مینجن"خاندان ہے، دعوت اہل حدیث اور سلفیت کو فروغ دینے میں اس خاندان کا بڑا کردار رہا ہے، خاص طور سے جناب ولی محمد، جناب جال محمد، جناب گربھو اور جناب پیر محمد رحمہم اللہ کے مساعی جمیلہ کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، ان لوگوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں مسلک اہل حدیث کو پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، بلکہ دور دراز علاقے کا سفر کرکے دین کی تبلیغ کرتے تھے،خاص کر پیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے تو اپنے ہاتھوں سے سیکڑوں مساجد بنائی،نماز جمعہ قائم کیا، پنج وقتہ نماز کے لیے لوگوں کو ابھارتے رہے اور ساتھ ہی جگہ جگہ مدارس کی بنیاد ڈالی،علماء ودعاۃ کو بلا کر نصیحت کرانا، وعظ کی محفل منعقد کرنا یہ سب ان کے صفات میں سے تھے،مولانا نجیب اللہ مولانا کلیم اللہ ڈوریا، گونڈا،بستی، جناب وحدلی انہار بن بہار،مولانا منیر اور مولانا ادریس پرسا بہار، ہمیشہ اس گاؤں کا دورہ کرتے رہے اور دعوت واصلاح کا کام کرتے رہے،ان لوگوں کی اصلاح وکوشش سے علاقے میں تعلیمی انقلاب پیدا ہوا، بہت سارے علماء ودعاۃ تیار ہوئے ،اور اس طرح دعوت کا جال وسیع تر ہوتا گیا اور آج بھی سارسر

سپتری اہل حدیث اور سلفیت کا مرکز ہے، اسی خاندان کا ایک نوجوان ڈاکٹر محمد اورنگ زیب تیمی بھی ہے جو کتاب وسنت کا علمبردار اور سلفیت کا ترجمان ہے، یہاں سے ہوتے ہوئے دعوت اہل حدیث بنولہ پہنچی، پھر کسہا سپتری میں بھی یہ دعوت خوب پھیلی، جہاں ایک سے زائد جلسے کیے گیے، جس میں ہند و نیپال کے چیدہ چیدہ علماء تشریف فرماتھے، اور آج بھی یہ بستی اپنی تعلیمی اور دعوتی کاموں سے معروف ومشہور ہے۔ متعدد علماء ودعاۃ اور سعودی جامعات کے فارغین موجود ہیں، اسی طرح حلقہء خواتین میں بھی دعوت اہل حدیث کی جانب رجحانات و میلانات بڑھے ہیں، اور خواتین بھی اس میدان میں اپنی نمایاں کارکردگی پیش کررہی ہیں، خاص طور پر ان دس سالوں مین خواتین میں جو تعلیمی بیداری آئی ہے، اس سے خواتین میں دینی بیداری تیزی سے پیدا ہوئی ہے، اور اس علاقے میں اس بیداری کی اساس اور ستون کلیہ عائشہ الصدیقہ للبنات سارسر سپتری ہے، جس کے مؤسس وبانی مولانا عباس اثری حفظہ اللہ وتولاہ ہیں، اس وقت اس میں ۴۰۰ طالبات زیر تعلیم ہیں اور ہر سال یہاں سے تقریبا ۲۰ طالبات سند فراغت حاصل کرتی ہیں، سلفی دعوت اور منہج اہل حدیث کو فروغ دینے میں اپنا نمایاں کردار ادا کررہی ہیں ویسے اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کے لیے طویل وقت اور قربانیاں درکار ہیں، آئندہ اس باب میں باقی شدہ پیاس اور تشنگی کو بجھانے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاءاللہ۔

☆☆☆

# دور رابع

## (سعودی جامعات کا فیض)

یہ چوتھا دور نہایت اہم و مہتم بالشان ہے اس کے بڑے عمدہ اثرات نیپال کی سر زمین پر پڑے جس سے اندھیرے کافور ہو گئے اور شیطان منہ چھپانے لگا۔ اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے عربوں کو سیاہ سیال سونا عطا کر دیا یعنی عرب ریگستان سے پٹرول ابلنے کی بدولت دولت کی ریل پیل ہوئی تو وہاں کی حالت سنور گئی۔ تمدن، معاشرت، صحت، تعلیم، سیاست، تجارت اور بیرون دنیا سے گہرے میل و جول میں اک انقلاب آ گیا، خاص طور سے شعبہ تعلیم میں تو بڑا انقلاب آیا، پوری دنیا میں ان مجہول الحال جزیرۃ العرب کی ریاستوں اور وہاں کے بدوؤں کا چرچا و شہرہ ہو گیا۔ ساری دنیا کی نظریں ان کی دولت و وسائل پر مرکوز ہو گئیں۔ عرب نے سونے کی چڑیا کا روپ اپنا لیا، چھوٹی چھوٹی ریاستوں یعنی ابوظبی، دبئی، شارجہ، فجیرہ، راس الخیمہ، عجمان، ام القیوین سے کون واقف تھا؟ کویت، قطر، بحرین، عمان کس شمار و قطار میں تھے؟ لیکن رب العالمین کا ابر کرم و رحمت بے پناہ دیکھئے کہ ان کے پرکشش ناموں، دلکش تنصیبات و کمپنیوں کے سامنے دیگر شہرت یافتہ ممالک کے نام ماند پڑ گئے۔ ان ممالک نے نہ صرف تیل و پٹرول پیدا کرنے، بلند بالا فلک بوس محلات و ہوٹل تعمیر کرنے، وسیع و پختہ سڑکیں بنانے اور تجارتی مول قائم کرنے میں ریکارڈ قائم کیا بلکہ تعلیم و صحت کے شعبہ میں بھی سبقت لے گئے۔ مولانا حالی نے عہد عباسی کی ترقیوں کا، خاص طور سے تعلیم گاہوں کا جو خوبصورت، دلپذیر نقشہ کھینچا ہے وہ سعودی کالجز و یونیورسٹیز پر بھی صادق آتا ہے۔

نظامیہ، نوریہ، مستنصریہ  نفیسیہ، ستیہ اور صاحبیہ

رواحیہّ ، عزیہ اور قاہریہّ    عزیزیہ ، زینیہّ اور ناصریہّ
یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے    حجازی و کردی و قبچاقیوں کے

عرب اسلام و دعوت اسلام کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔ مکہ مکرمہ جوام البلاد ہے جہاں کعبۃ اللہ جلوہ ریز ہے، جہاں اللہ کی تمام نشانیاں موجود ہیں جیسا کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ، فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً (آل عمران:٩٦)

اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ شریف میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے۔ اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی جائے ولادت باسعادت ہونے کا اسے شرف حاصل ہے، قرآن کریم کے آغاز نزول کا سہرا اسی بستی کے سر بندھا، آپ کو نبوت ورسالت کے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر وہیں سرفراز کیا گیا، غرضیکہ مکہ مکرمہ مرکز اسلام، مولد النبی، مھبط وحی، منبع رشد و ہدایت، مطلع انوار ایمان ویقین، مصدر نور وضیاء اور مخزن صدق وصفا، مرجع خیر وبرکات ہے۔

اسی طرح مدینہ منورہ مدینۃ النبی کے مبارک لقب سے سرفراز، دار الہجرۃ وقیام گاہ نبی وآل نبی ومہاجرین وانصار کے فخر سے مفتخر، منبع اسلام ومصدر اسلام کے اعزاز پر بہار سے زرنگار اور نزول جبرئیل، مسجد النبی، منبر رسول وروضۃ من ریاض الجنۃ، آرامگاہ نبی واصحاب و ازواج مطہرات ومقابر شہداء سے مالا مال ہے۔ جہاں نہ طاعون داخل ہوگا نہ دجال کذاب داخل ہوسکتا ہے، اس طرح نہ جانے کتنے خیرات وبرکات، انوار وتجلیات وفضائل وکمالات و فیضان سے یہ بستی مستنیر ہے۔

واہ، واہ، ثم واہ، واہ مملکت توحید سعودی عرب کو کیا کچھ دینی، دنیوی واخروی مادی و

روحانی فضائل حاصل ہیں۔ کن کن بے نظیر القاب سے ملقب ہے، کیسی کیسی خوبیوں سے اس کا خزانہ معمور ہے۔ روئے زمین کا کون حصہ وبقعہ وبلدہ ان فضائل میں اس کا سہیم وشریک ہے؟ کوئی نہیں ہرگز نہیں!

خیر یہ تو جذبات میں چند جملے آ گئے مگر سعودی عرب کو بجا طور پر مملکت توحید کہا جاتا ہے سعودی عرب ہی وہ ملک ہے جس کے حکمرانوں نے حفاظت توحید میں سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے، صحراء نجد جہاں قیس نے صحراء نوردی کی تھی اور وصال لیلیٰ کی خاطر اپنا سب کچھ گنوا کر عشق کی تاریخ میں نہ صرف زندہ جاوید ہو گیا بلکہ قربانی وفائیت کے لئے ضرب المثل بن گیا۔

اسی صحرائے نجد نے پھر ایک نئی تاریخ رقم کی یہ تاریخ دینی عشق اور فدائیت توحید کی تھی یہ تاریخ اتباع سنت ورد شرک وبدعات کی تھی۔ دو دیوانے اٹھتے ہیں اور حفاظت توحید خالص واحیاء سنت کے لئے دور آخر میں بے مثال کارنامے انجام دے کر ہمیشہ کے لئے تاریخ میں زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ دونوں جیالے شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اور امیر محمد بن سعود رحمہما اللہ ہیں۔

آج بحمد اللہ انھیں کی اولادیں ان کی سچی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے توحید خالص وسنت مطہرہ کا علم بلند کئے ہوئے ہیں اور اس علم کی شان پر کوئی آنچ نہیں آنے دے رہے ہیں۔

اس وقت جب کہ یہ سطور صفحہ قرطاس پر بکھیر رہا ہوں عالم اسلام کا دینی وسیاسی منظر نامہ بڑا دلخراش ہے ایک طرف یہود ونصاریٰ اور روافض کی سازشوں وریشہ دوانیوں سے مسلم ممالک میں خلفشار، انتشار ہی نہیں بلکہ عداوت، مخاصمت اور جنگ وجدال، قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے۔ یہود ونصاریٰ کی ناپاک سازشوں سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو اسلام دشمنی پر مبنی

ہے۔مگر دوسری طرف شیعہ ایران کی سربراہی میں رفض وتشیع کا بڑا گھناونا خطرناک کھیل جاری ہے، وہ تشیع کے رنگ میں عالم اسلام کو رنگنے اور اہل سنت کے خاتمہ کے منصوبہ کے تحت عالم اسلام کو تہ و بالا کر کے حرمین شریفین پر قبضہ جمانے کی پوری طاقت وقوت جھونکے ہوئے ہے۔ایران کا ایک بڑا آلہ کار مصر وخلیجی ریاستوں نیز ہند و پاک ترکی و بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ میں بکھرے ہوئے اخوانی ومودودی اور روافض ہیں یہ لوگ اسلامی حکومت کے قیام اور اتحاد اسلامی کے پرفریب نعروں کی گونج میں شیطانی چالیں چل رہے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک چال ہے، فی الحال اتنا ہی عرض ہے کہ ترکی کے موجودہ صدر رجب طیب اردگان کو یہ لوگ عالم اسلام کا ہیرو بلکہ امیر المومنین کی شکل میں پیش کررہے ہیں جبکہ اس نام نہاد امیر المومنین کے قریبی تعلقات عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل کے ساتھ ہیں۔سوشل میڈیا پر ارطغرل غازی کے نام سے ایک ڈرامہ سیریل چلایا جارہا ہے جس میں ترکی کی تاریخ جہاد اور جذبہ اسلامی کو اجاگر کیا جارہا ہے۔اس سیریل کو لیکر بڑی اچھل کود بھی ہے۔اس ڈرامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ترکی میں جوش جہاد اور احیاء اسلام کا جذبہ ہے۔رجب طیب اردگان خلیفۃ المسلمین ہیں۔اس سیریل کے ذریعہ نوجوانوں میں یہ منفی سوچ پیدا کرنے کی جدوجہد ہورہی ہے کہ عرب حکمراں غفلت کا شکار عیاشیوں میں سرمست اور اپنے عالیشان محلوں میں داد عیش دے رہے ہیں، آل سعود بطور خاص ان کا ہدف ہیں، جب کہ اس ڈرامہ میں صوفیت وقبر پرستی کی بین السطور دعوت دی گئی ہے۔

ایک عیب یہ بھی اچھالا جارہا ہے کہ جب بلقانی ریاستوں نے خلافت عثمانیہ سے بغاوت کردیا اور آمادہ پیکار ہوگئیں تو اس جنگ میں عربوں نے خلافت عثمانیہ کا ساتھ نہ دے کر یورپی ریاستوں کی ہمنوائی کی بالآخر خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

اس موضوع کو لے کر ایک عرصہ سے میرے ذہن کے پردے پر بھی کہیں ایک ہلکا دھبہ تھا بھلا کون باشعور سچا مسلمان ہوگا جو مسلمانوں کی مضبوطی وسربلندی کا اپنے اندر جذبہ

نہیں رکھتا ہوگا خلافت مسلمانوں کی اجتماعیت ومجتمع قوت وشوکت کی ایک علامت تھی، ہمارے برصغیر میں بھی بقاء خلافت کی تائید میں خلافت کمیٹی بنی تھی، مولانا محمد علی ومولانا شوکت علی کی قیادت میں تحریک چلی جس کی حمایت گاندھی جی نے بھی کی تھی اس زمانے کی مشہور نظم تھی جس میں مولانا محمد علی کی اماں کے جذبات کی ترجمانی ہے ؎

بولیں اماں محمد علی کی — جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہیں شوکت علی بھی — جان بیٹا خلافت پہ دے دو
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا — کلمہ پڑھ کے خلافت پہ مرنا
پورے اس امتحاں میں اترنا — جان بیٹا خلافت پہ دے دو

چونکہ ہندوستان میں ہمارے اہل تقلید، اہل بدعت اور اہل تصوف بھائیوں کی اکثریت ہے، عموما اکثریت کے شور وشرابے میں اقلیت گم ہوجاتی ہے، معاف کریں گے میرے ذہن میں جو دھبہ پڑا تھا وہ ایک دیوبندی مولانا صاحب کے خطاب کو سن کر ہی پڑا تھا جنھوں نے ترکوں کے ساتھ عربوں کا رونا رویا تھا۔ لیکن اس موضوع سے متعلق جب تھوڑی بہت معلومات ہوئی اور آل سعود بلکہ موحدین پر ترکی حکومت کے مظالم اور غداری کا حال معلوم ہوا تو نہ صرف وہ دھبہ دھل گیا بلکہ آل سعود کا موقف حق بجانب ہی نہیں بلکہ حق کا علمبردار نظر آیا وہ یہ کہ آل سعود توحید کے علمبردار اور خالص موحد ومتبع سنت تھے اور ہیں، یہ شرک وبدعت، قبر پرستی تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے اس راستہ میں وہ اپنا سب کچھ لٹا دینے کو تیار تھے جبکہ ترکی حکومت شرک وبدعت وقبر پرستی کی حامی تھی، یہی بنیادی سبب تھا کہ ترکی حکومت کو آل سعود کا پنپنا برداشت نہیں تھا وہ ان کو صفحہ ہستی سے ملیا میٹ کر دینا چاہتی تھی۔ بہر حال یہ ایک خونچکا تاریخ ہے ابراہیم پاشا نے حاکم درعیہ عبداللہ بن سعود کو گرفتار کرا کے مصر لے گیا پھر محمد علی پاشا کے حکم سے استنابول لے جایا گیا اور وعدہ کے برخلاف غداری کرکے ۸/صفر ۱۲۳۴ھ کو ان کو اور ساتھیوں کو ایا صوفیا کی صحن میں پھانسی دالوایا۔ ایسی صورت میں کوئی بھی انصاف

پسند مسلمان اور منصف مورخ عربوں کو کٹگھرے میں کھڑا کریگا یا ترکی حکومت پر لعنت بھیجے گا۔ ایسی خلافت لے کر کیا کریں گے جو توحید و سنت کا گلہ بھینچے اور شرک و بدعت و قبر پرستی کی آبیاری کرے۔

بات ذرا طویل ہوگئی ع

مقطع میں آپڑی تھی سخن گسترانہ بات

میں عرض کررہا تھا کہ آل سعود نے تعلیم کے شعبہ میں بھرپور دلچسپی لی، جہاں انھوں نے عصری علوم کے لئے کالجز و یونیورسٹیز قائم کیا وہیں دینی علوم کی نشر واشاعت اور دعاۃ کی تیاری کے لئے الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ، جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمۃ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض، جامعۃ الملک سعود ریاض بھی قائم کرکے ایک بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔ بعد کے ایام میں تو اور بہت سی اسلامی یونیورسٹیز قائم کی جاچکی ہیں۔ ان جامعات میں سعودی طلبہ تو تعلیم حاصل کرہی رہے تھے اور کررہے ہیں ان کے دوش بدوش بیرونی طلبہ کے لئے ان کے دروازے مکمل طور سے کھول دیئے گئے جن میں نیپال کے طلبہ بھی اچھی خاصی تعداد میں داخل ہوئے جہاں انھوں نے بی۔اے، ایم اے اور پی۔ایچ۔ڈی تک کی تعلیم حاصل کی، پھر فراغت کے بعد اپنے ملک واپس آکر تعلیم و دعوت کے کارواں میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ قائدانہ رول ادا کیا۔ ان علماء میں سے چند کے اسماء جو اس وقت مجھے یاد آرہے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا عبدالخالق صاحب سلفی، (جدوکوہا) دھنوشا

۲۔ مولانا عبدالسمیع صاحب مدنی، دھنوشا

۳۔ ڈاکٹر عبداللہ جولم صاحب مدنی، دھنوشا

۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدنی، (ٹھیلہ) دھنوشا

۵۔ مولانا محمد قاسم صاحب مدنی، دھنوشا

۶۔ مولانا عبدالرزاق صاحب مدنی، دھنوشا

۷۔ مولانا منظور صاحب مدنی، بٹھیلہ، دھنوشا

۸۔ مولانا محمد مستقیم صاحب مدنی، دھنوشا

۹۔ مولانا محمد مسلم صاحب جامعی، (بٹھیلہ) دھنوشا

۱۰۔ مولانا محمد حمید الرحمٰن صاحب مدنی، دھنوشا

۱۱۔ حافظ منظور احمد صاحب مدنی، بھکراہا، سرہا

۱۲۔ مولانا محمد سلیم ساجد صاحب مدنی، دھنوشا

۱۳۔ ڈاکٹر شہاب الدین صاحب مدنی، دھنوشا

۱۴۔ مولانا عزیز عالم صاحب مدنی، دھنوشا

۱۵۔ مولانا اظہر الدین تسلیم، دھنوشا

۱۶۔ مولانا اقبال عظیم صاحب، دھنوشا

۱۷۔ مولانا صغیر احمد صاحب مدنی، سرہا

۱۸۔ مولانا رضاء اللہ صاحب، سبتری

۱۹۔ مولانا محمد شعیب صاحب مدنی، سرہا

۲۰۔ مولانا محمد حبیب راعین مدنی، دھنوشا

۲۱۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن مدنی، سرہا

۲۲۔ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب القوفی، سرہا

۲۳۔ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب، سرہا

۲۴۔ مولانا محمد شمشیر تیمی مدنی، سرہا

۲۵۔ مولانا ارشاد احمد مدنی، جنگڑوا، روتہٹ

۲۶۔ مولانا سراج احمد مدنی، جنگڑوا، روتہٹ

۲۷۔ مولانا ابوطلحہ صاحب مدنی، روتہٹ

۲۸۔ مولانا محمد شعیب صاحب مدنی، لچھمنیاں، روتہٹ

۲۹۔ مولانا محمد طفیل مدنی ل، چھمنیاں، روتہٹ

۳۰۔ مولانا محمد ہارون مدنی، جنگڑوا، روتہٹ

۳۱۔ مولانا نصیرالدین ریاضی، روتہٹ

۳۲۔ مولانا انظارالاسلام مدنی، روتہٹ

۳۳۔ مولانا ناصر کلام مدنی، روتہٹ

۳۴۔ مولانا ریاض الحق مدنی، روتہٹ

۳۵۔ مولانا شوکت علی ریاضی، جنگڑوا، روتہٹ

۳۶۔ مولانا محمد غفران ریاضی، روتہٹ

۳۷۔ مولانا عبدالحق مدنی، روتہٹ

۳۸۔ مولانا محمد شعیب ریاضی، روتہٹ

۳۹۔ مولانا محمد تسلیم مدنی، ماڑرسرہا

۴۰۔ مولانا عرفان محمد شیخ یونس، روتہٹ

۴۱۔ ڈاکٹر بدرالزماں مدنی، کپل وستو

۴۲۔ مولانا عبداللہ مدنی، کپل وستو

۴۳۔ مولانا اقبال احمد مکی، لہرولہ، کپل وستو

۴۴۔ مولانا جیش محمد مکی، لہرولہ، کپل وستو

۴۵۔ مولانا محمد خالد مدنی، سمری، کپل وستو

۴۶۔ مولانا مجیب الرحمٰن مدنی، کپل وستو

۴۷۔ مولانا عبدالقیوم مدنی، سکھرام پور، کپل وستو

۴۸۔ مولانا نیاز احمد مدنی، ابھروَں، کپل وستو

۴۹۔ مولانا قمر الدین ریاضی، سکھرا مپور

۵۰۔ ڈاکٹر محمد نسیم مدنی، سکھرا مپور، کپل وستو

۵۱۔ مولانا پرویز یعقوب مدنی، جمنی، سکھرا مپور

۵۲۔ مولانا عطاء الرحمٰن مدنی، بتھیاں، کپل وستو

۵۳۔ مولانا عبد العظیم مدنی، جھنڈا نگر، کپلوستو

۵۴۔ مولانا عبد الصبور ریاضی، جھنڈا نگر، کپل وستو

۵۵۔ ڈاکٹر عبد الحلیم بسم اللہ مدنی، کپلوستو

۵۶۔ مولانا محمد ایوب مدنی، کپل وستو

۵۷۔ مولانا محمد اطہر مدنی، کپل وستو

۵۸۔ مولانا حفظ الرحمٰن، کپل وستو

۵۹۔ مولانا عبد الحیٔ مدنی، کپل وستو

۶۰۔ مولانا ضیاء الرحمٰن ریاضی، کپل وستو

۶۱۔ مولانا محمد شریف مدنی، کپل وستو

۶۲۔ مولانا ابرار احمد، جھنڈا نگر

۶۳۔ شرف الدین مدنی، روپندیہی

۶۴۔ مولانا ابرار مدنی، روپندیہی

۶۵۔ مولانا کلیم اللہ مدنی، روپندیہی

۶۶۔ مولانا مطیع الحق مدنی، روپندیہی

۶۷۔ مولانا عبد الحق مدنی، روپندیہی

۶۸۔ مولانا محمد نسیم مدنی، روپندیہی

۶۹۔ مولانا محفوظ الرحمٰن مدنی، روپندیہی

۷۰۔ مولانا صلاح الدین مدنی، ھنگہیا، روپندیہی

۷۱۔ مولانا ابوالکلام سلطان، روپندیہی

۷۲۔ مولانا ضمیر احمد مدنی، روپندیہی

۷۳۔ مولانا ڈاکٹر ابوالقیس، روپندیہی

۷۴۔ مولانا عبدالسلام لعل محمد صاحب ریاضی، روپندیہی

۷۵۔ مولانا حافظ محمد رضوان صاحب ، بیر گنج پرسا

۷۶۔ مولانا کلام الدین صاحب مدنی، دیوی گنج، ضلع بارا

۷۷۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب ریاضی، رنگپور بارا

۷۸۔ مولانا آفتاب عالم صاحب مدنی، کلیابارا

۷۹۔ مولانا مظفر علی صاحب، پالپا

۸۰۔ مولانا مجیب الرحمٰن مدنی بن ابوالکلام، کپل وستو

۸۱۔ مولانا اقبال عظیم، مشرقی نیپال

ان سعودی فارغین کی آمد سے مسلم معاشرہ میں دعوت وارشاد اور اصلاح کی لہریں اٹھتی رہیں اور برابر اٹھ رہی ہیں۔ مختلف جہتوں و ناحیوں اور مختلف سطحوں پر تعلیم و دعوت کے کاموں میں تیزی آئی، ان میں سے تو بعض بہت ممتاز و نمایاں رہے کہ ان کی کوششوں و محنتوں کا رنگ بالکل نکھرا نکھرا نظر آرہا ہے۔

☆☆☆

# دورِ خامس

## (خطیب الاسلام کی رابطہ میں رکنیت)

یہ پانچواں مرحلہ بڑا بابرکت ومبارک ثابت ہوا جب ۱۹۷۸ء میں خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے رکن منتخب کر لئے گئے ان کے ممبر منتخب ہو جانے کے بعد خیر وبرکت کے دروازے خوب کھل گئے اور نیپال میں دعوت اہل حدیث کو نئی توانائی، نیا حوصلہ، نیا ولولہ اور نیا جوش حاصل ہوگیا۔

رابطہ عالم اسلامی یہ عالم اسلام کی ایک فعال تنظیم تھی جو اپنے سن قیام ۱۸رمئی ۶۲ ۱۹ء سے لیکر تقریباً ۲۰۰۰ء تک بہت سرگرم رہی پھر دھیرے دھیرے کمزور ہوتی گئی اور اب تو برائے نام ہی رہ گئی۔

اس کا قیام ۱۸رمئی ۱۹۶۲ء میں بعہد سعود بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہوا تھا، اس کا اصل مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے یعنی عالم اسلام میں باہم ربط واتحاد پیدا کرنا تاکہ مسلمانوں کی قوت مجتمع رہے اور ایک دوسرے کے احوال وکوائف سے واقفیت ہو۔ اس کے ممبران عالم اسلام کے چیدہ چنندہ علماء ومفکرین ہوتے تھے مثلاً کویت سے شیخ عبداللہ العلی المطوع قطر سے شیخ عبداللہ ابراہیم انصاری امارات سے شیخ عبداللہ علی المحمود۔ مصر سے شیخ صلاح سوڈان سے عبدالرحمٰن سوار الذہب۔ پاکستان سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ۔انڈیا سے مولانا ابوالحسن ندوی۔ نیپال سے مولانا عبدالرؤف رحمانی۔ اس کے صدر عالم اسلام کے عظیم داعی وفقیہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ہوتے تھے۔ مولانا جھنڈا

نگری رابطہ کی مجلس تاسیسی کے اجلاس میں پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں شریک ہوئے۔ اور تحریری شکل میں پہلی مرتبہ نیپال کی رپورٹ اجلاس میں پڑھ کر سنائی جس میں نیپال کی مسلم اقلیت کی زبوں حالی اور کسمپرسی و مجہولیت کا تذکرہ تھا۔ یہاں کی ضلالت و جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور دین سے غفلت پر ماتم تھا۔ دعوت و دعاۃ کے فقدان کا گلہ تھا، نیپال کے جغرافیہ اور پر پیچ راستوں و پہاڑی گذرگاہوں کی مشکلات سے پردہ اٹھایا گیا تھا۔ دینی مدارس کی قلت نیز ان کی بے سروسامانی پر آنسو بہایا گیا تھا، اس رپورٹ سے اس وقت رابطہ کے سکریٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان اور دیگر ذمہ داران کافی متاثر ہوئے۔ نیپال اور اس کی مسلم اقلیت کا تعارف ہوا یہاں کی دینی حاجات وضروریات سے لوگوں کو واقفیت ہوئی، خود مولانا عبدالرؤف رحمانی کا تعارف ہوا، رابطہ کے ممبران سے روابط و تعلقات بنے۔ سعودی مفتی اعظم وصدر رابطہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز سے اچھا خاصا تعارف ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سعودی عرب کے مختلف شہروں میں آپ کا دورہ ہوا شیخ ابن بازؒ اور امام حرم مکی شیخ محمد بن عبداللہ السبیلؒ سے آپ کو توصیات اور اہل خیر کے نام خطوط حاصل ہوئے جن سے جامعہ کو مالی استحکام نصیب ہوا، مشاریع (پروجیکٹ) ملنے لگے۔ کویت وامارات کے ویزے ملنے لگے۔ کویت کے مشہور شیخ عبداللہ علی المطوع اور شارجہ کے شیخ عبداللہ علی المحمود کی عنایات کریمانہ سے اہل مناصب وتجارتک رسائی ہوئی جو جامعہ اور نیپال کے حق میں بڑا نیک فال ثابت ہوا۔ بعد کے سالوں میں خطیب الاسلام کے دورے برابر ہوتے رہے اور ترقیاتی کام جاری رہا۔

خطیب الاسلام کے دوروں سے جہاں مالی استحکام ملا وہیں دو اور بڑے کام ہوئے:

(۱) جامعہ کے تعلیمی نصاب کا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے معادلہ منظور ہوگیا۔ جس سے

ہمارے طلبہ وہاں اپنی علمی تشنگی بجھانے جانے لگے اور وہاں علوم عقائد، علوم تفسیر، علوم حدیث علوم فقہ اور ادب عربی میں مہارت پیدا کرنے لگے، جس سے نیپال میں دعوت اہل حدیث کے ارتقاء میں تقویت پیدا ہوئی۔

(۲) دوسرا بڑا کام یہ ہوا کہ دارالافتاء ریاض (اور اب وزارۃ الشئون الاسلامیہ) نیز رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے دعاۃ کے ابتعاث وتعاقد کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اول وہلہ میں مندرجہ ذیل دعاۃ پہونچے۔

| | |
|---|---|
| ۱۔مولانا عبدالمجید صاحب مدنیؒ | وزارۃ الشئون الاسلامیہ، ریاض |
| ۲۔مولانا فضل حق صاحب، مبارکپوری | رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ |
| ۳۔مولانا مختار احمد صاحب مدنیؒ | رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ |
| ۴۔مولانا عبدالرشید صاحب مدنی | رابطہ عالم اسلامی ،مکہ مکرمہ |
| ۵۔مولانا سلیم الدین صاحب مدنیؒ | وزارۃ الشئون الاسلامیہ، ریاض |

رابطہ میں مولانا جھنڈانگری کی موثر رپوٹ کا ایسا شاندار اثر ہوا تھا کہ رابطہ کے جنرل سکریٹری شیخ حرکان نے پانچ دعاۃ کی منظوری دے کر خود انھیں سے نامزدگی طلب کی۔جس پر مولانا موصوف نے ۱۴۰۲ھ میں مندرجہ ذیل چار دعاۃ کو نامزدگی کرتے ہوئے ان کی سندیں علی حرکان صاحب کی خدمت میں ارسال کردیا اور کچھ ہی ہفتوں بعد منظوری آگئی۔ان کے نام یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| ۱۔(راقم) خورشید احمد محمد زکریا | ۲۔مولانا عبدالرحیم قدرت اللہ، مہسڑ، روپندیہی |
| ۳۔مولانا احسان اللہ دین محمد رحمانی | ۴۔مولانا صادق علی باب اللہ رحمانی |

پانچواں نام کسی سبب سے التوا کا شکار ہوکر بے معنی ہوگیا۔

مذکورہ حضرات نے دعوت کے ساتھ تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔ راقم تو جامعہ سراج العلوم میں ہی بحال رہا۔ جبکہ مولانا عبدالرحیم صاحب فیضی نے مدرسہ اصلاح المسلمین مہراج گنج، مدرسہ فیض الاسلام پڑریا، کلیہ عائشہ صدیقہ جھنڈانگر میں یکے بعد دیگرے درس وتدریس پر مامور رہے اور مولانا صادق علی صاحب مدرسہ اصلاح المسلمین مہراج گنج، مرکز امام احمد بن حنبل تولہوا، مدرسہ فیض الاسلام پڑریا وغیرہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا احسان اللہ صاحب رحمانی حسب سابق خطیب الاسلام کے محرر اور کاتب اسرار خفی وجلی کی حیثیت سے انھیں کے پاس کام کرتے رہے۔ چند ایک گھنٹیاں بھی ان کے ذمہ رہیں بعد میں وہ کلیہ عائشہ کے مستقل مدرس ہو گئے۔

اسی پر بس نہیں شیخ علی حرکان کی توجہ عالی نیپال کی طرف اس قدر ملتفت رہی کہ انھوں نے اپنے ایک رسمی خط بنام خطیب الاسلام کاٹھمانڈو میں رابطہ کی ایک آفس المرکز الاسلامی کے نام سے قائم کرنے اور دس دعاۃ کی منظوری دی، ایک آفس سکریٹری ایک ملازم کی منظوری کے ساتھ کرایہ پر مکان حاصل کرنے کی ہدایت جاری کی۔ یہ ۱۴۰۲ھ یا ۱۴۰۳ھ کے آس پاس کی بات ہے۔ جھنڈانگری صاحب نے کرایہ پر مکان حاصل کرنے اور دیگر کاروائیوں کے لئے مولانا حقیق اللہ صاحب فیضیؒ کو مکلّف کیا۔ کئی مرتبہ کاٹھمانڈو آمد ورفت ہوئی، بالآخر یہ خواب چکنا چور ہو کے رہ گیا۔

کچھ اور دعاۃ: بعد میں یکے بعد دیگرے کئی دعاۃ بھیجے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبداللہ صاحب مدنی جھنڈانگریؒ (متوفی ۲۲ردسمبر ۲۰۱۵ء) (وزارۃ)

مولانا عبدالرزاق صاحب مدنی (وزارۃ)

مولانا منظور احمد صاحب مدنی (متوفی)

مولانا عبدالخالق صاحب سلفی (رابطہ)

مولانا عبدالحیٔ صاحب مدنی (وزارۃ)

مولانا عبدالسمیع صاحب مدنی (وزارۃ)

مولانا محمد عمیر صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا محمد نسیم صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا کلام الدین صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا محمد شریف صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا محمد اسلم صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا عبدالشکور صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا عبدالعزیز صاحب طیبیؒ (رابطہ)

مولانا انیس الرحمٰن صاحب مدنی (رابطہ)

مولانا عبدالمبین صاحب مدنی (رابطہ)

ڈاکٹر عبدالغنی صاحب القوفی (وزارۃ)

مولانا قمرالدین بسم اللہ صاحب ریاضی (وزارۃ)

مولانا عبدالقیوم بسم اللہ صاحب مدنی (وزارۃ)

ڈاکٹر شہاب الدین صاحب مدنی (وزارۃ)

مولانا مجیب الدین صاحب مدنی (وزارۃ)

مولانا پرویز یعقوب صاحب مدنی (وزارۃ)

## دعاۃ اللجنۃ :

اسی طرح لجنہ قارہ ہندیہ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت کا بھی نیپال میں دعوت اہل حدیث کے ساتھ بڑا تعاون رہا کہ اس کی طرف سے ایک اچھی تعداد دعاۃ کی

رہی جن کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہی اب شاید ساٹھ یا اس سے اوپر ہے۔

اسی مرحلہ کے ضمن میں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ خود خطیب الاسلامؒ نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے مولانا محمد اقبال صاحب ساکن اکرہرا اور مولانا صادق علی رحمانی (رابطہ کا داعی مقرر ہونے سے پہلے) کو اپنی جانب سے پہاڑی مقامات میں دعوت و تبلیغ پر مامور کر رکھا تھا اس زمانہ میں ان حضرات نے کن کن مقامات کا دورہ کیا تھا مجھے یاد نہیں رہا کیونکہ اس وقت مجھے خود مقامات اور ان کے ناموں سے واقفیت نہیں تھی یہ لوگ آکر تحریری و زبانی رپورٹ پیش کیا کرتے تھے افسوس کہ وہ رپورٹیں اب میرے سامنے موجود نہیں۔ معلوم نہیں جامعہ کے کاغذات کے کسی گوشہ میں محفوظ ہیں یا نہیں، البتہ ایک مقام سلیان و پیوٹھان کا نام مجھے یاد ہے کیونکہ جب وہاں کے دورے سے یہ لوگ واپس آئے تو مولانا محمد صادق صاحب بانس کی ایک لاٹھی لائے تھے کہنے لگے یہ سلیانی لاٹھی ہے بڑی مضبوط ہے، میں نے کمال ہوشیاری سے اس لاٹھی کو اپنی چارپائی پر بستر کے نیچے ایسا چھپا دیا کہ وہ ڈھونڈ ھتے رہے اور نہیں پا سکے۔ میں نے کہا لاٹھی اسی روم میں موجود ہے پا سکیں تو لے لیں جب وہ ادھر ادھر نظریں گھما کر تھک گئے تو کہا مولانا لاٹھی آپ لے لیں لیکن مجھے بتا دیں کہ کہاں چھپایا ہے جب میں نے بستر الٹا تو وہ دنگ رہ گئے۔

اسی طرح رحمانی صاحب نے مشرقی علاقوں کے لئے مولانا صدر الحق سراجی ساکن سارسر ضلع سپتری کو مبلغ مقرر کیا تھا۔ انھوں نے متعلقہ مقامات پر تبلیغی کام انجام دے کر رپورٹ پیش کی تھی۔

ایک مرتبہ راقم اور مولانا احسان اللہ صاحب رحمانی تبلیغی دورے پر ضلع دانگ گئے تھے، اس وقت وہاں کا سفر بڑا دشوار گذار تھا (اللہ قبول فرمائے)

مولانا مختار احمد مدنی اور مولانا عبد الرشید صاحب مدنی کو مشرقی علاقوں پھر

کاٹھمانڈو کے دورہ پر روانہ کیا تھا۔

## کاٹھمانڈو و پوکھرا کا یادگار سفر :

ایک مرتبہ کسی مناسبت سے رابطہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف حفظہ اللہ کی ایک روز کے لئے کاٹھمانڈو آمد ہوئی تھی اس وقت رحمانی صاحب اساتذہ جامعہ کے ساتھ کاٹھمانڈو تشریف لے گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب اوران کے وفد کا ائرپورٹ پر استقبال ہوا انھیں ایوریسٹ ہوٹل میں ٹھہرایا گیا، نیپالی جامع مسجد میں استقبالیہ پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ شام کو وہ دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس موقع پر مزید ایک شب ہم لوگوں کا قیام رہا، صبح میں نے نیپالی جامع مسجد میں درس قرآن دیا، کاٹھمانڈو کے احباب نے مولانا سے ملاقاتیں کیں اور دینی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ دوپہر کے قریب ہم لوگ وفدی شکل میں پوکھرا روانہ ہوئے، عصر کے وقت پوکھرا وارد ہوئے جہاں ایک ہوٹل میں ہمارا قیام ہوا، قریب ہی میں جامع مسجد تھی اس میں نمازوں کے لئے جاتے رہے صبح بعد نماز فجر میں نے درس دیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ اسی زمانہ میں ایران میں شیعی انقلاب آیا تھا، انقلاب دیکھنے کے لئے خمینی حکومت نے دنیا کے ممالک سے اخوانیوں ومودودیوں کو ایران بلایا تھا بہت سارے لوگوں نے آکر مولانا جھنڈانگری سے ملاقاتیں کیں ایک شخص جو ایران سے واپس آیا تھا اس نے کہا مولانا! شیعیت کے بارے میں نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ ایران کا انقلاب اسلامی انقلاب ہے وہاں نعرہ لگتا ہے ثورۃ ثورۃ اسلامیہ لاشرقیہ ولاغربیہ یعنی یہ اسلامی انقلاب ہے نہ مشرقی ہے نہ مغربی۔ رحمانی صاحب نے جواب کے لئے مجھ کو اشارہ کیا میں نے کہا یہ دھوکہ ہے یہ انقلاب مکمل رافضی انقلاب ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب تقیہ ہے۔ رہی بات نظر ثانی کی تو بتائیں کہ کیا وہ اپنے گمراہ عقائد سے تائب ہو گئے ہیں۔ موجودہ قرآن کو مکمل تسلیم کرتے ہیں۔ کیا وہ جملہ صحابہ کرام بالخصوص

شیخین ابو بکر و عمر اور عثمان غنی و ازواج مطہرات کو مومن مانتے ہیں، شیخین کی خلافت کو حق بجانب قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے کہ اس کا ثبوت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ سراسر دھوکہ ہے اہل سنت کو ان کے فریب میں نہیں آنا چاہئے۔

پوکھرا میں ہمارے فارسی پڑھنے کے زمانہ کے دوست اور ساتھی بھائی عبدالمبین صاحب سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات بہت خوب رہی۔ انھوں نے ضیافت میں بھر پور حصہ لیا ۔فجزاہ اللہ خیرا

اس وفد میں خطیب الاسلام کے ساتھ راقم اور مولانا فضل حق مبارکپوری ساتھ رہے، کاٹھمانڈو سے پوکھرا کا سفر براہ مگلنگ ہوا تھا جبکہ واپسی پالپا کے راستہ ہوئی تھی رات بٹول میں گذار کر صبح جامعہ پہونچ گئے۔

مولانا جھنڈانگری کی شخصیت کی بابت اور ان کی خطابت پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ بڑے بلند پایہ عالم اور معتبر اہل قلم مولف تھے لیکن سب سے بڑھ کر وہ سحر البیان خطیب تھے اس کا اعتراف اپنوں غیروں سبھوں کو تھا، ان کے اوصاف وکمالات کے ذکر کے لئے پورا ایک دفتر چاہئے، یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ تمام بڑے جلسوں میں ان کو بحیثیت خطیب مدعو کیا جاتا تھا جلسوں میں ان کی شرکت کامیابی کی ضمانت ہوا کرتی تھی۔ اس تعلق سے آپ نے نیپال کے نامعلوم کتنے جلسوں میں شرکت فرما کر توحید کی حقیقت کو نکھارا۔ اتباع سنت کا جذبہ بیدار کیا، شرک و بدعت، رسوم باطلہ تقلید شخصی کی بیخ کنی کی، تزکیہ نفس اور تطہیر قلوب فرمائی، ایمانی حرارت سے دلوں کو گرمایا اور ایمانی شان سے زندگی گذارنے کا درس دیا، اسلام کے خلاف اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا، اسلامی اسلوب واخلاق اپنانے کی فہمائش کی، محبت رسول کے سچے جذبوں کی ترجمانی کی اس کے حقیقی معیار کو واضح کیا، صحابہ کرام وائمہ دین کی عظمتوں پر روشنی ڈالی،

اسلام کے عقائد یعنی قیامت وآخرت حشر ونشر کو دلوں میں راسخ کیا، مسلم اقلیت کے خلاف اٹھنے والے طوفان کی روک تھام کی شرعی تدابیر اختیار کرنے کا گر سکھلایا وغیرہ وغیرہ۔

خاص نیپال میں کتنے جلسوں میں آپ نے شرکت فرمائی اس کا صحیح علم مجھ کو نہیں البتہ جب میں جھنڈانگر آیا تو اس کے بعد چند پروگرام مجھے یاد ہیں جس میں مدرسہ فرقانیہ بھیسکنڈہ، جلسہ پتریا، جلسہ بیدولی، جلسہ پوکھر بھٹوا، جلسہ سکھرام پور، جلسہ جنگڑوا روتہٹ قابل ذکر ہیں۔

## نیپالی زبان میں اسلامی کتب

توحید وسنت کی نشر واشاعت کے لئے آپ نے ہر موثر ذریعہ اپنایا، چنانچہ جب ضرورت محسوس ہوئی کہ پہاڑوں میں آباد نیپالی نسل کے مسلمانوں وغیر مسلموں کو اسلامی عقائد واحکام سے روشناس کرانے کے لئے نیپالی زبان میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے تو آپ نے اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے چند کتابوں کا نیپالی میں ترجمہ کرا کے طبع کرایا اور انھیں مفت تقسیم کرایا یہ ترجمہ شیخ محمد جمیل زینوؒ کی عربی کتاب ''خذ عقیدتک'' اور مولانا مختار احمد ندوی کی نماز مسنون اور بعض مضامین کا تھا۔ ترجمہ کی خدمت جامعہ کے شعبۂ مکتب کے استاذ ماسٹر محمد ادریس نیپالی ساکن مہوا نے انجام دیا تھا۔

غرضیکہ علامہ جھنڈانگری نے اپنی بساط بھر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے مسلک کتاب وسنت اور منہج سلف کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ فجزاہ اللہ خیرا.

نیپال میں دعوت اہل حدیث کے ارتقاء کے پانچ مراحل کا ایک سرسری خاکہ حیطہ تحریر میں لایا گیا یہ مرحلہ کی مکمل تصویر اور مکمل کہانی نہیں ہے بلکہ ہلکی سی جھلک ہے اور بس۔

☆☆☆

فصل چہارم

# مدارس اور فروغ دعوت میں ان کا کردار

کسی بھی عقیدہ اور مذہب، فکر وخیال کی ترویج واشاعت اور قلوب واذهان میں ان کی ترسیخ وپیوستگی اور ان کے کلیات وجزئیات، اصول ومبادیات اور آداب وسلوک سے آشنائی کا سب سے اہم وموثر ذریعہ تعلیم وتربیت ہی ہے۔ اسی لئے ہر مذہب اور اس کے بانی نے اپنے شاگردوں، معتقدوں اور مریدوں کو اپنے عقائد وخیالات سے آشنا کرنے اور انھیں ان کا عامل وحامل بنانے کے لئے تعلیم کا سہارا لیا، انبیاء کرام کی جماعت ہو یا بانیان مذاہب سبھوں نے کسی نہ کسی طرح اس وسیلہ کو اپنایا۔ یونان کے فلاسفہ کو دیکھو افلاطوں اور ارسطو نے اپنے شاگردوں کو پڑھایا گوتم بدھ نے بہار کے گیا میں شاگردوں کو تعلیم دی۔ ایران کے زرتشت اور چین کے کنفیوشش معلم کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔ نظریات وتعلیمات کیسی اچھی ہی کیوں نہ ہوں، اگر تعلیم کے ذریعہ ان کی منتقلی نہیں ہوئی تو کچھ ہی عرصہ میں دم توڑ دیتی ہیں اور نظریات کتنے بودے، کمزور اور برے رہے ہوں مگر جب تعلیم کا اہتمام برقرار رہتا ہے تو انھیں فروغ حاصل ہوتا ہے۔

پڑوسی ملک ہندوستان میں دیکھ لیں کہ آر۔ ایس۔ ایس نے مسلم دشمنی پر اپنی بنیاد رکھی۔ اولاً اس کے نظریہ سے واقف اس کے چند بانیان گوالکر۔ ساورکر جیسے لوگ رہے ہونگے لیکن تقریباً ایک صدی کی کوشش کا نتیجہ تو دیکھیں آج نہ صرف ہندوستان بلکہ پڑوسی ممالک میں اس کا اثر محسوس کیا جارہا ہے۔ انھوں نے ششومندروں کے ذریعہ ایسی ذہن سازی وزہرافشانی کی ہے کہ ایک بہت بڑا طبقہ مسلم دشمنی میں ڈوبا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی

صورتوں اور ان کے ناموں سے انھیں نفرت ہے۔ اعلیٰ ذاتوں اور برادریوں کی بات چھوڑیئے پسماندہ و دلت حتی کہ اچھوت برادریاں بھی ان کے رنگ میں رنگ گئی ہیں اور وہ یہ بھول چکی ہیں کہ یہ منووادی نظریہ کے لوگ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ خود ان کے بھی دشمن ہیں وہ ان سے ان کے بنیادی انسانی حقوق بھی چھین لینا چاہتے یں اور پھر سے انھیں جانوروں کی زندگی جینے پر مجبور کردینے کی ناپاک سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ سب تعلیم کا اثر ہے کہ امبیڈکر اور گاندھی اور ان کے خیالات نسیا منسیا ہور ہے ہیں بلکہ یہ تو ان کے نزدیک ناانصافی کی حمایتی لگ رہے ہیں۔

بہر حال انھیں چیزوں کے پیش نظر کسی شاعر نے کہا تھا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

علامہ اقبال نے انھیں حالات کے پیش نظر مغربی تعلیم کے برے اثرات کو محسوس کر کے کہا تھا ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا　　　کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

اقبال ہی نے دوسرے موقعہ پر کہا تھا ؎

سینوں میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر　　　کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو　　　ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر

تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب　　　سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر!

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ اس وقت پورے برصغیر میں ایمان واسلام کی بقاء وحفاظت کے اہم قلع یہی مدارس اسلامیہ ہیں۔ یہیں سے شجر اسلام کی آبیاری ہوتی ہے ۔یہی اسلام کی نرسریاں ہیں جہاں سے پودے لیجا کر دوسری جگہوں پر لگائے جاتے ہیں۔ یہیں پودے تیار کئے جاتے ہیں جن کی کاشت کاری جگہ بجگہ ہوتی ہے جن سے رنگ

برنگ خوشنما پھول پودے اگتے ہیں اور فضا معطر ہوتی ہے۔ یہی مدارس وہ پاور ہاؤس ہیں جہاں بجلی تیار کرکے ہر جگہ سپلائی دیجاتی ہے جس سے گھروبار، دوکان ومکان، گلی کوچے منور ہوتے ہیں۔ یہی مدارس مردم سازی کے کارخانے ہیں جہاں خام مال کو صاف کرکے انھیں کارآمد بنا کر مختلف جہات میں ترسیل کیا جاتا ہے جو سچی انسانیت، اخوت، محبت، خدمت، اخلاق فاضلہ، آداب عالیہ کا درس دیتے ہیں۔ کسی شاعر نے مدارس کے بلند مقاصد کی کیا خوب ترجمانی کی ہے ؂

یہ مدرسہ ہے ترا میکدہ نہیں ساقی
یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

یوں تو اس وقت نیپال میں معتد بہ تعداد میں مکاتب ومدارس پائے جانے لگے ہیں لیکن ہم ان میں سے انھیں مدارس ومکاتب کا ذکر کریں گے جن کا رول قائدانہ اور ماضی بڑااہم رہا ہے۔

☆☆☆

# جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر

سنہ قیام: ۱۹۱۴ء

مؤسس: الحاج نعمت اللہ خاںؒ

خاص امتیاز: شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد خاص مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نے اس کی سرپرستی فرمائی۔

شیخ الکل سے سند اجازہ حاصل کرنے والے شیر پنجاب فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے اس کی تصدیق وتائید فرمائی۔

شیخ الکل کے شاگرد مولانا عبدالرحمٰن ڈوکمی نے اس میں تدریسی فریضہ انجام دیا اس کی ابتداء ایک مکتب کی شکل میں ہوئی تھی لیکن اس کے حوصلہ مند بانی نے چند ہی سالوں میں اسے اقامتی بنا دیا۔ اس کے پہلے صدر مدرس مولانا خلیل احمد بسکوہری تھے۔ اس کے اولین طلبہ میں خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی اور آپ کے چچازادگان برادر محترم عبدالغفار خاں والحاج عبدالجبار خاں نیز مولانا عبدالحیٔ مہادیو ومنشی عبدالرزاق دودھونیاں کا نام ملتا ہے۔

الحاج نعمت اللہ خاں نے اس مدرسہ کی تعمیر وترقی اور پروان چڑھانے میں بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔ انھیں کے دور نظامت میں مدرسہ کی پختہ بلڈنگ تیار ہوگئی تھی، پچاس ساٹھ طلبہ دارالاقامہ میں مقیم رہا کرتے تھے۔ انھوں نے اس کے مالی استحکام کے لئے موضع سونپور میں اپنے حصہ کی زمینیں پانچ سو بیگھہ (خام) وقف کر دیا تھا۔

بانی جامعہ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی الحاج محمد اسحاق خاں کے کندھوں پر نظامت کا بار آیا انھوں نے اپنی صلاحیت بھر اس کی خدمت کی لیکن نائب ناظم کی حیثیت سے مولانا جھنڈانگری اس کے استحکام وترقی میں بھر پور ہاتھ بٹاتے رہے تا آنکہ ۱۹۵۹ء میں آپ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تو آپ نے اپنی جد و جہد سے اس کو عرب و عجم میں متعارف کرادیا اور اب اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا کی جھلک پیش کررہا ہے۔بس اب مشہور شاعر فرزدق کے ایک شعر پر اکتفاء کرنا مناسب ہے جو اس نے امام زین العابدین کی شان میں کہا تھا ؎

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته  والبیت یعرفه والحل والحرم

اس وقت جامعہ کے شعبہ عربی و حفظ میں پانچ سو بچے ہاسٹل میں قیام کرتے ہیں فضیلت تک عمدہ و معیاری تعلیم ہورہی ہے باصلاحیت اساتذہ کا اسٹاف ہے۔اس کے علاوہ مکتب۔عصری تعلیم کا اسکول الہلال (ہائی اسکول) خاص بچیوں کے لئے کلیہ عائشہ صدیقہ جھنڈانگر اور چنزوٹہ میں تحفیظ القرآن اور مکتب چل رہا ہے۔ ماہنامہ السراج ہر ماہ افق صحافت پر طلوع ہوتا ہے، افتاء و دعوت اور رفاہی شعبے بھی سرگرم عمل ہیں، جامعہ کے فارغین ہندو نیپال اور خلیجی ریاستوں میں خدمت دین میں مصروف ہیں یہاں کے ممتاز فارغین فضلاء میں سے ڈاکٹر الطاف الرحمٰن سراجی مدنی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں استاذ ہیں یہ جامعہ کے لئے ایک شرف بھی ہے اور فخر بھی، اسی طرح جامعہ کے فارغین و مستفیدین میں ایک تعداد نیپالی نسل کے فضلاء کی ہے یہ لوگ پہاڑوں میں کتاب وسنت کا پرچم بلند کررہے ہیں چند نام یہ ہیں:

(۱) مولانا محمد عباس سراجی ضلع ارگھا کھانچی (۲) مولانا کریم الدین سراجی ضلع دانگ

(۳) مولانا عبدالرحیم سراجی و مولانا عبدالحکیم سراجی ضلع تنہو

(۴) مولانا مظفر علی سراجی ضلع پالپا (فی الحال مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں)

(۵) مولانا منظور علی کانچھا سراجی (فی الحال جدہ میں دعوت کا کام کررہے ہیں)

(۶) مولانا محمد مشکور سراجی ضلع پالپا وغیرہم

## مدرسہ نجم الھدیٰ ٹھیلہ

سراج العلوم کے بعد مدرسہ نجم الہدیٰ کا ذکر اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا سنہ اجراء ۱۸۹۵ء ہے یعنی سراج العلوم سے پندرہ سال قدیم ہے لیکن اس کی حیثیت مسجد میں چلنے والے مکتب ہی کی رہی۔ نیپال کی معلوم جماعتی تاریخ کی روشنی میں یہ سب سے قدیم مکتب معلوم ہورہا ہے۔

## مدرسہ فلاح المسلمین ،جنگڑوا:

یہ مکتب بھی سراج العلوم جھنڈا نگر سے قدیم معلوم ہورہا ہے مولانا محمد علی سلفی ناظم مدرسہ فلاح المسلمین کے خطبہ استقبالیہ بابت کانفرنس مدرسہ فلاح المسلمین سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا عبدالسبحان صاحب نے ۱۸۹۵ء کے آس پاس مسجد میں اس کا آغاز کردیا تھا۔ ایک مدت تک مسجد ہی میں پڑھائی چلتی رہی۔ پھر ضرورت کا احساس کرکے ۱۹۷۲ء میں موجودہ جگہ پر اس کی تاسیس ہوئی۔

## مدرسہ کنز العلوم ،رنگپور کلیا

یہ بھی نیپال کے قدیم مدارس میں سے ہے اس کی تاسیس تحریک جہاد کے سپاہی صاحب دیوان گلشن ہدایت مولانا عبدالکریم مسلم کے نواسے مولانا منظور الحق بلی رامپوری نے ۱۹۵۰ء میں فرمائی تھی۔

## مدرسہ مخزن العلوم، رمول، ضلع سرھا

یہ مشرقی نیپال کے قدیم مدارس میں سے ہے۔ اس کا قیام ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳۶۴ھ

میں شیخ انور علی، مولانا اسید رحمانیؒ اور گاؤں کے دیگر مخلص افراد کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ یہ ادارہ قلیل آمدنی کے باوجود دعوتی و تعلیمی کردارادا کر رہا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ادارہ کو فرض شناس و حوصلہ مند افراد میسر آتے رہے جنہیں علاقہ کی دینی، دعوتی، تعلیمی ضروریات کا ادراک واحساس رہا۔ اس ادارہ میں ابتدائیہ ثانویہ کی تعلیم کا نظم ہے جہاں ۲۵۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ پچاس طلبہ ادارہ کے زیر کفالت ہیں۔

ایک مدت تک وہاں غیور و مخلص عالم دین مولانا نور محمد سلفی صاحب اس کے انتظام والنصرام کو سنبھالتے رہے اور اب میرے شاگرد مولانا ذاکر حسین سراجی نظامت کر رہے ہیں۔

## دیگر اہم مدارس و معاہد جو وقتا فوقتا قائم ہوتے رہے:

☆ مدرسہ مدینۃ الاسلام، بھنگہیا (روپندیہی)

☆ مدرسہ فاطمۃ الزہراء، بھنگہیا (روپندیہی)

☆ جامعہ محمدیہ، بھیرہوا (روپندیہی)

☆ جامعہ سلفیہ، جنکپور (دھنوشا)

☆ مرکز السنہ، ایکلا (روپندیہی) (قیام ۲۰۰۱ء)

☆ معہد ام سلمہ للبنات، ایکلا (روپندیہی) (قیام: ۲۰۱۲ء)

☆ مرکز التوحید و مدرسہ خدیجۃ الکبری، کرشنا نگر کپل وستو (قیام: ۱۹۸۹ء)

☆ کلیہ عائشہ صدیقہ، جھنڈا نگر کپل وستو (قیام: ۱۹۸۹ء)

☆ جامعۃ التوحید، بجوا کپل وستو (قیام: ۱۹۴۸ء)

☆ مدرسہ دار الکتاب والسنہ، سراوتھا، روتہٹ (قیام: ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء)

☆ کلیہ حفصہ للبنات، لچھمیاں (روتہٹ) (قیام: ۱۴۲۹ھ)

☆ مرکز التعلیم الدعوۃ، تہوا (روپندیہی)

☆ مدرسہ دارالسلام، مڑلا (روپندیہی) (قیام: ۱۹۸۵ء)

☆ مدرسہ مفتاح العلوم، گلرہا (روپندیہی)

☆ مرکز الامام احمد بن حنبل، تولہوا (کپل وستو) (قیام: ۱۹۸۰ء)

☆ مرکز الامام بخاری، کلیان پور (سبتری) (قیام: ۲۰۰۸ء)

☆ کلیۃ الصدیقہ بنت الصدیق للبنات، کلیا (بارا) (قیام: ۱۹۹۵ء)

☆ مدرسہ جامعہ رحمانیہ، بہوری (پرسا)

☆ مرکز البینۃ وجامعہ رحمانیہ (سرہا) (سنہ قیام: ۱۴۲۹ھ)

☆ کلیہ ام کلثوم، بہوری (پرسا) (قیام: مارچ ۱۹۸۲ء)

☆ مدرسہ اصلاح المسلمین، مہراج گنج (کپل وستو)

☆ مدرسہ اسلامیہ، کالیدہ (روپندیہی)

☆ مدرسہ جویریہ للبنات، بیریا (روتہٹ)

☆ معہد الفردوس جدوکوہا، (دھنوشا) (تاسیس ۲۰۱۲ء)

☆ مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، سارسر (سبترری) (قیام: ۱۹۹۴ء)

☆ مرکز الفرقان الاسلامی، جنکپور (دھنوشا) (سنہ قیام: ۱۴۲۰ھ)

☆ مدرسہ نسواں تعلیم الاسلام، سکھرا مپور کپل وستو (قیام: ۲۰۱۰ء)

☆ مرکز العون الاسلامی لتحفیظ القرآن الکریم، چنزوٹہ کپل وستو

☆ مدرسہ دارالتوحید (نسواں)، بیدولی (قیام: ۲۰۱۹ء مطابق ۱۴۴۰ھ)

☆ جامعۃ التوحید وکلیۃ المحسنات، بجوا (کپل وستو) (قیام: ۱۹۴۸ء)

☆ مدرسہ ام عمار للبنات، بھینسکنڈہ

فصل پنجم

# مناظرے

وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَن

نیپال میں اہل حدیث ودیگر فرقوں میں سے اہل بدعت کے ساتھ چند مناظروں کا پتہ چلتا ہے اور یہ بڑھنی وجھنڈانگر بارڈر پر ہوئے، کچھ تحریری ہوئے تو کچھ تقریری ہوئے دوراخیر میں منکرین حدیث اور قادیانیوں کے ساتھ کچھ بحثیں ہوئیں جن کا ذکر آگے آئے گا ان شاءاللہ۔

مناظروں کے ذکر سے پہلے بڑھنی وجھنڈانگر کی جغرافیائی عکاسی کردینی مناسب ہے، وہ یہ کہ بڑھنی وجھنڈانگر ہندونیپال کے دو قصبے یا بازار ہیں۔ دونوں بالکل متصل ہیں فاصلہ بین الاقوامی سرحد (نومینس لینڈ) کا ہے۔ پورے ہندونیپال کے بارڈر پر ایسے بازار آپ کہیں نہیں پائیں گے۔ قانونی لحاظ سے دونوں الگ الگ ہیں لیکن سماجی وتجارتی لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ جامعہ سراج العلوم اوراس کی عظیم الشان جامع مسجد بالکل سرحد پر واقع ہے۔ مدرسہ کی دیوار اور سرحد میں بمشکل پانچ سات فٹ کا فاصلہ ہے سرحد کھلی ہونے کی وجہ سے دونوں طرف کے مردوزن بوڑھے بچے جوان بلا روک ٹوک ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں، جھنڈانگر کے لوگ ساگ سبزی، ترکاری، پھل، گوشت مچھلی انڈا، کرانہ کی اشیاء، لباس پوشاک اور پارٹ وپرزے بڑھنی سے لاتے ہیں تو بڑھنی والے بیگ، سوٹ کیس، جوتا چپل، بیلبیٹ اور کاجو، بادام، لونگ الا ئچی، ادرک وغیرہ اشیاء جھنڈانگر سے

خریدتے ہیں، بڑھنی کے بچے بچیاں سراج العلوم۔کلیہ عائشہ صدیقہ۔مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ میں پڑھتے ہیں۔تو جھنڈا نگر کے بچے بڑھنی کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔بڑھنی کے اہل حدیث نمازی جامعہ کی مسجد میں پنج وقتہ نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں بالخصوص جمعہ میں تو کافی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔غرضیکہ تمام شعبہ جات میں بڑی حد تک اشتراک ہے۔البتہ جب ایمرجنسی کی حالت ہوتی ہے تو سرحد سیل ہو جاتی ہے جیسے کہ اس وقت کووڈ۱۹ کے سبب لاک ڈاون میں سرحد پوری سختی کے ساتھ بند ہے۔

بہر حال اس تمہید کی غرض یہاں کے حالات کی تصویر کشی ہے۔اور جن چند مناظروں کا ذکر کرنا ہے وہ دونوں ان قصبوں سے جڑے رہے ہیں۔

بڑھنی کے علاقہ میں بڑھنی سے آٹھ کلو میٹر جنوب میں ایک مشہور اہل حدیث گاؤں اکرہرا آباد ہے۔یہاں اچھے اچھے اہل حدیث عالم اور عصری تعلیم یافتہ گذرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں مولانا عبدالعظیم صاحب جیسے بزرگ ہیں جو بیک واسطہ شیخ الکل میاں نذیر حسین کے شاگرد تھے مولانا عبدالصبور صاحب رحمانی۔مولانا عبدالنور صاحب ازہری، ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب مدنی جیسے نابغہ روزگار علماء کا مرزو بوم ہونے کا اسے شرف حاصل ہے۔

بدقسمتی سے اسی موضع مذکور کے عتیق الرحمٰن نامی شخص نے کانپور کے مشتاق نامی بریلوی کی صحبت میں تعلیم حاصل کی جس کے اثر سے وہ بدعتی ٹولہ میں شامل ہو گئے۔تکمیل تعلیم کے بعد تلسی پور میں آکر انھوں نے وہی مداری کا کھیل شروع کیا جو اہل بدعت کا شیوہ ہے۔ پھر وہ بڑھنی آگئے، وہاں کچھ سال گذار کر جھنڈا نگر سے متصل گاؤں بچھی نگر میں ڈیرا ڈالا بالآخر وہیں وفات و تدفین ہوئی۔مناظروں کی کہانی انھیں سے وابستہ ہے۔

## پہلا مناظرہ

یہ مناظرہ مولانا عبدالرحمٰن ڈوکمی و مولوی عتیق الرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔ اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ جواب سے عاجز و حواس باختہ ہو گئے تھے خطیب الاسلام لکھتے ہیں:

'آپ نے استاذنا حضرت مولانا عبدالرحمٰن ڈوکمی سے اپنے مناظرہ کا بیان عبث فرمایا ہے۔ اس مناظرہ میں راقم الحروف بھی موجود تھا، جس طرح آپ اس محفل میں حواس باختہ تھے شاید کبھی نہ ہوئے ہوں۔ تجربہ کار مناظر کے جواب میں آپ بدحواسی سے وہ وہ باتیں منہ سے نکالتے تھے کہ کوئی ادنیٰ طبقہ کا آدمی بھی اس قسم کی باتوں کو جائز نہ رکھے گا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فجر کے فرضوں کو پڑھتے وقت کسی آدمی کے سنت پڑھنے کا جو معارضہ مولانا نے پیش کیا تھا اس کے جواب میں آپ نے ان سنتوں کو زنا سے تشبیہ دی تھی اور عالم خبط الحواسی میں فرمایا تھا کہ کوئی زنا کر بیٹھے تو ہم کیا کریں، پس ؎

تم وہی سوختہ ساماں ہو تمہیں یاد ہے کہ نہیں

علامہ صاحب! میں آپ کے مناظرہ کی اس روئداد کا شاہد ہوں اور اس شہادت حقہ کو حلف باللہ کے ساتھ مؤکد کرسکتا ہوں بلکہ اگر آپ انکار کریں تو میں آپ سے مباہلہ شرعیہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ (رسالہ تردید حاضر و ناظر ص:۲۱۔۲۰)

## دوسرا مناظرہ

یہ مناظرہ مابین خطیب الاسلام جھنڈانگری و مولوی عتیق الرحمٰن مسئلہ حاضر و ناظر پر ہوا جس کا پس منظر یہ ہے:

مولانا جھنڈانگری اپنے بھائی کی شادی کے سلسلہ میں اکرہرا تشریف لے گئے

تھے مولانا عتیق الرحمٰن بھی اس میں موجود تھے گاؤں کے لوگوں نے ان کو چھیڑا تو انھوں نے اپنے کچھ دلائل بیان کیا جھنڈانگری رحمہ اللہ تقریب شادی کی مشغولیت کے سبب اس طرف ملتفت نہیں ہوئے، البتہ بعد میں انھوں نے مسائل حاضر وناظر کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر طبع کرایا تو بدعتی مذکور نے رسالہ خیر الانبیاء میں اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی اور خیر الانبیاء کے نام سے جواب لکھا اس میں اکرہرا والی گفتگو کو اپنی فتح سے تعبیر کیا۔ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! یہ قصہ ہے کہ میں اپنے دو بھائیوں کی شادی خانہ آبادی کے سلسلہ میں اکرہرا گیا ہوا تھا اور وہاں کے لوگوں نے مولوی عتیق الرحمٰن کو بھی دعوت دے رکھی تھی، کھانا کھا کر مولوی صاحب جانے لگے تو ان میں سے کچھ لوگ ان کے ''حاضر وناظر'' کے غلط مسئلہ پر بلا کسی خاص نظم کے گھر کا مولوی سمجھ کر بے تکلف باتیں کرنے لگے۔ ظاہر ہے یہ مجلس مناظرہ نہ تھی نہ میں ان کے مدمقابل تھا نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا۔ اس کے دو بڑے سبب یہ تھے کہ میں اپنی روانگی کی تیاری اور دو جگہ سے انتظامی امور کے طے کرنے اور لین دین کر کے طرفین کے آدمیوں کو مطمئن کرنے کے سلسلہ میں اپنا وقت خالی نہیں دیکھتا تھا اور وقت دو بجے کا تھا اور سفر دور دراز کا قطع کرنا تھا۔ دوسرے میں یہ نامناسب سمجھتا تھا کہ کوئی بھی شخص جس کو مدعو کر کے گھر بلایا گیا ہے اسے بے محل چھیڑ کر پریشان کیا جائے۔ میں نے محض انھیں دو وجوہ سے مولوی صاحب کو اپنا مخاطب نہیں بنایا۔ لیکن مولوی صاحب کی دیانت دیکھئے کہ انھوں نے میری اس رواداری وعلیحدگی کو اپنی تازہ فتح کی داستان بنا کر بالکل بے محل اپنے رسالہ خیر الانبیاء میں درج فرمایا ہے۔ بے محل اسلئے کہ آپ اپنے رسالہ میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ ''گفتگو کا یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ آپ کے گھر کوئی دعوت کھانے

جائے اور آپ اس سے مناظرہ ٹھان لیں‘‘ معلوم ہوا کہ آپ بھی دستخط کرتے ہیں کہ اس خاص ماحول میں گفتگو کرنا بے قاعدہ تھا، پس جب میں نے گفتگو نہیں کی تو آپ کے تسلیم کردہ اصول کے مطابق قاعدہ پر میں قائم رہ گیا۔ تو پھر سمجھ میں بات نہیں آتی کہ آپ آگے چل کر اس کو شکست ہی نہیں شکست فاش سے کس طرح تعبیر فرماتے ہیں‘‘ ایں چہ بوالعجبی است۔

مولوی عتیق الرحمٰن کا رسالہ خیر الانبیاء مغالطات کا مجموعہ ہے تین مغالطے قرآن کریم کی تین آیات کریمہ:

(۱) النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (الاحزاب:٦)

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔

(۱) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء : ١٠٧)

اور ہم نے آپ کو جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

(۳) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاء عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً (البقراء:١٤٣)

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے۔ تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔

اور احادیث نبویہ کے ذریعہ گیارہ مغالطے دینے کی کوشش کی ہے۔ درمیان میں کچھ ضمنی عناوین لائے ہیں۔ پھر آخر میں اقوال رجال کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کے علم غیب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ جھنڈانگری نے قرآنی آیات واحادیث نبویہ کے صحیح معنی اور اصلی مطالب کو متعین فرما کر بریلوی دلائل کو ھباءً منثورا کر دیا ہے اور ریت کی دیوار کی طرح اس کو ڈھا

دیا ہے۔

اسی طرح تردید حاضر وناظر کے حصہ دوم میں مولوی عتیق الرحمٰن بریلوی نے آپ کے رسالہ جوابات حاضر وناظر پر جو تبصرہ اور دلائل کے توڑ کی کوشش کی تھی تو آپ نے اپنے رسالہ ہی کو بنیاد بنا کر نئے سرے سے بریلوی کی مزعومات اور بکواس کا ٹھوس علمی جائزہ اور ابطال فرمایا ہے۔ ۲۵ نمبرات قائم کر کے ہر ایک نمبر کا مدلل ومسکت بلکہ دندان شکن جواب دیا ہے کہ تا قیامت اہل بدعت سے ان کا جواب نہیں بن پڑے گا۔

ایک مدت یعنی تیئیس سالوں کی خاموشی کے بعد اس کے جواب کی کوشش شواہد الشاہد کی صورت میں بطور سعی لا حاصل کی گئی تو موصوف جھنڈا نگری کی طرف سے ہمارے استاذ مولانا محمد رئیس ندویؒ نے تصحیح العقائد کے نام سے رد فرمایا۔ پھر طویل خاموشی کے بعد اس کا جواب جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے استاذ عبد المنان کی طرف سے آیا جس کی حیثیت ہفوات سے زیادہ نہیں بعدہ اس کا بھی جائزہ استاذ محترم نے کتابی صورت میں لیا ہے۔

بات رہی شواہد الشاہد اور عبد المنان مصباحی کی تحریروں کی تو ہر اچھی درست اور حق بات کے جوابات میں اوٹ پٹانگ باتیں لکھی جاتی رہی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی جیسا کہ ادیان باطلہ والوں کی طرف سے دین حق اسلام کے خلاف اعتراضات، شکوک و شبہات اٹھائے جاتے ہیں اور علماء اسلام کی طرف سے ان کے مدلل مسکت، معقول جوابات دیئے جاتے ہیں لیکن مخالفین نچلا نہیں بیٹھتے خلق خدا کو ٹھگنے اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے رطب و یابس لکھنے سے باز نہیں آتے ہیں۔ یہی حال رضا خانی بدعتیوں کا ہے

ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہئے　　　　بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے

بہر حال تردید حاضر و ناظر سے جگہ بجگہ کی عبارتوں کو نقل کرنا موجب طوالت ہوگا ۔بس ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے صرف ایک اقتباس پر اکتفاء کرتا ہوں۔

''گیارہواں مغالطہ: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً (النساء:۱۱۳) اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔

مولانا اس آیت سے نبی اکرم ﷺ کا غیب کلی اور حضور علمی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

الجواب: اول تو ہم کو تعجب ہے کہ اس کو دلائل قرآن کے باب میں کیوں نہ مندرج فرمایا گیا اور اس کو دلائل حدیث کے ذیل میں کس طرح داخل کیا گیا۔ یہ علامہ سے حل طلب ہے کہ اس بے ربطی میں ارتباط کریں؟ علامہ ''لو کنت اعلم الغیب'' کے معارضہ میں ''علمك مالم تكن تعلم'' پیش کر کے علم غیب کلی ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن اثبات ناممکن ہے۔کیونکہ آپ کی دلیل کا مدار کلمہ ما پر ہے اور کلمہ ما ہمیشہ عموم اور استغراق کے لئے نہیں آتا۔قرآن مجید میں ما بغیر عموم کے بکثرت استعمال ہوا ہے۔ایک جگہ ارشاد ہے ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے اور ایک جگہ وعلمتم مالم تعلموا أنتم ولا آبائكم یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔

ان دونوں آیتوں میں کلمہ ما اگر اس میں عموم و استغراق لیا جائے تو صحابہ کرام کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح علم کلی ماننا پڑیگا۔حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور علماء امت نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں ''علم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است'' (ارشادالطالبین ص:۱۸)

آخر کی دوسری آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک خطاب یہودیوں سے ہے تو آپ کے اخذ عموم کے مطابق لازم آیگا کہ یہودیوں کو بھی علم غیب کلی حاصل ہے۔ حالانکہ قا ئل تو آپ بھی نہ ہونگے۔''

**نــوٹ** :۔ ''اکثر مفسرین'' کا لفظ یاد رہے تاکہ آپ دھوکہ میں نہ پڑسکیں پس اسی طرح آپ کی پیش کردہ آیت کا منشاء یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو احکام شرعیہ و اہم حوادث و فتن کے معاملات کی بذریعہ وحی اطلاع دی۔ بہرحال جب آیت میں ما عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے تو علم غیب کا کلی دعویٰ خود ہی ساقط ہو گیا۔ (تردید حاضر و ناظر ص:۷۱۔۷۲)

## تیسرا مناظرہ (بڑھنی وجھنڈانگر)

۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ جمعیۃ الشبان بڑھنی وجھنڈانگر کے بینر کے تلے مولانا عبداللہ صاحب مدنیؒ کی سربراہی میں ایک عظیم الشان اہل حدیث اجلاس عام رام لیلا میدان بڑھنی میں منعقد ہوا جس میں جماعت کے نامور و معتبر خطباء شریک ہوئے۔ انھیں میں نہایت جید عالم دین و موثر خطیب، مولف و مصنف اور زبردست فاتح مناظر حضرت مولانا عبدالمبین صاحب منظرؒ سمراوی بھی شریک تھے سامعین کی بڑی تعداد تھی جلسہ گاہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، بڑا پررونق جلسہ تھا موصوف نے سنت و بدعت کے موضوع پر اپنے مخصوص رنگ و آہنگ میں خطاب کیا۔ آپ نے دلائل کے ذریعہ اہل بدعت کے رسوم

بدعیہ کی دھجیاں اڑادیں۔ بہت ساری باتوں میں سے مجھے اب تک ایک بات یاد ہے کہ اہل بدعت اپنے جلسوں کے اشتہار میں شان رسالت میں غلو کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا یہ شعر اکثر لکھا کرتے ہیں۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں    خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

موصوف نے فرمایا کہ عرش تو رحمٰن کے لئے خاص ہے الرحمن علی العرش استویٰ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔ عرش کا مالک اللہ ہے، کسی بھی چیز پر پھریرا اسی کا ہوتا ہے جو مالک ہوتا ہے اگر عرش پر محمد ﷺ کا پھریرا اڑتا ہے تو اللہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اہل بدعت غلو میں اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ اللہ کو غائب کر دیا۔

اہل بدعت میں ہلچل مچ گئی کہ ہمارا پول تو کھل چکا ہے کہیں ہماری عوام ہم سے بدظن ہو کر ادھر نہ چلی جائے ان کو روکنے کی تدبیر ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان کی طرف سے ایک رقعہ آیا جس میں لکھا تھا کہ آپ نے مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ ہمیں آپ کا چیلنج منظور ہے۔ ادھر سے منظر صاحب نے لکھا کہ یہ تو ایک تقریر تھی میں نے مناظرہ کا چیلنج تو نہیں دیا تھا لیکن اگر آپ مناظرہ کے لئے تیار ہیں تو ہمیں بھی منظور ہے۔ ان دونوں پرچوں میں سے اہل بدعت کے پرچہ کو میں نے پڑھ کر سنایا جبکہ جوابی پرچہ کو شیخ عبداللہ مدنیؒ نے پڑھ کر سنایا تھا۔

اس کے بعد تحریری سوال و جواب کا سلسلہ پورے نو دنوں تک چلتا رہا منظر رحمہ اللہ جامعہ سراج العلوم میں رہ کر لکھتے رہے ادھر غالباً دین محمد و شفیع بیڑی برادران کے یہاں اڈا رہا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ ان کا کوئی عالم کھل کر سامنے نہیں آیا۔ ان کے جتنے پرچے آئے سب میں ایک ان پڑھ شخص محمد رئیس کا دستخط ہوتا تھا جبکہ اس فتنہ کا اصل محرک مدرسہ نعیمیہ جھنڈانگر کا ایک مدرس تھا۔ لیکن وہ اوٹ میں چھپا رہا، ہم لوگ دیکھتے رہے کہ جناب

دین محمد و شفیع بیڑی کے مکان پر ہندو نیپال سرحدی علاقوں کے مولویوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا حتی کہ براؤں تک سے مولوی بلوائے گئے مگر کھل کر سامنے آنے کی ہمت کسی میں نہ ہوئی۔ منظر صاحب کے رعب سے سب کا پتا پانی ہو رہا تھا۔

تحریری پرچے دونوں جانب کے جھنڈا نگر میں لکھے جاتے تھے لیکن تقریری پروگرام بڑھنی میں ہوا کرتے تھے، منظر صاحب نے تحریر میں بھی لکھا اور تقریر میں بھی کہا کہ ایسا کیا جائے کہ آیئے آمنے سامنے بیٹھ کر باری باری پانچ پانچ منٹ ہر فریق بولے اسی میں سوال و جواب ہو۔ عوام خود فیصلہ کر لے گی کہ حق پر کون ہے لیکن وہ لوگ تیار نہیں ہوئے اور کہتے رہے کہ ہم لوگ ہفتوں یہاں اڑے رہیں گے۔

بالآخر چٹی بازار بڑھنی میں جماعت کی طرف سے جلسہ ہوا جس میں منظر صاحب رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا (النساء: ٦١)

ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رکے جاتے ہیں۔

کے تحت بھرپور انداز میں خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم دونوں مباحثہ کرلیں۔

اسی پروگرام میں مولانا حامد الانصاری انجم جمال اثریؒ نے بھی خطاب کیا تھا یہ ایک الہامی خطاب تھا جو فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ گھن گرج کی ایک جاگتی تصویر تھی۔ آپ نے قبوری مولویوں کو مُلّا نقاب پوش کہہ کہہ کر خطاب کیا اور للکارا کہ ہمت ہو تو سامنے آؤ ٹٹی کے آڑ سے شکار مت کرو، ہمارا مناظر کہتا ہے کہ آؤ پانچ پانچ منٹ گفتگو کریں

مگر تم ہفتوں ٹکنے کی بات کرتے ہو تمہارے مدرسوں میں راشن پانی ختم ہو چکا ہے؟ تم حشرات الارض کی طرح یہاں گلی کوچوں میں پھر رہے ہو شفیع بیڑی کے یہاں مرغن غذائیں توڑ رہے ہو۔ تمہارے مدرسوں کا دیوالیہ ہوگیا ہے کیا؟

ہمارا مناظر ہلکے پھلکے بدن کا ضرور ہے مگر یہ وقت کا سیف بنارسی ہے یہ اپنے اس لباس میں فاتح قادیان شیر پنجاب مولانا امرتسری ہے۔ انجم صاحب نے بلند آہنگ میں کہا کہ میں تقریر کے موڈ میں نہیں ہوں میں دعوت مبازرت دے رہا ہوں، جنگ کا نقارہ اور مقابلے کا بگل بجا رہا ہوں ہمت ہے تو سامنے آؤ۔

دوسرے روز جب مناظرے کا اسٹیج لگنے لگا تو نقض امن کے اندیشہ سے چوکی انچارج بڑھنی نے اسٹیج ہٹوا دیا اور پروگرام پر پابندی لگا دی۔

اس پورے مناظرے کے ایام میں منظر صاحب رات آکر مدرسہ میں گذارتے تھے، ہم لوگ برابر ان کے ساتھ رہے۔ اور وقتاً فوقتاً قلمی مدد بھی کرتے رہے۔

دونوں طرف کے پرچے شیخ عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس تھے اب معلوم نہیں وہ محفوظ ہیں یا نہیں؟

## ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

”اگر آپ حاضر سمجھتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے ادباً کھڑے ہو کر بیٹھ کیوں جاتے ہیں کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟ اور کیوں پاؤں پسار کے لیٹ جاتے ہیں؟ نیز یہ بتائیے کہ حضور ﷺ حاضر ہیں تو آپ کے پیچھے، دائیں بائیں ہر جانب یا صرف آگے۔ اگر کہیں کہ صرف آگے تو باقی جانب غیر حاضر ہوئے۔ اور اگر کہیں کہ آپ کے پیچھے بھی حاضر رہتے ہیں تو آپ حضور ﷺ کو پیچھے کر کے بے ادبی کیوں کرتے ہیں؟

مصیبت میں پڑا ہے سینے والا چاک داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

(نقوش منظر ص:۱۲۱)

## مدرسہ کنز العلوم رنگپور میں مناظرہ کا چیلنج

مدرسہ کنز العلوم رنگپور کلیا ضلع بارا، نیپال کا قدیم مدرسہ ہے جو بزرگوں کی یادگار ہے اس مدرسہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہاں بھی مناظرے کا ایک چیلنج ہوا جس کی بابت شیخ عبداللہ مدنی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں:

"اور ابھی چند سال قبل مدرسہ کنز العلوم السلفیہ رنگپور کلیا (نزد بیر گنج) کے ذمہ داران حضرات کو بریلوی حضرات نے مناظرہ کا چیلنج کیا اور اپنے علماء کبار کا نام مشتہر کر کے تاریخ بھی متعین کر دی۔ ذمہ داران مدرسہ نے ناچیز کو اس کی اطلاع دی اور میں نے جب حضرت مولانا سے شفقت خاص کے سہارے اس مناظرہ میں شرکت کی گذارش کی تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور ایک شب کی تکلیف دہ مسافت طے کر کے مقررہ تاریخ کو رنگپور کلیا پہونچے وہاں آپ کا پر تپاک خیر مقدم ہوا۔ اس ضعیفی میں ان کا عزم جواں دیکھ کر عوام و خواص حیران رہ گئے۔ لمبے اور تکلیف دہ سفر کے باوجود آپ میدان مناظرہ میں اترنے کے لئے مستعد تھے۔ مگر معلوم ہوا کہ فریق مخالف نے سی۔ڈی۔او (چیف ڈسٹرکٹ آفیسر) کے پاس مناظرہ نہ کرنے کی درخواست دے دی ہے۔ اہالیان رنگپور کلیا اور بیر گنج کی سعی پیہم کے بعد بھی دوبدو گفتگو کی اجازت نہ مل سکی۔ البتہ رات میں جانثاران کتاب وسنت کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ مولانا مطیع اللہ چترویدی نے موثر خطاب کیا اور حامیان بدعت کے اعمال باطلہ کی تردید کی حضرت مولانا منظر رحمہ اللہ کا بیان حسب سابق مدلل دلپذیر ہوا، میں

سمجھتا ہوں کہ اس تاریخی پروگرام کے بعد بریلویت اس علاقہ میں کبھی اپنا سر نہ اٹھا سکی۔
(نقوش منظرص:۱۱۸۔۱۱۹)

## ایک چھوٹا سا مقامی مباحثہ

ضلع کپل وستو میں جھنڈا نگر سے ۱۷۔۱۸ کلو میٹر دور شمال میں گھورہی ندی پر آباد ایک چھوٹا سا گاؤں برگدی ہے۔ یہ لوگ کدر بٹوا کے زیر اثر رہتے ہیں۔ جامعہ سراج العلوم کی طرف سے وہاں ایک مدرس دیا جاتا ہے جو بچوں کو پڑھانے کے ساتھ امامت وخطابت بھی کرتا ہے۔ آج سے پندرہ سالوں قبل مولانا شمیم احمد صاحب ندوی کی توجہ سے وہاں ایک پختہ مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے جس وقت کی بات لکھ رہا ہوں اس وقت ہم سب کے شاگرد مولوی رفعت اللہ صاحب وہاں متعین تھے وہ سرگرم اور دبنگ قسم کے آدمی ہیں انھوں نے توحید و سنت کے فروغ اور شرک و بدعت کی تردید کے لئے چھوٹے چھوٹے کئی ایک پروگرام کرایا۔ ایک پروگرام موضع جلّہیا میں کرایا دوران پروگرام اہل بدعت ایک قبر پرست مولوی کو لے کر حاضر ہوئے اور مناظرہ کی دعوت دی اہلحدیث کی طرف سے جامعہ کے استاذ مولانا عبدالمجید صاحب نے کمان سنبھالی اور میلاد و فاتحہ کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی تھوڑی ہی دیر میں وہ مولوی ڈھیر ہو گیا اور اقرار کیا کہ قرآن وحدیث میں میلاد و فاتحہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، اس کے وجوب یا سنت ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بالآخر گاؤں والوں نے اسے کوسا کہ جب کچھ نہیں جانتے ہو تو بحث کرنے کیوں چلے آئے۔ اس طرح وہاں بدعت واہل بدعت کو روسیاہ ہونا پڑا۔

☆☆☆

# فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

(الاحزاب: ٤٠)

(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔

نیپال کی زمین کو سادہ اور عوام کو سادہ لوح دیکھ کر قادیانیوں نے بھی یہاں اپنی فتنہ پردازی شروع کردی اور زیر زمین کام کرنے لگے مگر

کب تک چھپیں گی کلیاں پتوں کے آڑ میں
آخر تو کھل ہی جائیں گی فصل بہار میں

یا بقول شاعر

ان کو راہ پر لے آئیں گے ہم باتوں میں
کھل ہی جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

بات ظاہر ہوگئی اور راز کھلا کہ یہ لوگ مالی امداد کے سہارے قادیانیت کے شجرہ خبیثہ کی بیج ڈال رہے ہیں اور مختلف عیاریوں و مکاریوں سے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی تاک میں لگے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ ضلع روپندیہی کے پرسا چوراہا اور ضلع پرسا کے بیر گنج و دیہی مواضعات کو انھوں نے منتخب کیا۔ ان کی فضیحت و رسوائی اور سرکوبی میں اخوان اہل حدیث و دیگر جماعتوں کے افراد کی کوششیں شامل رہیں جس کا مختصر احوال درج کر رہا ہوں۔

ضلع پرسا میں ایک موضع کھلوچڑی ہے جہاں گدّی برادری کی اکثریت ہے یہ

لوگ عموماً ان پڑھ اور دین سے بیگانہ ہوتے ہیں مویشی پروری ان کا آبائی پیشہ ہے۔ ان کی اسی جہالت اور دین سے ناواقفیت کو بھانپ کر قادیانیوں نے اپنی سرگرمیوں کے لئے منتخب کیا۔ مسلمانوں کے بھیس میں ان کے ساتھ گھل مل کر کام کرنے لگے۔ انھوں نے غریبوں کی مالی مدد کی۔ بھینس و بیل خریدنے میں تعاون کیا۔ گاؤں کے ایک ٹولہ میں مکتب قائم کر کے مدرس کی بحالی کی۔

ان غیر اسلامی سرگرمیوں کو دیکھ کر صحیح العقیدہ نوجوان اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم نبوت کا پختہ عقیدہ رکھنے والے تڑپ اٹھے ان سب میں پیش پیش رہنے والوں میں مولانا عبداللہ فیضی اور ان کے رفقاء تھے۔ میرے شاگرد عزیزم جمشید عالم سراجی مجھے فراہم کردہ اپنی تحریری معلومات میں لکھتے ہیں:

''قادیانیت کا فتنہ جن دنوں ہندو نیپال اور دیگر ممالک میں زور پکڑ رہا تھا اسی دوران ہمارے یہاں بھی انھوں نے ڈیرہ جمایا اور ہماری بستی سے پورب ایک چھوٹی آبادی (جو اسی کا ٹکڑا ہے) انھوں نے سادہ لوح عوام کو پیسوں کی لالچ دے کر ایک قادیانی مکتب قائم کر دیا اور بچوں کو قادیانیت کی تعلیم دینے لگے۔ چنانچہ مولانا عبداللہ صاحب فیضی نے اپنے معاونین کے ساتھ بستی والوں کو لے کر سرگرم ہوئے، اور ان کے خلاف تحریک چلائی، قادیانیوں نے مناظرہ کرنے کے لئے تاریخ مقرر کی۔ ادھر سے مولانا عبداللہ صاحب فیضی خود آگے آئے اور اپنے ساتھ مدرسہ منظر العلوم بلی رامپور کے کچھ اساتذہ کو بلا لیا جس میں مولانا محمد علی سلفی صاحب مدنی بھی تھے جو فی الحال صوبہ بہار کی جمعیۃ اہل حدیث کے امیر ہیں۔ چنانچہ وقت متعین پر دونوں فریق اکٹھا ہوئے، لیکن قادیانی مناظر مناظرہ سے گریز کرتے ہوئے ادھر ادھر چھپنے لگے، جس سے موقع پر موجود عوام نے انھیں پکڑ کر خوب پٹائی کی اور جگرناتھ پور کے لوگ انھیں پکڑ کر اپنے یہاں لے گئے۔ اور وہاں سے ان کو کھدیڑ دیا گیا۔ جس کے بعد وہ دوبارہ لاکھ کوشش کے باوجود یہاں قدم نہ جما سکے اور یہاں سے ان کا

صفایا ہوگیا۔اس کے بعد قادیانیت کی مخالفت میں وہاں دو جلسے کرائے گئے جس میں مقامی علماء کے ساتھ بلی رامپور کے اساتذہ اور حشمت اللہ چترویدی کو بھی بلایا گیا۔ یہ جلسے کامیاب رہے اور اللہ کے فضل سے آہستہ آہستہ باطل دبتا چلا گیا۔(قلمی تحریر مولانا جمشید عالم سراجی)

بالکل یہی باتیں ٹیلیفونی گفتگو میں مولانا راز محمد سلفی (کھلوجڑی) نے بھی بتائیں، البتہ انھوں نے یہ اضافہ کیا، یہ ۱۹۹۰ء۱۹۹۱ء کے آس پاس کی بات ہے انھوں نے مزید کہا کہ ان کا کچھ اثر ابھی بھی باقی ہے کچھ ضعیف العقیدہ لالچی لوگ ان کے جال سے آزاد نہیں ہوئے ہیں ان کا دفتر بھی کاٹھمانڈو میں قائم ہے۔

بات جب کاٹھمانڈو کی آگئی تو میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ آج سے گیارہ سال پہلے کی بات ہے میں دہلی جانے کے لئے گونڈہ ریلوے اسٹیشن سے ستیہ گرہ اکسپریس پر سوار ہوا تو دیکھا میرے برتھ والے حصہ میں چند افریقی نسل کے مردوزن سوار ہیں اور وہ گورکھپور سے آرہے ہیں۔اولاتو مجھے یہ سوچ کر الجھن ہوئی کہ یہ افریقی لوگ ہیں ان کی زبان الگ اورانداز الگ اب تو دہلی تک مجھے خاموش کسی اجنبی کی طرح سفر کرنا پڑے گا جب ٹرین کچھ آگے بڑھی تو میں نے خاموشی توڑتے ہوئے انگلش میں ان سے سوال کیا کہ آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جائیں گے تو انھوں نے بتلایا کہ گورکھپور سے دہلی جارہے ہیں انھوں نے بتلایا کہ ہم لوگ امریکن ہیں اور کاٹھمانڈو گھومنے گئے تھے۔کاٹھمانڈو کا نام سنتے ہی میرا اشتیاق بڑھا کہ مزید ان سے گفتگو ہولیکن انگلش بولنے میں مجھے پریشانی ہورہی تھی تو میں نے سوال کیا کہ آپ لوگ کس دین سے تعلق رکھتے ہیں تو انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں میں نے کہا کیا آپ لوگ عربی بولنا جانتے ہیں تو فوراوہ عربی میں باتیں کرنے لگے جس سے مجھے خوشی ہوئی اور باہم دلچسپی کے موضوعات پر تبادلہ خیال ہونے لگا۔میرے سوال پر انھوں نے کاٹھمانڈو میں اپنے قیام کی بابت کسی ہوٹل کا نام لیا اور مجھ سے پوچھا کہ نیپال میں قادیانی ہیں تو میں نے لاعلمی ظاہر کی۔انھوں نے کہا نہیں میرے روم پر کچھ قادیانی اپنا لٹریچر

لے کر پر چار کرنے آئے تھے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خفیہ طور سے ان کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہ اپنے باطل عقیدہ ومشن کے لئے کتنے متحرک ومنظم ہیں۔ ظاہر ہے کاٹھمانڈو ایک گراں جگہ ہے وہاں قیام وطعام وغیرہ کے اخراجات کافی کچھ آتے ہیں لیکن ان کے پرچارک وہاں موجود ہیں۔ یہ اہل اسلام بالخصوص علماء کرام کے لئے فکرمندی کا موضوع ہے۔

قادیانیوں کی سرگرمیوں اوران کی سرکوبی کی بات چل رہی ہے تو ضلع روپندیہی میں ان کی خفیہ دعوت کا ذکر کردوں کہ ۱۹۹۴ء کی بات ہے پرساچوراہا پر بھی شرافت حسین نامی ایک قادیانی پرچارک آ گیا۔ اور عوام میں اپنا ایک مقام بنالیا حتی کہ پرساچوراہا کی مسجد میں دوتین خطبہ جمعہ بھی دیا۔ یہ علاقہ اچھی اہل حدیث آبادی والا ہے۔ بڑے غور وفکر کے بعد اس کوان لوگوں نے ٹارگیٹ کیا ہوگا۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے میرے شاگرد مولانا محمد نسیم مدنی سلمہ اللہ کو کہ انھوں نے اس فتنے کو تاڑا۔ ہوا یہ کہ قادیانی بڑا چرب زبان اور خوش اخلاق تھا۔ دوتین خطبوں کے ذریعہ اپنی پذیرائی دیکھ کراس نے اپنے عقیدہ وفات مسیح کا اظہار کردیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ مولانا محمد نسیم مدنی کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے اس کے خطبہ پر پابندی عائد کردی اور مسجد میں اس کا داخلہ ممنوع کردیا۔ ایک جمعہ کو جب مدنی سلمہ خود خطبہ دے رہے تھے دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل ہو چکا ہے تو موصوف نے اعلان کیا کہ:

بھائیو! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری صفوں کے درمیان ایک غیر مسلم گھس آیا ہے دو نوجوان فوراً اٹھیں اور بازو پکڑ کراسے گھسیٹتے ہوئے باہر کردیں، چنانچہ سفارش علی اور ایک کوئی اور نوجوان اٹھے پکڑ کراس کو باہر کردیا۔

اس کے کچھ حمایتی پیدا ہو گئے تھے مولانا محمد نسیم مدنی نے میرے حسب مشورہ جلسہ کا پروگرام رکھا جس میں مقامی علماء میں سے مولانا امجد صاحب نیپالی وغیرہ شریک رہے اور

جھنڈا نگر سے خطیب الاسلام جھنڈانگری اور راقم شریک ہوئے۔ قادیانیت پر تقریریں ہوئیں، مسلمانوں کی غیرت کو جگایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ قادیانی کافر ہیں یہ امت کا متفقہ فیصلہ ہے یہ اپنے کو نہ مسلمان کہہ سکتے ہیں نہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے سماجی بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا مزید یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اگر کوئی مسلمان قادیانی سے تعلق رکھے گا تو اس کا بھی سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا۔

اتنا کچھ کرنے پر وہ شخص وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ مولانا محمد نسیم مدنی کا یہ بڑا یادگار کارنامہ ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا عن الاسلام والمسلمین.

## ایک مناظرہ جو نہ ہوسکا :

۱۹۹۷ء کا ذکر ہے کہ بیر گنج کے مضافات میں سے موضع جیت پور سے مولانا محمد نسیم ندوی جھنڈانگر تشریف لائے تا کہ یہاں سے علماء کو لے جا کر قادیانیوں سے مناظرہ کرائیں ۔ وہاں قادیانی مناظرہ بلکہ مباہلہ کا چیلنج کر رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبداللہ صاحب مدنی رحمہ اللہ نے جامعہ کے اندر میری آفس میں ایک میٹنگ منعقد کرائی جس میں متعدد علماء شریک ہوئے بعد غور وخوض طے پایا کہ راقم سطور اور مولانا عبدالمجید صاحب مدنی وہاں جا کر اس فتنہ کی سرکوبی کریں ۔ ہم دونوں مولانا محمد نسیم ندوی کے ہمراہ روانہ ہوئے اور چنروٹہ پہونچ کر بیر گنج جانے والی بس کا انتظار کرنے لگے کہ اتنے میں بذریعہ فون بیر گنج سے اطلاع آئی کہ قادیانی فرار ہو گئے ہیں۔ لہذا ہم لوگ وہاں سے واپس جامعہ چلے آئے۔

مجھے یہی اندازہ تھا کہ وہ لوگ سامنا نہیں کریں گے چنانچہ اللہ کی مہربانی سے ایسا ہی ہوا رب العالمین ہم سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور خاتم النبیین ﷺ کے باغیوں کو ہلاک وبرباد کرے۔ ( آمین )

☆☆☆

# مولانا سلمان ندوی کے ہفوات پر

## مولانا شمیم احمد ندوی حفظہ اللہ کا تعاقب ومحاسبہ

اس وقت علماء کے لبادہ میں کچھ افراد رفض وتشیع کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں ان کی تحریروں وتقریروں سے روح حق وصداقت کو تکلیف محسوس ہو رہی ہے انھیں میں سے ایک نام مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا ہے۔ موصوف نے جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض کے چشمہ صافی سے سیرابی حاصل کی تھی لیکن اب معلوم نہیں کہاں کا گدلا پانی پی لیا کہ ان کا مزاج بگڑ گیا اور مملکت توحید سعودی عرب اور اس کے شاندار بے نظیر کارناموں نیز سلفیت کے خلاف گھناؤنے الفاظ بول کر اپنی فکر ونظر کی بابت شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔

ان کے ہفوات کا تعاقب ومحاسبہ بلکہ رد وابطال بہتوں نے کیا ہے لیکن ہندوستان میں میرے ہم سبق ساتھی مولانا عبد المعید صاحب مدنی (علیگڈھ) اور نیپال میں مولانا شمیم احمد ندوی صاحب کا نام بہت نمایاں ہے۔ مولانا شمیم احمد ندوی صاحب نے مندرجہ ذیل تحریروں کے ذریعہ ان کا رد وابطال فرمایا ہے اور ان کی پرفریب تحریروں وتلبیسی خیالات کا پول کھول کر رکھ دیا ہے ان تحریروں کا یقیناً آل سعود اور ان کی حکومت کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں والزام تراشیوں کی تردید میں بڑا رول رہا اور سلفیت کے خلاف دریدہ دہنی کا مثبت حق ادا ہوا۔

یہ نیپال کی دعوتی تاریخ میں ایک بہترین کارنامہ ہے، مولانا سلمان حسینی ندوی نے احسان فرموشی کی بدترین مثال قائم کرتے ہوئے سعودی حکومت کو منبع شر وفساد اور شیطنت کا گہوارہ قرار دینے کی بھرپور کوشش کی اور مملکت توحید کی رفاہی وفلاحی خدمات اور

شرعی قوانین کے نفاذ کی کوششوں کوسبوتاژ کرنے کی سعی نامشکور کرتے ہوئے بالآخر رفض و تشیع کی گود میں بیٹھ گئے۔ انھوں نے اپنے مذموم مقاصد کی ابتدا اس وقت کی جب بعض عوامی جلسوں میں انھوں نے سعودی حکومت کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالا اور اسے بدی کا محور قرار دیا پھر اپنے ماہنامہ مجلّہ بانگِ حرا میں کئی مضامین قلمبند کرکے اس کے کردار کو داغدار ثابت کرنے کی کوشش کی ،اس کے لئے منظم طر سے باقاعدہ ایک مہم چلائی انھوں نے ماہنامہ بانگِ حرا کے ایک ہی شمارہ میں سعودی عرب پر بے سروپا الزامات لگاتے ہوئے کئی مضامین مختلف عناوین سے قلمبند کیا ان میں ایک عنوان تھا ’’یہ ہیں آل سعود جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود‘‘ اس میں بہت ہی جارحانہ ودل آزارانہ انداز اختیار کرتے ہوئے سعودی حکمراں خاندان کو ہر برائی کا محور اور اسے فساد کی جڑ قرار دیا، اس کی تمام تر اسلامی، فلاحی ورفاہی اور انسانی خدمات کا ڈھٹائی و بے شرمی کے ساتھ انکار کیا، ان کی اس حرکت پر علماء اہل حدیث نے فوری نوٹس لیا لیکن جن لوگوں نے ان کا پورے تسلسل کے ساتھ تعاقب کیا اور ان کے جھوٹ وفریب اور مغالطہ انگیزیوں کی پول کھولی ان میں ہندوستان میں مولانا عبدالمعید مدنی اور نیپال میں مولانا شمیم احمد ندوی پیش پیش تھے۔

مولانا شمیم احمد ندوی جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر سے شائع ہونے والے اردو مجلّہ ماہنامہ السراج کے مدیر مسئول ہیں اور پابندی کے ساتھ اس کا اداریہ تحریر کرتے ہیں انھوں نے سلمان حسینی کی اس شرارت کا بروقت نوٹس لیا، ماہنامہ السراج میں مسلسل چار قسطوں میں اس موضوع پر اداریہ لکھا ،اس میں سعودی حکومت کی آب زر سے لکھی جانے والی خدمات کو پیش کیا اور تفصیل سے بتایا کہ آل سعود کے زمام اقتدار سنبھالنے سے قبل سعودی عرب میں امن وامان اور حج وعمرہ کے انتظامات کی کیا حالت تھی، چوری ولوٹ مار اور بدامنی

کی وجہ سے لوگ حج کا سفر کرتے ہوئے خائف وہراساں رہتے تھے اسی طرح اس بے آب وگیاہ صحراء میں اشیائے خوردونوش کی کمیابی بالخصوص پانی کی نایابی کا حال یہ تھا کہ بسا اوقات حاجی کی جان پر بن آجاتی تھی، بدامنی کا حال یہ تھا کہ ایک ایک ریال کے لئے بھی حاجی کا قتل بدووں کے ہاتھوں ہو جاتا، اور وہ اسے اپنا رزق سمجھتے تھے۔ ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے اپنی حکمت ودوراندیشی اور اپنے مثالی اقدامات سے امن وامان قائم کیا اور پانی کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ وہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا اور سب کو انصاف فراہم کیا۔اسی طرح قرآن وسنت کو حکومت کا دستور قرار دیا اور ہر طرح کے ظلم وناانصافی کا خاتمہ کیا، اس سلسلہ وار مضمون میں حج وعمرہ کے لئے کئے جانے والی مثالی اقدامات اور شہریوں کے لئے مختلف طرح کی سہولیات ومراعات کو جس طرح انھوں نے عام کیا اس سے عوام میں ان کی حکومت کا اعتماد بحال ہوا اور ترقی وخوش حالی اور امن وامان کا دور دورہ ہوا۔

چار قسطوں پر مشتمل اس سلسلہ وار مضمون میں سلمان حسینی کے جھوٹ کا دلائل کے ساتھ پردہ فاش کیا گیا ہے اور مسلمانان عالم اور اسلامی حکومتوں پر سعودی حکومت کے احسانات گنائے گئے ہیں، وہی احسانات جن کا سلمان حسینی نے بے شرمی کے ساتھ انکار کیا تھا۔ یہ مضمون تقریباً ۳۵ پینتیس بڑے سائز کے صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

پھر مولانا سلمان حسینی ندوی نے کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد سعودی عرب کے خلاف کسی ٹی وی چینل پر بیان دیا اور خاشقجی کے قتل میں حکمراں طبقہ کو ملوث کرنے کی کوشش کی اس کے علاوہ سعودی عرب پر کچھ دوسرے بے سروپا الزامات لگانے کے ساتھ اپنے بے بنیاد دعووں کو ندوۃ العلماء کا موقف قرار دینے کی کوشش کی، جو کسی طرح درست نہیں تھا۔ کیونکہ ندوۃ العلماء کا موقف وہی مانا جاتا ہے جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے وقت میں ندوہ کے لئے قائم کیا تھا۔چنانچہ سلمان حسینی کی اس غلط بیانی کے خلاف مولانا شمیم احمد

ندوی نے ''سید عالی وقار کی گل افشانی گفتار اور ندوہ کا کردار'' کے عنوان سے پھر پانچ قسطوں میں السراج میں اداریہ لکھا جس میں ثابت کیا کہ سلمان حسینی جسے ندوہ کا موقف قرار دے رہے ہیں وہ ندوہ پر ایک الزام سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس مضمون میں مولانا علی میاں ندوی کی تحریروں وتقریروں کے حوالہ جات کے ساتھ مولانا شمیم احمد ندوی نے ثابت کیا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سعودی حکمراں خاندان کے ہمیشہ مداح رہے اوران کی بے نظیر اسلامی خدمات کی ہمیشہ تحسین بھی کرتے رہے اوراس حکومت کی طرف سے ملنے والے اعزازات ومراعات سے فائدہ بھی اٹھاتے رہے ساتھ ہی وہاں کے حکمرانوں کو ناصحانہ وخیر خواہانہ مشورے بھی دیتے رہے، اس طویل مضمون میں جوتقریباً بیالیس صفحات پر مشتمل ہے ۔ندوہ کا اصل موقف اور کردار واضح کیا گیا ہے اور سعودی حکومت کی خدمات کو سامنے لانے کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا علی میاں ندوی اور ندوۃ العلماء سعودی خدمات کا ہمیشہ معترف ومداح رہا ہے لیکن سلمان حسینی اس بدیہی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے سعودی حکومت وہاں کے علماء وائمہ اور وہاں کے حکمرانوں کو وقتاً فوقتاً کٹہرے میں کھڑا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

مولانا شمیم احمد ندوی کا قلم ایک باراس وقت حرکت میں آیا جب سلمان حسینی ندوی نے بابری مسجد کا سودا کرنے اوراس کی زمین کو مندر بنانے کے لئے ''فی سبیل اللہ'' ہندوؤں کے حوالے کرنے کی کوشش کی۔ اس سے پورے برصغیر میں ایک بے چینی واضطراب کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے سلمان حسینی کو لعن طعن کیا جانے لگا تو مولانا شمیم احمد ندوی نے بھی اس موقع پر غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا اسلامی فریضہ ادا کیا اور سلمان حسینی کی اس بے غیرتی اور مفاد پرستی پر سخت الفاظ میں نکیر کی اوراس موضوع پر اداریہ تحریر کیا۔ پھر جب بابری مسجد ملکیت مقدمہ کا حق وانصاف کی دھجیاں اڑانے والا بدنام زمانہ فیصلہ آ گیا جس

سے نہ صرف ملک میں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اندر صف ماتم بچھ گئی اور وہ غم واندوہ کی ناقابل بیان کیفیت کے شکار ہوئے تو اس موقع پر ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے سلمان حسینی ندوی کچھ ابن الوقت اور گمنام قسم کے لوگوں کو لے کر یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی ادتیہ ناتھ سے ملاقات کرنے ان کو اس فیصلہ پر مبارکباد دینے اور پانچ ایکڑ کی اعلان شدہ زمین طلب کرنے کے لئے ان کے پاس پہونچ گئے اور ابن الوقتی اور موقع پرستی کی ایک گھناؤنی مثال پیش کی ۔ اس موقع پر بھی مولانا شمیم احمد ندوی نے السراج میں اس حرکت شنیعہ کے خلاف مضمون لکھا۔

یہ ساری چیزیں پورے تسلسل سے یا وقفہ وقفہ سے چل ہی رہی تھیں کہ سلمان حسینی نے انسانیت وشرافت اور ایمان کی ساری حدیں اس وقت پار کر دیں اور اپنے رفض وتشیع کا اس وقت ثبوت فراہم کر دیا جب انھوں نے پورے دم خم کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے خلاف محاذ کھول دیا اور ان میں سے کئی ایک کو کٹہرے میں کھڑا کرنے کی ناپاک کوشش کی اور ان میں سے بالخصوص ان صحابہ کو جن کا تعلق اموی خاندان یا حکومت بنی امیہ سے کسی بھی طرح تھا۔ عہدوں ومناصب کا لالچی، جھوٹا مکار اور خائن وغدار قرار دیا اور ان کے لئے ایسے گھناؤنے الفاظ استعمال کئے جو کسی عام انسان یا کسی شریف آدمی کے لئے استعمال کرنا کوئی گوارہ نہیں کر سکتا پھر صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو منافق اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے بلند پایہ راوی حدیث کو بزدل وڈرپوک، عقل ودرایت سے محروم اور تفقہ وثقاہت سے عاری قرار دیا۔ حتی کے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک کو انھوں نے نہیں بخشا اور اس طرح یہ ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ رفض وتشیع کے علمبردار اور مجوسیت کے پیروکار ہوتے جا رہے ہیں اور سبائی فتنہ کو نئی رنگ وآہنگ کے ساتھ ہوا دینے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں اس طرح کی گستاخیاں وہی شخص برداشت کر سکتا ہے جو

ایمانی غیرت اور صحابہ کی محبت سے پوری طرح محروم ہو۔ چنانچہ اس موقع پر ندوی، دیوبندی اور اہل حدیث علماء سبھی مکاتب فکر کے لوگ سلمان ندوی کے خلاف میدان میں آگئے۔ مولانا شمیم احمد ندوی بھی اس موقع پر بھلا کیوں کر خاموش رہ سکتے تھے انھوں نے ماہنامہ السراج میں ایک قیمتی مقالہ قلمبند کیا اوران کی گمراہ کن فکر کے تار و پود بکھیر دیئے اوران کو گستاخ صحابہ قرار دیا۔

ابھی حال ہی میں جب مولانا سلمان حسینی ندوی نے صحابہؓ کے خلاف محاذ کھولا اور اول فول بکنا شروع کیا تو جامعہ سراج العلوم نے پھراس کا نوٹس لیا اور مولانا شمیم احمد ندوی نے ذمہ دار اساتذہ کے ساتھ ردعمل کے اظہار کے لئے مشورہ کیا جن میں یہ راقم الحروف خورشید احمد سلفی اور ڈاکٹر عبدالغنی القوفی بھی شامل تھے۔ پھر مولانا سلمان ندوی کی اس جسارت بیجا اور صحابہ کرام کو ہدف تنقید بنانے کے خلاف قرارداد مذمت پاس کی اور اسے جامعہ کے لیٹر پیڈ پر لکھ کر سوشل میڈیا کے ذریعہ عام کیا۔

اس طرح جب جب سلمان حسینی ندوی نے ہفواتِ وخرافات کا پٹارہ کھولا، اپنی دریدہ دہنی و بدنیتی کا اظہار کیا اور صحابہ کرامؓ کے خلاف سب وشتم کی روش اپنائی مولانا شمیم احمد ندوی نے اس پر بروقت گرفت کی۔ اللہ کی توفیق سے ان کو مسکت و مدلل جواب دیا۔

☆☆☆

# فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (الحشر:۷)

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔

برصغیر کے تناظر میں فتنۂ انکار حدیث کا گہوارہ تو پنجاب تھا لیکن اس کے چیلے اور گماشتے ہندوستان کے مختلف جگہوں سے ٹھوکریں کھاتے ذلیل وخوار ہوتے ہوئے نیپال میں آپہونچے۔ یہ بیسویں صدی عیسوی کے بالکل آخری دہے کا قصہ ہے کہ ہمارے ضلع گونڈہ (موجودہ بلرامپور) کا ایک مولوی ٹھگتے کھاتے نیپال کے ضلع دانگ میں پہونچ گیا وہ لطیفہ گو اور مسخرہ تھا۔ اپنی خوش گپیوں اور مسخراپن کے ذریعہ کچھ لوگوں کو شکار کرلیا۔ آہستہ آہستہ بات کھلنے لگی۔ اب برملا صحت احادیث اور اس کی تشریعی حیثیت پر اعتراضات شروع ہوگئے، گھوڑاہی ضلع دانگ کے اخوان جماعت میں بے چینی پیدا ہونا فطری امر تھا۔ چنانچہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر سے ایک وفد وہاں پہونچا لوگ یکجا ہوئے۔ ایک حافظ عبدالعلیم ہوا کرتے تھے ان کو طلب کیا گیا کچھ سوالات وجوابات کے بعد وہ ڈھیر ہو گئے اور مجمع عام میں توبہ کیا اس افہام وتفہیم میں مولانا عبدالمجید صاحب مدنیؒ سربراہ تھے۔

مباحثے کے بجائے افہام وتفہیم کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ جتنے بھی منکرین حدیث تھے سب کے سب جاہل حافظ اور علوم دینیہ سے کورے تھے اسی وجہ سے اس فریبی مولوی کا شکار ہوگئے تھے۔

اسی طرح دعوت وتبلیغ کے مقصد سے ہم چار نفر یعنی میں بذات خود، شیخ عبدالمجید مدنی، شیخ فضل حق مبارکپوری اور مولانا انیس الرحمٰن مدنی دانگ ضلع کے موضع امواجارہے

تھے۔اس سفر کی مکمل روئداد سفرناموں میں آئے گی۔(ان شاء اللہ)

بذریعہ بس سفر کے دوران لمہی بازار میں ایک منکر حدیث سے ملاقات ہوگئی۔گفتگو شروع ہوئی،اس نے وہی غلام جیلانی برق والے اعتراضات دہرانا شروع کیا میں نے ہر اعتراض کا مدلل ومسکت جواب دیا پھر میں نے سوال شروع کیا کہ آپ مسائل نماز کے جزئیات کوقرآن سے ثابت کریں تو وہ لاجواب ہوگیا وضوء کے مسائل میں لاجواب ہوگیا اور وہ برابر یہی کہتا رہا کہ آپ صلوٰۃ المومنین پڑھ لیں تو سب کچھ معلوم ہوجائیگا میں کہتا تھا کہ آپ نے کیا پڑھا اور سیکھا ہے بتایئے۔میں نے کہا کہ قرآن میں نکاح کا حکم موجود ہے لیکن تمام مسائل قرآن سے ثابت کرو اس پر بھی لاجواب ہوگیا۔اتفاق کہ وہ اپنی بیمار والدہ کی عیادت کے لئے تلسی پور جا رہا تھا۔ہم نے کہا کہ تسلیم کرلیں خدانخواستہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو غسل وکفن،جنازہ،تدفین کے تمام مسائل کوقرآن سے ثابت کرو۔بالآخر اس کو کہنا پڑا کہ میں کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔سن سنا کر کچھ جانکاری ہوگئی ہے آخر ہم لوگوں نے اس کو اس گمراہی سے دور رہنے اور سنت کوحرز جاں بنانے کی تلقین کی۔

اسی گروپ کے ایک شخص ہمارے جھنڈانگر میں بھی پکڑے گئے۔وہ چھپ چھپا کر انکار سنت سے متعلق پمفلٹ کچھ لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیا کرتے تھے وہ بھی حافظ تھے بالآخر ان سے بھی باتیں ہوئیں اور جھنڈانگر کی جامع مسجد میں مصلیان کے سامنے میں نے ان سے تحریری توبہ نامہ پڑھا کر معافی منگوایا۔انکار حدیث کی اس فضیحت میں شیخ فضل حق مبارکپوری اور الحاج عبدالرحیم ادریسی کی جد وجہد قابل قدر رہیں۔

## انکار حدیث کی سرکوبی میں خطیب الاسلام کا کارنامہ:

فتنہ انکار حدیث کی دو صورتیں ہیں ایک خفی ایک جلی۔ جلی تو وہ ہے جس میں

احادیث کے حجت شرعیہ ہونے کا قطعی انکار کیا جاتا ہے۔اس میں مبتلا عالم عرب میں بھی لوگ پائے گئے جیسے ابوریّہ اور برصغیر میں مولوی عبداللہ چکڑالوی، مستری رمضان، غلام جیلانی برق اور پرویز وغیرہ اس کی پوری تفصیل اور معلومات کے لئے فاضل یگانہ شیخ صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ کی کتاب زوابع فی وجه السنة قديماً وحديثاً ۔اور اس پر علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کا مقدمہ دیکھنا مفید ہوگا۔خفی وہ ہے جس میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر کے ذہن کو بگاڑنے اور خلاف سنت ماحول تیار کرنے کی ناپاک حرکتیں کی گئی ہیں اس کے سرگروہ میں مولانا مودودی کا نام بھی شامل ہے۔

مولانا مودودی کے ہفوات وخیالات اور خلاف سنت ان کی تحریروں کا جائزہ جماعت کے متعدد اہل قلم بالخصوص شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے لیا ہے اسی سلسلۃ الذہب دفاع عن الحدیث کے باب میں خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔آپ نے نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری کے نام سے نہایت علمی وتحقیقی رسالہ تالیف فرمایا ہے جو دفاع عن الحدیث والمحدثین کے باب میں بڑا کارنامہ ہے۔یہ کتاب اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کی وجہ تالیف خطیب الاسلام نے لکھا ہے کہ جیل سے رہائی کے بعد مولانا مودودی نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ کوئی بھی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بخاری ومسلم میں موجود تمام کی تمام روایات صحیح ہیں۔

بہر حال جھنڈانگری نے صحیح بخاری کی صحت اوراس کے مقام ومرتبہ کونہایت ٹھوس دلائل کے ذریعہ ثابت کردیا ہے۔

اسی طرح منکرین حدیث ایک شبہ یہ ابھارتے ہیں کہ احادیث کی تدوین بہت بعد میں ہوئی ہے لہذا وہ تحریف وتبدیلی اور غلطی سے پاک نہیں ہے۔

جھنڈانگری نے اس بدبودار شبہ کے دفعیہ میں کتاب صیانۃ الحدیث تحریر فرما کر ثابت کیا ہے کہ عہد نبوی سے لیکر عہد محدثین تک ہر دور میں احادیث کی حفاظت وصیانت کا زبر دست کام ہوتا رہا۔ہم تک جو احادیث پہونچی ہیں وہ ہر شک وشبہ سے پاک وصاف اور بالاتر ہیں۔

☆☆☆

# نیپال میں اہل حدیث صحافت

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو گر توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

ہر دور میں صحافت ایک مسلمہ اہمیت و ضرورت رہی ہے، تمام ہی ترقی یافتہ و متمدن اقوام نے اس کو بطور وسیلہ اپنایا ہے اور اسے اپنے افکار و خیالات کی نشر و اشاعت اور اس کے ذریعہ مخالف کا رد و ابطال کیا ہے اس سلسلہ میں، میں اپنے ہی ایک مضمون سے اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

" خیالات و نظریات کی نشر و اشاعت، عقائد و اعمال کی ترسیخ و اصلاح میں خطابت و صحافت کا زبردست رول ہوا کرتا ہے۔ اس کا آلہ خیال و قلم ہے ان کے ذریعہ وقت کے رخ اور دریاؤں کے دھاروں کو موڑا جا سکتا ہے۔ گویا صحافت تلوار کی دھار ہے جو بہت تیز اور باریک ہے کہ اس سے دفاع اور ہجوم و یلغار دونوں طرح کا کام لیا جا سکتا ہے۔ ۔صحافت روشنی ہے جس سے ظلمت کو مٹایا جا سکتا ہے یہ ایسا رنگ ہے کہ دوسرے کے وجود کو محو کر سکتا ہے۔ صحافت بیگانوں کو اپنا اور دیوانوں کو ہوشیار، غافلوں کو متنبہ کر دیتی ہے۔ عاجزوں و درماندوں کو قوت و حوصلہ بخش دیتی ہے۔ سوئے ہوؤں کو بیدار اور بیداروں کو سوئے منزل رواں دواں کر دیتی ہے۔ یہ مخالفوں کو موافق اور ہم خیالوں کو مخالف بنا دیتی ہے۔ غرضیکہ یہ ذریعہ انقلاب و اصلاح ہے، ذریعہ تعمیر و ترقی اور وسیلہ تخریب و بربادی ہے اور آلہ قتل و خونریزی، آلہ قتل و آتش زنی ہے۔ اس کے ذریعہ سماج سنورتا اور بگڑتا بھی ہے اور قومیں ترقی و تنزلی سے دوچار بھی ہوتی ہیں۔

اپنے پڑوسی ملک ہندوستان پر نظر ڈالیں کہ صحافت نے وہاں کیا زبردست اثر

دکھایا ہے پورے ملک پر انگریز قوم غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے تھی ملک و باشندگان ملک کو غلام بنائے تھی۔ ملک کے تمام وسائل پر ان کا قبضہ تھا حساس دل جیالوں میں آزادی کی چنگاری چمکی جوانوں نے قوت بازو، خطیبوں نے اپنی شعلہ بیانی، شاعروں نے شاعری کے ذریعہ جنگ آزادی کی تحریک میں حصہ لیا، اہل قلم صحافیوں نے صحافت کے ذریعہ آزادی کا صور پھونکا۔ دیگر تمام اخبارات ورسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے جب ہم مولانا آزاد کی صحافت پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ انھوں نے الہلال اور البلاغ کے ذریعہ محبان وطنوں میں آزادی کی ایسی روح پھونک دی کہ وہ سروں پر کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے اور انگریزوں کے خلاف جنگ کا بگل بجادیا۔ انگریز نے ان کے جذبہ حریت کو کچلنے کی لاکھ تدبیریں کی لیکن اس کی گولیاں، تلواریں، قید و بند کی صعوبتیں، تختہ دار اور کالا پانی کی سزائیں آزادی کے متوالوں کے لئے سد راہ نہ بن سکیں۔ مولانا آزاد نے اپنی پرسوز تحریروں کے ذریعہ جس میں غلام قوموں کے برے انجام ان کی ذلت ونکبت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ اہل وطن تڑپ اٹھے ان کی بربادیوں کی ایسی تصویر کشی کی کہ وہ انگریزوں کے خلاف بھڑک اٹھے ایسا دردناک لہجہ اپنایا کہ دل پگھل گئے اور ایسی جاں توڑ لڑائی کی گئی کہ لاکھوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ہزار ہا ہزار کو دریائے شور عبور (کالا پانی) کی سزادی گئی۔ مکانوں پر بلڈوزر چلائے گئے محلّہ کے محلّہ ویران و برباد ہو گئے۔ بالآخر آزادی کی صبح درخشاں ہزار ہا ہزار مسرتوں کے ساتھ طلوع ہوئی اور انگریز غاصب کو اپنا بوریہ بستر سمیٹ کر یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔

(ماہنامہ البینہ مرچیا دعوت وصحافت نمبر اکتوبر ونومبر ۲۰۱۴ء)

اب ہم یہاں نیپال سے شائع ہونے والے جماعتی رسائل کا کچھ تذکرہ کر رہے ہیں۔

## ماھنامه السراج جھنڈا نگر

نیپال سے شائع ہونے والے اردو رسالوں میں سب سے کثیر الاشاعت معیاری، مقبول ترین رسالہ ہے اس کا اجراء کب اور کیسے ہوا اس کی بابت میں اپنی ہی ایک تحریر کا اقتباس دے رہا ہوں۔

۱۹۹۴ء کی ایک یادگار، نورانی رات تھی جب محترم مولانا محمد ہارون صاحب سلفی کی تحریک پر کدربٹوا میں الحاج بھیا عبدالرشید خاں کے دولت کدہ پر ایک نشست منعقد ہوئی جس کے شرکاء حسب ذیل حضرات تھے۔ (۱) خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانیؒ (۲) الحاج بھیا عبدالرشید خاں صاحب (۳) مولانا شمیم احمد ندوی صاحب (۴) مولانا محمد ہارون سلفی صاحب (۵) راقم خورشید احمد سلفی

اس نشست کا موضوع جامعہ سے ایک ماہنامہ کا اجراء تھا، میں نے اور محترم مولانا محمد ہارون صاحب نے مجلّہ کے اجراء کی پرزور وکالت کی، مولانا شمیم احمد ندوی و بھیا عبدالرشید صاحب نے اس کی پرزور تائید کی۔ ہم لوگ خطیب الاسلام کے مثبت جواب کے منتظر تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی اتفاق کیا جس سے ہم سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اس مجلس میں مولانا شمیم احمد صاحب کو ماہنامہ کا مدیر مسئول مقرر کیا گیا اور مجلّہ کا نام سراج العلوم کی مناسبت سے السراج منتخب کیا گیا۔ جون ۱۹۹۴ء میں اس پرچہ کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا جو تا امروز باقاعدگی کے ساتھ مسلسل توحید وسنت کی کرنیں بکھیر رہا ہے۔ (ماہنامہ السراج خطیب الاسلام نمبر)

مولانا عبدالمبین ندوی (بیت نار) کو بطور معاون مدیر لایا گیا میں نے فہرست عناوین کے لئے ترتیب مضامین اور اداریہ کے کالم کے لئے تجلیات کا عنوان چنا، نیز مونو گرام کے لئے " وجعلنا سراجا وهاجا " کی آیت منتخب کی، مدیر مسئول کے قلم سے

تحریر شدہ اداریہ کا موضوع حفیظ جالندھری کے شعر

''اسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا ہمیشہ سر جھکا رہتا ہے جس کے در پہ خامے کا''

سے لیا گیا۔ بس شاہنامے کے بجائے ماہنامہ کا لفظ بدل دیا گیا تھا۔

اس کی مزید تفصیل مولانا شمیم احمد ندوی مدیر مسئول کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

مارچ ۱۹۹۴ء میں مولوی محمد ہارون سلفی صاحب جن کا جامعہ سے دیرینہ تعلق رہا ہے اور اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے مدرسہ کی تعمیر و ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ کسی کام یا صلاح و مشورہ کے لئے جامعہ سراج العلوم آئے تو ایک شب قیام کے بعد صبح مولانا خورشید احمد سلفی کو ساتھ لے کر ناظم اعلیٰ مرحوم سے ملاقات کے لئے کدر بٹوا تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچ کر مختلف مسائل و معاملات اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کا سلسلہ شروع ہوا۔ بر سبیل گفتگو جامعہ کی جانب سے ایک پرچہ کے اجراء کی بھی بات آئی۔ مولوی محمد ہارون نے اس کے نکالے جانے کی ضرورت پر زور دیا، مولانا خورشید احمد سلفی نے ان کی مدلل انداز میں تائید کی اور اس کی افادیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جب سلسلہ گفتگو اسی موضوع پر آ کر رک گیا تو راقم سطور شمیم احمد ندوی کو بھی گھر سے طلب کیا گیا۔ میں بھی حاضر ہوا اور بھائی عبدالرشید صاحب بھی شریک گفتگو ہوئے اور اس ضرورت سے اتفاق ہو گیا۔ (سرگزشت جامعہ ج ۲ ص: ۶۲-۶۳)

مزید لکھتے ہیں:

''اسی مذکورہ مجلس میں طے کیا گیا کہ اگلا مہینہ انگریزی تقویم کے حساب سے جون اور عربی تقویم کے حساب سے محرم کا ہے اور محرم کا مہینہ چونکہ ہجری سنہ اور عربی سال کا پہلا مہینہ ہے اسی لئے اسی ماہ سے اس کے اجراء کا آغاز کیا جانا مناسب ہوگا اور اسی کا اعلان و

اشتہار کیا گیا۔اور اگر چہ کچھ رکاوٹیں پیش آئیں، لیکن الحمدللہ ہم نے یہ نشانہ کوشش کر کے حاصل کرلیا۔“(حوالہ مذکور)

بہر حال بیالیس صفحات پر مشتمل ماہنامہ پابندی کے ساتھ نکل رہا ہے اس میں دینی، تاریخی اور تحقیقی مضامین کے ساتھ ساتھ دیگر مفید مضامین ہوتے ہیں اس کا اداریہ بڑا پر مغز اور اہل دانش وبینش کے لئے بڑا جاذب و پر کیف ہوا کرتا ہے۔ملت کے سلگتے مسائل اور امت کو درپیش چیلنجز کے موضوعات پر بھر پور تجزیہ وتبصرہ ورہنمائی ہوتی ہے۔

یہ ماہنامہ اب تک متعدد خصوصی نمبرات بھی شائع کر کے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے ان میں سے چند خصوصی شمارے یہ ہیں:

۱۔ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز نمبر
۲۔ کتاب وسنت نمبر
۳۔ علامہ البانی نمبر
۴۔ خطیب الاسلام نمبر
۵۔ شاہ فہد نمبر
۶۔ موتمر الدعوۃ والتعلیم نمبر

ان کے علاوہ اور بھی کئی نمبرات منظر عام پر آچکے ہیں جو بے حد مقبول ہوئے۔

## ماهنامه نور توحید کرشنا نگر:

ماہنامہ نور توحید کرشنا نگر مرکز التوحید نیپال کی طرف سے شائع ہونے والا ایک باوقار معتبر اوسط درجہ کا رسالہ ہے۔یہ حضرت مولانا عبداللہ مدنیؒ کی اولوالعزمی وحوصلہ مندی کا شاہکار ہے۔ایک ایسے وقت میں جب دینی رسالے ناقدری، بے توجہی کی مار جھیل رہے ہیں کسی امیر، نواب، وزیر کی طرف سے ان کی کفالت وسرپرستی کا زمانہ لد چکا ہے دینی رسالوں کا پابندی سے معیار کی برقراری کے ساتھ شائع کرنا بڑے دل گردے کی بات ہے لیکن موصوف نے یہ کر دکھایا اس کی اشاعت کی بابت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی مولوی عبدالنور سراجی رقمطراز ہیں:

"برادر گرامی مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ نے مئی ۱۹۸۸ء مجلّہ ماہنامہ نور توحید جاری کیا جس کا اجراء بدست حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ ہوا جس کے پہلے خریدار والد گرامی مولانا عبدالوہاب ریاضی رحمہ اللہ تھے۔اس کے بعد معروف سماجی کارکن و لیڈر مرزا دلشاد بیگ نے سو نسخوں کو خرید کر عوام الناس کے ہاتھوں میں دینے کے لئے کہا۔ یہ پروگرام جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کی صحن میں شامیانہ تلے ہوا۔جس کے بانی و مدیر شیخ مدنی رحمہ اللہ تا حیات رہے، خاص بات یہ ہے کہ یہ مجلّہ ابتدائی چار سالوں تک کسی ادارے سے نہیں تھا۔تاج امپوریم گول گھر کرشنا نگر میں آپ کی معروف کپڑے کی دوکان تھی جس سے مجلّہ کا خرچہ چلتا تھا۔ جو اب مرکز کے سپرد ہے۔اس کے معاون برادر عبدالمنان سلفی ۱۹۸۹ء میں ہوئے۔"

(نور توحید اشاعت خاص شیخ عبداللہ مدنی نمبر)

رسالہ کا حجم مختصر یعنی کل چوبیس صفحات کا ہوتا ہے۔اس میں عام جماعتی پرچوں کی طرح درس قرآن درس حدیث اور دینی و علمی مضامین ہوتے ہیں اس کا اداریہ ایک صفحہ کا ہوتا ہے۔ظاہر ہے کہ جماعتی، ملی اور عالمی مسائل پر اظہار خیال اور تبصرہ کے لئے بسا اوقات دس دس صفحات بلکہ اس سے زیادہ بھی درکار ہوتے ہیں۔لیکن اس کے مدیر محترم کے قلم کی خوبی اور ایجاز بیانی پر گرفت اتنی مظبوط تھی کہ ایک صفحہ میں سب کچھ لکھ جاتے تھے گویا کہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کا مصداق ہوا کرتا تھا موصوف کے بعد ان کے سگے چھوٹے بھائی اور جانشین مولانا عبدالعظیم مدنی اس روش کو مضبوطی سے اپنائے ہوئے ہیں۔

ابتداءً اس میں اندھیرے اجالے کا بھی ایک کالم ہوا کرتا تھا جس میں مخالف پر طنز کے تیر ونشتر چلائے جاتے تھے۔کل ملا کر توحید وسنت کے فروغ میں اس کی کوشش اور خدمات لائق تحسین ہیں۔

اس مجلّہ کی کچھ خصوصی اشاعتیں منظر عام پر آچکی ہیں مثلاً صحافت نمبر، منشیات نمبر، مولانا عبدالوہاب خلجی نمبر، مولانا عبدالوہاب ریاضی نمبر، اور آخر میں خود شیخ عبداللہ مدنیؒ کاروان حیات کے درخشاں پہلو نمبر نکل کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

## ماھنامہ البینۃ، مرچیا

ماہنامہ البینۃ اردو زبان میں شائع ہونے والا ایک معیاری مجلّہ ہے جس کا اجراء مرکز البینۃ کے زیر اہتمام جون ۲۰۱۲ء میں عزیز گرامی حافظ منظور احمد عبدالرحمٰن مدنی سلمہ اللہ کے زیر نگرانی مسئولیت نیز حافظ شمشیر احمد تیمی کی ادارت میں ہوا۔ نائب مدیر فیروز عالم سراجی اور معاون محمد قاسم راعین عالیاوی مقرر کیے گئے۔ مقام اشاعت کی حیثیت مرکز البینۃ، مرچیا ضلع سرہا کو حاصل ہوا۔ یہ رسالہ اپنے آغاز اجراء سے لیکر ماضی قریب ۲۰۱۸ء تک بڑے آب وتاب اور پابندی وتسلسل کے ساتھ نکلتا رہا۔ اس کی پیشانی کا جھومر تھا "مرکز البینۃ کا علمی فکری اور اسلامی مجلّہ" مجلّہ ہذا اپنے مشتملات ومحتویات کے لحاظ سے بہت مقبول ہوا، اہل علم ونظر کے یہاں اس کی پذیرائی ملی۔ اس کے قارئین کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی۔ مقالات ومضامین لکھنے والوں میں جہاں تجربہ کار منجھے اہل قلم علماء وادباء تھے وہیں کالج ویونیورسٹی سے متعلق نوجوان اسکالر تھے جن کی نظریں حالات حاضرہ اور وسائل جدیدہ پر خوب تھیں۔ اسی لئے مجلّہ کے مضامین میں تنوع اور ہر ذوق کے لئے سامان ضیافت تھا۔ خود عزیز گرامی حافظ منظور احمد سلمہ کی تحریریں دین پسندوں اور عام لوگوں کے ذوق سلیم کے غذا کا کام دے رہی تھیں۔ حافظ شمشیر تیمی اور معتبر وباوقار صاحب قلم مولانا عبدالمجید بھکراہوی کے اداریئے بڑے چشم کشا مبنی بر حقیقت ہوا کرتے تھے جس میں ملت کے درد کا درماں اور حالات حاضرہ کے فتنوں پر بروقت ریمارک وار ہوا کرتا تھا۔ اسلامی نظموں وغزلوں کے کالم کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاویٰ کا باب بھی ہوتا تھا جس میں جماعت کے

نہایت معتبر و مستند مفتی اور محقق مولانا عزیز الرب صاحب فیضی کے فتاوے زیب قرطاس ہوا کرتے تھے۔کل ملا کر اس ماہنامہ نے اپنی ایک منفرد شناخت اور علمی معیار قائم کیا ہے۔

البینۃ نے اپنی ماہنامہ اشاعتوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اب چار خصوصی اشاعتوں کا بھی اہتمام کیا ہے جو خواص اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

۱۔مدارس ومراکز نمبر　　　۲۔دعوت وصحافت نمبر

۳۔زلزلہ نمبر　　　۴۔مساجد نمبر۔

ان میں سے ہر نمبر بہت کامیاب اور یادگاری ہے ان کو منظر عام پر لانے میں حافظ منظور احمد سلمہ، ڈاکٹر اورنگزیب تیمی ،مولانا عبدالمجید بھکراہوی اور احمد بھنڈاری وحافظ شمشیر تیمی کی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔

## ماهنامه ندائے حق کاٹھمانڈو

یہ ماہنامہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث نیپال کی طرف سے کاٹھمانڈو سے نکلنا شروع ہوا تھا چھوٹے سائز کے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ادارت کی ذمہ داری شیخ محمد عطاء الرحمٰن مدنی اور معاونت کی ذمہ داری عبدالمبین خاں پر تھی جبکہ مسئول کی حیثیت سے شیخ عبدالخالق سلفی کا نام زینت بخشتا تھا۔اس کے چند ہی شمارے منظر عام پر آئے پھر شاید نامساعد حالات کے سبب بند ہو گیا۔

## ترجمان سلف کاٹھمانڈو

مرکزی جمعیۃ کی باڈی کی میقات مکمل ہو جانے پر پھر انتخاب ہوا تو نئے نام یعنی ترجمان سلف کے نام سے ماہنامہ کے اجراء کا فیصلہ ہوا اس کے بھی چند شمارے نکلے وہ بھی ناسازگاریِ حالات کے تحت دم توڑ گیا۔

☆☆☆

# کاٹھمانڈو میں آوازحرم

## امام الحرم المکی سماحۃ الشیخ محمد عبداللہ السبیل ؒ کی تشریف آوری

نیپال کی دینی ودعوتی تاریخ میں یہ زریں واقعہ ثبت ہو چکا ہے کہ امام کعبہ کی جو پر سوز آواز اور دلنواز نغمہ وادی مکہ میں گونجتی تھی وہ آواز کاٹھمانڈو میں بھی گونج اٹھی اور کانوں میں رس گھول گئی۔

یہ شعبان ۱۴۰۰ھ کی بات ہے جب مولانا محمد یوسف صاحب نے کاٹھمانڈو نیپالی جامع مسجد میں سیرت نبوی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا، جس میں شیخ محترم نے توحید کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے مومن کی زندگی میں اس کی اہمیت کو نکھارا تھا۔

امام محترم کا تربھون ائرپورٹ پر استقبال کر کے ایوریسٹ ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ اس کانفرنس میں جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر کا بھی ایک وفد شریک تھا جو مجھ راقم السطور، مولانا حقیق اللہ صاحب فیضی، مولانا فضل حق مبارکپوری اور بعض دیگر احباب پر مشتمل تھا۔

## جماعت کا ایک بڑا کارنامہ نیپالی ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت:

قرآن اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے جو انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے آخری نبی ورسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے انسانوں کے لئے دستور حیات ہے۔ لیکن اس کی زبان عربی ہے۔ جو قومیں عربی زبان سے ناآشنا ہیں بغیر ترجمانی کے اس کے معنی ومطلب سے مستفید نہیں ہوسکتیں۔

اسی لئے علماء اسلام نے دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ نیپالی قوم اس نعمت عظمیٰ سے دور تھی، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے ان ذمہ داران احباب وعلماء کو جنھوں نے یہ کارنامہ انجام دینے میں حصہ لیا۔ تقبل الله سعیهم .

اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث نے اس ضرورت کا شدت سے احساس کیا اور اس کی جانب متوجہ ہوئی، لیکن ایسے قابل وباصلاحیت افراد میسر نہیں آئے جو براہ راست عربی سے نیپالی زبان میں ترجمانی کرسکیں، جماعت کے ایک سپوت جناب پروفیسر محمد ہارون انصاریؒ صاحب، پروفیسر تربھون یونیورسٹی کاٹھمانڈو نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا کہ بعض اردو تراجم کی مدد سے انھوں نے نیپالی ترجمانی کرلیا تھا۔ اس کے کچھ پاروں کی اشاعت کا شرف شیخ رضاء اللہ مدنی کلیان پور کو حاصل ہو چکا تھا، انھوں نے یہ فکرہ پیش کیا کہ اسی کو شائع کردیا جائے لیکن ترجمہ میں سقم تھا لہذا ایک ٹیم تشکیل دی گئی کہ اس ترجمہ کی اصلاح ونظر ثانی کرے۔ جس کے سربراہ مولانا عبدالخالق سلفی تھے یہ کام ہوتا رہا اور ذمہ داریاں تبدیل ہوتی رہیں آخر میں مولانا شمیم احمد صاحب ندوی نے سپریم کورٹ کے جج طاہر علی انصاری صاحب کے ذریعہ اصلاح ودرستگیِ زبان کی خدمت لیا۔ اب اس کی شکل ایک نئے ترجمہ کی سی ہوگئی۔ پھر یہ مکمل مصحف مع نیپالی ترجمہ مکتبہ دارالسلام ریاض کی نگرانی میں جامعہ سراج العلوم کی طرف سے شائع ہوکر مفت تقسیم ہوا۔

نیپالی ترجمہ کی مزید اشاعت کا احساس کرتے ہوئے ہمارے شاگرد حافظ منظور احمد مدنی نے اپنے ادارہ البینة کی طرف سے شائع کیا۔

اس مذکورہ ترجمہ کی ایک اور اشاعت حالیہ دنوں میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا محمد ہارون صاحب سلفی کی توجہ عالی سے منظر عام پر آکر تقسیم ہورہی ہے۔ اب اس طرح نیپالی زبان بولنے وجاننے والوں کے لئے قرآن کے معانی ومطالب کا سمجھنا کسی

قدر آسان ہو گیا ہے۔

یہ کارنامہ جماعت جامعہ اور جمعیت کا بہت بڑا ہے اس پر رب العالمین کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

لیکن ابھی کام باقی ہے اس پر تفسیری نوٹ لگائے جائیں تاکہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو سکے۔

مجمع الملک فہد مدینہ منورہ جو قرآن کریم اور اس کے ترجمہ وتفسیر کا کام دنیا کی مختلف زندہ زبانوں میں کر رہا ہے اس کی طرف سے بھی یہی نیپالی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

☆☆☆

# مرکزی جمعیۃ اہل حدیث نیپال کا قیام

اس دعوتی تنظیم اور سلفیان نیپال کے متحدہ پلیٹ فارم کے قیام کی معلومات کے بابت ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم السلفیہ وسابق امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث نیپال کے قلم گہر بار سے ملاحظہ فرمائیں:

''یوں تو ملک نیپال میں جماعت اہل حدیث کے کئی چھوٹے بڑے تعلیمی ادارے تھے اور اہل حدیث افراد وشخصیات میں بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی نہ تھی، سعودی جامعات کے فارغین بالخصوص جامعہ اسلامیہ سے تعلیم کی اونچی ڈگریوں اور اسناد سے سرفراز کئے جانے والے لوگوں کی بھی ملک میں ایک معتد بہ تعداد تھی اور انفرادی طور پر وہ کچھ نہ کچھ تعلیم و تدریس اور دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ لیکن ان کا آپس میں نہ کوئی تعارف تھا نہ باہمی کوئی ربط وتعلق تھا اور نہ اشتراک عمل کے ساتھ ایک ہی مقصد کے لئے آگے بڑھنے اور اس ملک میں دعوت توحید کو عام کرنے کا کوئی واضح اور کارگر منصوبہ تھا، ہر آدمی الگ الگ انداز سے کام کر رہا تھا اور اپنے خود ساختہ طریقہ کار کی انفرادیت پر ہی یقین رکھتا تھا، غرض کہ پورے ملک میں کوئی ایسی اہل حدیث تنظیم نہ تھی کہ ان بکھرے دانوں کو ایک کڑی میں پرونے اور ملک میں منتشر مختلف صلاحیتوں سے مالا مال ان افراد سے ملت و جماعت کے لئے کوئی ٹھوس کام لے۔ اپنی جمعیۃ وتنظیم کے خلا کا احساس تو تقریباً ہر باشعور کو تھا لیکن سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور سب کو مشترک مفاد باہم کیلئے مرنے و جینے کے لائق بنانے کی صلاحیت ہر شخص کے اندر تھی۔ یہ صلاحیت اگر تھی تو اس شخص کے اندر نہ تھی جو اعلیٰ

علمی لیاقت مایہ ناز جوہر خطابت، تصنیف وتالیف اور نقد وتحقیق کی مہارت کے علاوہ ملت و جماعت کی قیادت کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھا اور جسے اپنا امیر وقائد تسلیم کرنے میں کسی کو اختلاف نہ ہوتا، اور وہ شخصیت تھی خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ کی جسے اپنی جماعت کی بقا کی فکر بھی تھی اور اسے ملک میں کوئی نمایاں مقام اور پہچان دلانے کی ضرورت کا احساس بھی، جامعہ سراج العلوم کے بعض مخلص اور جماعتی درد وتڑپ رکھنے والے اساتذہ بھی جماعت اہل حدیث کی ایک نمائندہ تنظیم کی ضرورت کا شدت سے احساس کر رہے تھے ان اساتذہ میں اس کے موجودہ شیخ الجامعہ مولانا خورشید احمد سلفی اور مولانا حفیظ اللہ فیضی پیش پیش تھے۔ خاص طور سے اول الذکر کو اپنی طویل دعوتی وتدریسی تجربات کے درمیان کچھ ایسے حالات کا تجربہ ہوا جس نے ان کے اس احساس کو مزید مہمیز کرنے کا کام کیا۔ بہرحال ناظم جامعہ نے اپنے مخلص معاونین وکارکنان کے قیمتی مشوروں پر عمل کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے قیام کا فیصلہ کیا، کام نیا تھا اور کچھ لوگون کے لئے جو ''اکیلا چلو'' کے فارمولہ پر عمل کرنے کے قائل تھے لایعنی اور عبث بھی، پورے ملک کے ذمہ داران اہل حدیث حضرات سے روابط وتعلق استوار کرنا اور ان کو اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دینا اور انہیں اس کے لئے تیار کرنا اور تنظیمی طاقت اور اس کی افادیت کا احساس کرانا یہ سب اتنا آسان بھی نہ تھا اور آگے چل کر کافی مصارف کے متقاضی بھی تھے جسے اول مرحلہ میں بہرحال داعی یعنی جامعہ سراج العلوم ہی کو برداشت کرنے پڑتے، بالآخر یہی ہوا بھی، لیکن خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے سارے خدشات اور ہونے والے اخراجات کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی مدد کے بھروسہ پر اس کی داغ بیل جامعہ سراج العلوم میں ڈال دی۔ اور ملک کے مشرق ومغرب اور میدانی وپہاڑی اضلاع سے آئے ہوئے لوگوں کا استقبال کیا اور ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔

اس جمعیت کے قیام کا پس منظر اور اس کی غرض وعایت کیا تھی؟ اور ابتدا میں پورے ملک کے سلفی اخوان کو کیوں کر متحد کیا جاسکا؟ اس کے چشم دید گواہ جامعہ کے باوقار اور باصلاحیت استاذ اور موجودہ شیخ الجامعہ مولانا خورشید احمد سلفی تھے اور انھوں نے اسی وقت حالات کو ایک مضمون کی شکل میں قلم بند کیا تھا۔ بہتر ہے کہ ہم انہیں کے قلم سے تحریر کردہ مضمون کا اقتباس یہاں نقل کردیں تا کہ پوری صورت حال واضح ہوجائے۔

۲۱ر شعبان ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۸۹ء کے مارچ کی تیس (۳۰) تاریخ تھی اس تاسیسی اجلاس میں ملک کے مختلف اضلاع کی نمائندگی تھی جس میں طبعی طور پر ضلع کپلوستو کے لوگوں کی اکثریت تھی کہ اسی ضلع کو اس کے پہلے تاسیسی اجلاس کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا تھا اور اسی ضلع میں واقع جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کی حیثیت داعی کی تھی اس سے پہلے اجلاس میں دور و نزدیک کے جو حضرات شریک ہوئے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری ضلع کپل وستو
(۲) مولانا محمد حنیف صاحب رحمانی، ضلع کپل وستو
(۳) مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم، کدربٹوا، ضلع کپل وستو
(۴) مولانا حقیق اللہ فیضی مرحوم، بھلمی، ضلع کپل وستو
(۵) مولانا خورشید احمد سلفی، استاذ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر ضلع کپل وستو
(۶) پروفیسر حبیب اللہ صاحب مرحوم کاٹھمانڈو
(۷) مولانا عبدالرحیم صاحب فیضی ضلع روپندیہی
(۸) مولانا شفیق الرحمٰن صاحب ضلع روپندیہی
(۹) مولانا انور سراجی ضلع دانگ

(۱۰) مولانا رضاء اللہ صاحب ضلع سپتری

(۱۱) مولانا عبد الخالق صاحب مدنی ضلع دھنوشا

(۱۲) مولانا عبد الرزاق صاحب مدنی ضلع دھنوشا

(۱۳) مولانا محمد یوسف صاحب بھیسکنڈہ ضلع کپل وستو

(۱۴) مولانا منظور احمد صاحب مدنی ضلع دھنوشا

(۱۵) مولانا نور محمد صاحب سلفی ضلع سرہا

(۱۶) مولانا عبد الغفور صاحب اصلاحی، ضلع روتہٹ

(۱۷) مولانا محمد شعیب مدنی ضلع سرہا

(۱۸) ڈاکٹر قمر الہدیٰ انصاری ضلع پرسا

(۱۹) مولوی محمد حسن سراجی ضلع پرسا

(۲۰) مولوی عبد الرؤف صاحب ضلع جھاپا

(۲۱) ماسٹر عبد الرؤف صاحب ضلع بارا

اور دیگر کئی ایک علماء دین ومعززین شریک مجلس تھے جن کے اسماء کا احاطہ مشکل بھی ہے اور طوالت سے خالی بھی نہیں ہے۔ لیکن اس تھوڑی سی تفصیل سے یہ بات جاننے میں ضرور مدد مل سکتی ہے کہ اس تاسیسی پروگرام میں ہی ملک کے ان اضلاع میں سے بیشتر کی نمائندگی ہوگئی تھی جہاں جماعت اہل حدیث کی کچھ یا خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا خورشید سلفی نے جو رپورٹ تحریر کی وہ پیش خدمت ہے:

## قیام کا پس منظر

۱۹۷۷ء میں خطیب الاسلام حفظہ اللہ (یہ مضمون مرتب کرتے وقت وہ بقید حیات تھے اور اب رحمہ اللہ) کا انتخاب رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے ممبر کی حیثیت سے ہوا،

موصوف نے پہلی مرتبہ اواخر ۱۹۷۸ء میں مجلس تاسیسی کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور کئی ماہ کے سفر سے جامعہ تشریف لائے اس کے بعد موصوف نیپال کے مساجد و مدارس کے معائنہ اوران سے متعلق معلومات فراہم کرنے کی ضرورت پیش آئی ،تو اس سلسلہ میں موصوف نے مدرسہ التوحید سب گڑھا ضلع روتہٹ کے معائنہ کا مجھے حکم دیا۔ چنانچہ میں نے بمعیت مولانا اقبال احمد صاحب اکرہروی ، وہاں جاکر مدرسہ مذکورہ کا معائنہ کیا اور رپورٹ ان کو پیش کردی ابھی مجھ کو اس سفر سے واپس ہوئے ہفتہ عشرہ گذرا ہوگا کہ مدرسہ محمودیہ راج پور ضلع روتہٹ کے معائنہ کا اشارہ دیا، میں طبعًا اسفار سے گھبراتا ہوں، بطور خاص دشوار گذار اسفار سے چونکہ اس وقت بٹول میں تناؤ ندی پر پل تعمیر نہیں ہوسکا تھا اور نہ نرائنی ندی پر پل تعمیر ہوا تھا، اور نہ تو چندرنگاہ پور سے گورتک روڈ ہی تھا، مقام مذکورتک جگہ جگہ بس بدلنے کی پریشانی تھی اور وقت بھی زیادہ درکار تھا۔ لہذا میں نے خیال کیا کہ اسی جگہ کے اپنے کسی آدمی کو مکلّف کردیا جائے جو معائنہ کر کے رپورٹ دیدے اس وقت استاذ محترم مولانا الطاف الرحمٰن صاحب (فاضل ادب) برادرزادہ مفکر ملت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمانی دارالعلوم ششہنیاں کے انتظامی اختلاف وانتشار کے نتیجہ میں دارالعلوم کو چھوڑ کر مدرسہ احمدیہ سلفیہ بیرا گنیا ضلع سیتامڑھی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ جو نیپال بارڈر سے بالکل متصل مدرسہ محمودیہ سے قریب تھا میں نے اس کام کے لئے موصوف کا نام پیش کیا تو خطیب الاسلام نے اس تجویز کو پسند کیا اور ایک خط معائنہ کیلئے انھیں لکھا، چنانچہ انھوں نے معائنہ کر کے ایک رپورٹ بذریعہ ڈاک بھیج دیا، اس میں انھوں نے اپنا ایک مشورہ لکھا کہ کاش آپ حضرات جمعیت اہل حدیث کی تنظیم کرلیں۔ تو اس سے بڑی آسانی ہوگی ضلعی ذمہ داران اپنے اپنے ضلع کا کام کردیا کریں گے محترم ناظم اعلی حفظہ اللہ نے ان کی تحریر پر اپنا ایک نوٹ ’’تنظیم جمعیت کے لئے ایک مخلص کا مشورہ لکھ کر رکھ لیا یہ غالبًا ۱۹۷۹ء کی بات

ہوگی۔

تنظیم جمعیت کے لئے یہ پہلی تخم ریزی تھی، چنانچہ میں نے اور رفیق محترم مولانا عبدالحفیظ صاحب ندوی (جواس وقت جامعہ میں ایک اچھے مدرس تھے) نے ابتدائی کام شروع کیا، نمائندگان کے اسماء کی فہرست مرتب کی، دعوت نامہ کا مضمون تیار کیا، صلاح و مشورے ہوئے لیکن پھر قدم اس سے آگے نہ بڑھ سکا اور ایک عرصہ تک خاموشی رہی۔

اکتوبر ۱۹۸۷ء میں میں نے خطیب الاسلام جھنڈانگری رحفظہ اللہ کی رفاقت میں مکہ مکرمہ میں منعقدہ تیسری اسلامی کانفرنس میں شرکت کی اور اس سے فراغت کے بعد خلیجی ممالک کا دورہ کیا تو متعدد احباب نے تنظیم کی بابت سوال کیا، ہمارا جواب نفی میں سن کر انھوں نے کہا کہ بغیر تنظیم کے آپ لوگ کیسے زندہ ہیں۔ اسی وقت ہم نے تنظیم جماعت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ماہ فروری ۱۹۸۸ء میں ہم لوگ جامعہ پہونچے اسی دوران فروری ۱۹۸۸ء کی کوئی تاریخ تھی جب محترم عبدالمنان خاں صاحب کا انتقال ہوا، ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہوکر شام کو جامعہ میں ایک میٹنگ فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب مدنی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی (نماز جنازہ سے فراغت کے بعد کدربٹوا ہی میں بھائی عبدالرشید خاں صاحب کے مکان پر خطیب الاسلام رحمہ اللہ کی صدارت میں ایک نا مکمل میٹنگ ہوچکی تھی جس میں بازار کرشنا نگر جھنڈانگر کے متعدد اصحاب الرائے اور معاملہ فہم حضرات شریک تھے جن میں حاجی عبدالسلام شاہ کے فرزندان نیتا عبدالجبار شاہ اور وکیل اقبال احمد شاہ پیش پیش تھے، پھر کسی وجہ سے کسی حتمی نتیجہ پر پہونچے بغیر یہ میٹنگ برخواست کردی گئی اور شام کو جھنڈانگر میں از سر نو میٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا، شمیم احمد ندوی) اب آگے اس میٹنگ کا حال مولانا خورشید احمد سلفی کے قلم سے، اس میٹنگ میں جھنڈانگر کے چند اشخاص اور ضلع کپلوستو کے دو تین نفر و بہوری کے دو تین اشخاص شریک ہوئے اس میٹنگ

میں خطیب الاسلام مولانا جھنڈانگری حفظہ اللہ نے کہا چند افراد کے ذریعہ کسی ملک گیر تنظیم کا قیام نہیں ہوسکتا۔ اس میں پورے ملک کی نمائندگی ہونی چاہئے، چنانچہ صدر محترم نیز دیگر افراد نے اس رائے سے اتفاق کیا اور وہ نشست بے معنی برخاست ہوگئی۔

تقریباً ایک سال خاموشی رہی فروری ۱۹۸۹ء کا مہینہ تھا ملگہیا میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا ہم تین آدمی یعنی راقم الحروف، صدیق محترم مولانا عبدالخالق صاحب سلفی اور مولانا محمد حسن سراجی (ساکن بلوا ضلع پرسا نیپال) ملگہیا کی اس تقریب میں شرکت کے لئے جارہے تھے کوئی سواری نہ ملنے کی وجہ سے ہم لوگ باہمی دلچسپی کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے پیدل چل رہے تھے اسی دوران تنظیم جمعیت کی بات آگئی میں نے مولانا عبدالخالق سلفی سے کہا کہ آپ رابطہ کے مبعوث ہیں اور باصلاحیت بھی ہیں اگر آپ نظامت کی ذمہ داری سنبھالیں اور مالیت کی فراہمی کا حوصلہ پیدا کریں تو محترم ناظم اعلیٰ کو قیام جمعیۃ پر آمادہ کروں، موصوف نے رضامندی کا اظہار کیا۔

چنانچہ ملگہیا پہونچ کر بعد نماز جمعہ میں نے خطیب الاسلام سے اس موضوع پر بات کی۔ موصوف پہلے سے وہاں تاسیس مسجد کے لئے موجود تھے چنانچہ آپ نے پوری فراخ دلی کے ساتھ اپنی رضا ورغبت ظاہر فرمائی اور میٹنگ کے اخراجات برداشت کرنے کا وعدہ فرمایا واپسی میں پھر ہم لوگوں نے تاریخ اور طریقہ کار وغیرہ پر تبادلہ خیال کیا اور جامعہ پہونچ کر قطعی تاریخ طے کی گئی، مندوبین کے ناموں کی لسٹ مرتب کی گئی۔ دعوت نامے ایشو ہوئے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی، مقررہ تاریخ آنے سے پیشتر ہی محترم خطیب الاسلام رحمہ اللہ بعض خلیجی ریاستوں کے دورے پر چلے گئے لیکن انتظام وانصرام کی پوری ذمہ داری محترمی مولانا حقیق اللہ صاحب کو سونپ گئے۔ مقررہ تاریخ آئی مولانا نے مندوبین کے قیام وطعام کا بہترین انتظام فرمایا، بعد نماز مغرب جامعہ کے ہال میں دو نشستوں میں کاروائی

ہوئی پہلی نشست پروفیسر حبیب اللہ صاحب کاٹھمانڈو، دوسری نشست مولانا محمد یوسف صاحب ناظم جامعہ فرقانیہ بھینس کنڈہ کی صدارت میں:

میں نے پروگرام کی نظامت کی اور تنظیم کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی، اور جو باتیں اوپر مذکور ہوئی ہیں ان کو بیان کیا، جملہ شرکاء مجلس نے قیام جمعیۃ پر اتفاق کیا۔ بالآخر خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی حفظہ اللہ کو امیر، مولانا محمد یوسف صاحب بھینس کنڈہ کو نائب امیر مولانا عبدالخالق صاحب سلفی کو ناظم اعلیٰ بالاتفاق منتخب کیا گیا۔ اس پوری کاروائی کی اطلاع میں نے بذریعہ فون امیر محترم کو دبئی میں دیا، تو آپ نے اس کی منظوری دی۔

جمعیت کے قیام سے پورے ملک نیپال کے اخوان جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی سبھوں نے تحسین وآفریں کے جذبات کا اظہار کیا، دیگر ممالک کے ذمہ داران جمعیت و اساطین علم وفن کو اطلاع دی گئی۔ ملے جلے تاثرات موصول ہوئے، کام شروع ہوگیا مولانا عبدالخالق سلفی صاحب امیر محترم کی ہدایت میں کام کرنے لگے۔ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں آفس قائم کی گئی۔

دستور ساز کمیٹی بنی جس کے کنوینر مولانا عبدالخالق صاحب سلفی، مولانا محمد حنیف رحمانی مولانا حقیق اللہ صاحب فیضی، مولانا محمد ہارون سلفی اور راقم رکن مقرر ہوئے۔ دستور کا مسودہ تیار ہوگیا۔ بھوری کے دعوتی اجلاس عام ومجلس شوریٰ کی میٹنگ منعقدہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۸۹ء میں مختصر تبادلہ خیال کے بعد اس کو پاس کرایا گیا۔ یہ تو عبوری مدت تھی۔

پھر ۵۔۶/نومبر ۱۹۹۱ء کو مدرسہ فلاح المسلمین جگڑوا میں دستور کی روشنی میں پنج سالہ میقات کے لئے انتخاب عمل میں آیا جس میں خطیب الاسلامؒ کو امیر مولانا عبدالخالق صاحب سلفی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا۔ جمعیت کی گاڑی پٹری پر لگ گئی اور چل پڑی۔ اس میقات

میں کئی ایک قابل ذکر اچھے کام ہوئے کاٹھمانڈو کے مایتی دیوی محلہ کے اندر کرائے کے مکان میں جمعیت کی باضابطہ آفس قائم کی گئی جس کا افتتاح مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے ذریعہ ہوا۔ اس میقات میں ریلیف کا کام ہوا، جامعہ سراج العلوم میں جمعیت کے تلے حرمت حرمین کنونشن پھر دوسرا کنونشن مرکز امام احمد بن حنبل تولھوا میں ہوا۔ کچھ دعوتی کام انجام پائے اور مدارس ومکاتب کی رپورٹ تیار کرائی گئی۔

دوسرے میقات کی انتخابی میٹنگ مدرسہ مخزن العلوم رمول میں ہوئی کلیدی عہدوں کے ذمہ داران تبدیل ہو گئے مولانا شمیم احمد ندوی صاحب امیر اور مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدنی، بیلہیا ناظم اعلیٰ بنائے گئے ، یہ مدت بھی پوری ہوئی اس کے بعد انتخابات ہوتے رہے لوگ آتے اور جاتے رہے۔ جمعیت اب بھی چل رہی ہے۔

جن بلند عزائم اور حوصلوں اور اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے جمعیت کا قیام ہوا تھا، جمعیت ابھی ان نشانوں تک پہنچ نہیں سکی ہے بلکہ راستے میں آبلہ پائی سے دوچار ہے۔ مقصد تو تھا کہ ہمالہ کی بلند بالا پہاڑوں کو سر کر کے اس کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر دعوت کتاب وسنت کی منادی کی جائے۔ پر افسوس اب تک ایسا نہ ہوسکا بلکہ پہاڑ سے نیچے وادی میں کھڑے ہو کر احباب حسرت سے ان چوٹیوں کو سر کرنے کی تمنا لئے کھڑے تک رہے ہیں اللہ توفیق ارزانی فرمائے۔

بہر حال اس زائد از تیس سال مدت میں جمعیۃ کے کام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) قرآن کریم کے نیپالی ترجمانی میں جدوجہد وحصہ داری

(۲) کاٹھمانڈو میں دفتر کے لئے بلڈنگ کی خریداری بقیمت ایک کروڑ روپیہ نیپالی

(۳) اپریل ۲۰۱۵ء کے زلزلہ متاثرین میں ریلیف کا کام۔

(۴) وقتاً فوقتاً ندائے حق اور ترجمان سلف کے کچھ شماروں کی اشاعت۔

(۵) ۲۰۱۸ء میں بموضوع عالمی امن کا قیام اور اسلام سیمینار کا انعقاد بمقام کاٹھمانڈو۔

(۶) مقام بھوری بیر گنج بموقع تحفظ انسانیت عالمی کانفرنس کا انعقاد ۱۹۔۲۰۔ ۲۱/اپریل ۲۰۱۹ء

(۷) نیپالی ترجمہ قرآن کریم کی طباعت ومفت تقسیم۔

کچھ چھوٹے موٹے اور بھی کام ہوئے ہونگے لیکن میری نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ایک وقت میں کچھ دعاۃ بھی متعین تھے جو کاٹھمانڈو میں کارخانوں وغیرہ میں دعوت کا کام اور جمعہ وجماعت کراتے تھے۔لیکن سنا ہے کہ اب موقوف ہے۔

بہرکیف جمعیۃ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں کاش کہ کوئی مرد کار اٹھے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

☆☆☆

## فصل ششم

# جگمگاتے ستارے

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَاب (یوسف: ۱۱۱)
ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے۔

اس فصل میں ان شخصیات اور رجال کا تذکرہ مقصود ہے جن کی تابانی سے روشنی پھیلی انھوں نے اپنی دعوتی جد و جہد، فکری و عملی کاوشوں کے ذریعہ تعلیم و دعوت کی راہیں ہموار کیں اور خود سالار کاروں کی حیثیت سے رفقاء کو لے کر آگے بڑھتے رہے۔ ان کے نقوش قدم نیپال کی سرزمین پر ثبت ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں ان کے صفات و کمالات و خدمات کی طرف اشارہ ہے۔ رب العالمین ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اگر وہ وفات پا چکے ہیں تو ان کو جنت الفردوس نصیب کرے اور اگر باحیات ہیں تو انھیں اخلاص کے ساتھ مزید خدمت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

# الحاج نعمت اللہ خاں رحمہ اللہ

(ولادت: ۱۸۸۴ء وفات: ۱۹۴۶ء)

حضور حق سے چلا لے کے لولوئے لالہ وہ ابر جس سے رگِ گل ہے مثلِ تارِ نفس
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا ہمالیہ کی ترائی کا سبزۂ نورس

اقبال کے ان مذکورہ بالا اشعار کو میں نے قدرے ترمیم کرتے ہوئے موصوف الحاج نعمت اللہ خاں رحمہ اللہ کے لئے مستعار لے لیا ہے آپ کے فضائل ومحاسن بے شمار ہیں آپ ایک متمول، صاحب ثروت دیندار علماء نواز، عابد وزاہد شب زندہ دار شخص تھے، سات آٹھ مواضعات پر مشتمل زمینداری کا اللہ نے آپ کو مالک بنایا تھا، آپ خوشحال زندگی کی تلاش میں ضلع گونڈہ (بلرامپور) کے موضع دتلوپور سے نقل مکانی کر کے نیپال میں چلے آئے تھے اور ضلع کپلوستو کے موضع کدربٹوا کو اپنا مسکن بنالیا تھا جہاں رب العالمین نے آپ کو خوب خوب نوازا، حتی کہ آپ کا شمار نہ صرف ضلع بلکہ نیپال کے بڑے مسلم زمینداروں کی لسٹ میں سرفہرست آگیا۔ آپ کی ہزاروں بیگھہ پھیلی ہوئی زمینداری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے موضع سونپور میں اپنے مکمل حصہ کی زمین جو کچا پانچ سو بیگھہ پر مشتمل تھی مدرسہ سراج العلوم کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کے بعض پٹی داروں کا بچا ہوا حصہ بعد میں بحق مدرسہ خرید لیا گیا آپ نے اپنی محنت، لگن اور جانفشانی سے اس علاقہ کو گل و گلزار بنا دیا تھا۔ بڑے بڑے علماء مثلاً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اور علاقے کے تمام تر نامور علماء سے آپ کے تعلقات تھے آپ ان علماء کے بڑے قدرداں تھے۔ آج بھی آپ کا خاندان

آپ کی روایت کو زندہ رکھے ہوئے اور ان کے قائم کردہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر کی خدمت و تعمیر و ترقی کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ فی الحال مجھے صرف ان کی زندگی کے گوشۂ دعوت و تبلیغ اور اشاعت توحید و سنت کو پیش کرنا ہے۔

## مسلک اہل حدیث کی قبولیت

موصوف کا خاندان حنفی المسلک تھا لیکن جب آپ نے نیپال کو اپنا وطن بنایا بالخصوص مدرسہ کو قائم فرمایا اور تجارتی مقصد سے جھنڈا نگر میں قیام بھی کرنے لگے تو آپ نے مسلک حق اہل حدیث کو اختیار کر لیا، اس کا بیان ان کے فرزند ار جمند خطیب الاسلام جھنڈا نگری کے قلم سے یوں ہے:

''والد صاحب نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی اور پھر ابتدائی تعلیم حاصل کی وہاں قرب و جوار کے مواضعات میں احناف کی اکثریت تھی جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ ہمارے اجداد حنفی مسلک پر کار بند ہیں، والد صاحب بھی غیر شعوری اور غیر محسوس طور پر مسلک حنفی پر ابتداء عمل پیرا رہے لیکن شروع جوانی سے جب انھوں نے جھنڈا نگر میں قیام کیا تو چونکہ اس کے آس پاس بڑھنی، سیورا، دودھونیاں، اکرہرا، کھجوریا، ملگیہا، بیرہوا وغیرہ تمام مواضعات میں اہل حدیث حضرات کی غالب اکثریت ہے بلکہ کچھ بریلوی طبقے کے لوگوں کو چھوڑ کر یہاں حنفیت کا تصور ہی نہیں ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط کے بعد مسلک اہل حدیث کی خوبیاں ان کے اوپر واضح ہوتی گئیں اور حنفیت میں جو خامیاں ہیں ان کا بھی احساس ہوا جس کی وجہ سے اہل حدیث علماء کے حلقے میں آ گئے اور قرب جوار میں جو جلسے ہوتے رہے ان میں پابندی کے ساتھ شرکت کرتے رہے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا اس زمانے میں بڑا شہرہ تھا وہ ہر اجلاس کے روح رواں اور ہر کانفرنس کی جان سمجھے جاتے تھے جلسوں میں ان کی شرکت ان جلسوں کی کامیابی کی ضمانت سمجھی

جاتی تھی لوگ سینکڑوں میل کی مسافت طے کرکے ان کے جلسوں میں شرکت کے لئے آیا کرتے تھے۔ چنانچہ والد صاحب کی ان سے بھی بعض جلسوں میں ملاقات ہوئی، آخرکار چھپرا کے عظیم الشان جلسے میں جس میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی شریک تھے اور ان کے علاوہ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ، مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری ،مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی ،مولانا عبدالوہاب صاحب صدری اور مولانا عبدالوہاب صاحب نابینا دہلوی جیسی جلیل القدر ہستیاں شریک تھیں، والد صاحب نے بھی ان سربرآوردہ اہل حدیث علماء کی اس جلسہ میں شرکت کی خبر سن کر رخت سفر باندھا اور جھنڈانگر کے اپنے ایک دیرینہ رفیق حاجی شکرو میاں کو بطور مرافق اپنے ساتھ لیا۔ یہ اس زمانہ میں والد صاحب کے دست راست تھے والد صاحب کے مشوروں میں شریک رہا کرتے تھے اور مخلصانہ مشوروں سے نوازتے تھے والد صاحب ان کے بڑے قدرداں تھے، مدرسہ جھنڈانگر کے قیام و بناء میں بھی شریک رہے۔ بہر حال ان کو ہمراہ لے کر والد صاحب نے چھپرا کے جلسے میں شرکت کی اور اسی جلسے میں علماء اہل حدیث کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہوکر اہل حدیث ہو گئے۔ پھر کدربٹوا پہونچے اور اپنے دونوں بھائیوں کو تبدیلی مسلک کی بات بتائی تو ان کے دونوں بھائیوں نے بھی جو ان کی بہت عزت کرتے تھے ان کی تائید کرتے ہوئے بخوشی مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔ (تذکرہ نعمت ص:۳۵ تا ۷۱)

راقم سطور جب جھنڈانگر تدریسی خدمات انجام دینے لگا تو بعض مواقع پر ان کے اہل حدیث ہونے کے ضمن میں یہ بھی سنا کہ ذھناً وقولاً وہ اہل حدیث ہو گئے تھے پھر بھی نماز میں ہاتھ ناف کے پاس ہی باندھتے تھے ایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے اور دونوں ہاتھ ناف کے پاس رکھے تھے کہ کسی بے تکلف بندے نے ان کا دونوں ہاتھ کھینچ کر نیچے سے اوپر سینے

پر کر دیا اور پھر وہ بھاگ گیا۔ کہ نماز سے فارغ ہو کر ان کا کیا رخ ہوتا ہے، یہ بات سنے ہوئے تیس پینتیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا اور نہ یہ یاد ہے کہ وہ کہاں کا تھا اور کیا کرتا تھا۔

## آپ کے چند اہم کارنامے:

موصوف ایک بڑے دنیادار زمیندار ہی نہ تھے بلکہ ان کے اندر ایک ایمان سے پر نور دل تھا موحد خشک نہیں تھے بلکہ توحید کو پروان چڑھانے کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے چنانچہ جب انھوں نے کاروبار زمینداری کو فروغ دینے کے لئے جد و جہد کی تو اپنے ہلواہوں اور مسلم کارندوں کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی خطیب الاسلام رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(تذکرہ نعمت ص:۷۶۔۷۷)

جب آپ نے کدر بٹوا گاؤں خریدا تو سب سے پہلے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ اور گاؤں والوں کو نماز کی دعوت دی، آپ پانچوں وقت کی نمازوں میں اس قدر بآواز بلند اذان دیتے تھے کہ رات کے سناٹے میں عشاء کی اذان اور صبح صادق کے وقت فجر کی اذان کی آواز میلوں سنی جاسکتی تھی، اس پر ''تھارو'' جو اس گاؤں میں پہلے سے آباد تھے انھوں نے آکر عرض کیا کہ آپ جو اتنی زور سے پکارتے ہیں اس سے ہمارے دیوتا ناراض ہو کر چلے گئے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ یہاں آباد رہیں اور آپ کی ہلواہی جوتیں تو آپ کو دن رات میں کئی کئی وقت پکار (اذان) بند کرنی پڑے گی، والد صاحب نے کہا کہ تم لوگ رہو یا جاؤ لیکن میرے مالک و معبود نے جو مجھ کو حکم دیا ہے اس کا حکم بجالانے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کروں گا، چنانچہ وہاں کے تھارو سب ایک ایک کر کے رخصت ہو

گئے، جن کے نہ رہنے سے اگر چہ وقتی طور پر کھیتی باڑی کا کام کافی متاثر ہوا لیکن اپنے فرض کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی اور بڑے سے بڑا خسارہ بخوشی برداشت کرلیا۔ ان آدمیوں کے چلے جانے سے آپ کے اوپر جسمانی طور سے کام کا بوجھ اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ تن تنہا آپ سولہ سولہ بیلوں کا چارہ اور بھوسہ گنڈاسہ سے بال کر کھلاتے تھے اور اسی طرح خود آپ کا بیان ہے کہ فی جوا (بغیر باری بدلے ہوئے) آپ نے آٹھ آٹھ گھنٹے بیڑی چلا کر کھیتوں کو سیراب کیا۔ آج کے زمانے میں مزدور اور محنت کش بھی اس سخت مشقت کا تصور نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ہمارے ناز و نعم میں پلے ہوئے نوجوان جو تن آسانی اور آرام طلبی میں اپنی مثال آپ ہیں، بہر حال جب تھارو کدر بٹوا سے محض ان کی اذان سے برگشتہ ہو کر چلے گئے تو آپ نے اس کی از سر نو آباد کاری کی طرف توجہ مبذول کی اور مختلف جگہوں سے مسلمان آدمیوں کو لا کر بسانہ شروع کیا اور ان کو نماز کی ترغیب دلائی، گاؤں کے بڑے بڑے اسامی ان کی دعوت و تبلیغ سے پنج وقتہ نمازی ہو گئے۔ اس زمانے میں جہالت و ناخواندگی اور دین سے عدم واقفیت کی بناء پر بہت سے مسلمان نوجوان بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ان کی طرح چوٹی رکھا کرتے تھے، جب ان کو بتایا کہ اسلام میں اس طرح کسی قوم کا مذہبی شعار اختیار کرنا حرام ہے تو ان کی چوٹیاں بعض باندھوں پر کٹوائی گئیں اور وہ باندھ اسی وجہ سے چوٹکٹوا کے نام سے موسوم ہوا۔ ایک باندھ پر گڑ اور دھنیا تقسیم کیا گیا وہ باندھ گڑ دھنیا کے نام سے موسوم ہوا۔
(تذکرہ نعمت ص: ۷۰۔۷۲)

## دربار شاہی میں اذان و نماز

حاجی صاحب رحمہ اللہ کی جرأت ایمانی اور ایمان سے محبت و لگاؤ کا بڑا مشہور واقعہ ہے جسے میں نے خطیب الاسلام رحمہ اللہ کی زبانی بارہا سنا ہے کہ جب دیگر زمینداروں کے ساتھ حاجی صاحب کو اکھڑا کے معاملے میں گفتگو کرنے کے لئے راجہ ببر شمشیر نے آپ کو

کاٹھمانڈو طلب کیا تو آپ زمینداروں کے ساتھ دربار شاہی میں حاضر ہوئے، جب نماز کا وقت ہوگیا تو آپ نے وضوء کیا اور بآواز بلند اذان کہہ کر نماز پڑھی۔ یہ دیکھ کر لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

## ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور ملت پر احسان

علامہ اقبال کی نظم نادر شاہ کی منقبت پر مشتمل کو میں نے سر عنوان ہی درج کر دیا ہے اس سے میرا منشاء یہ ہے کہ رب العالمین کی نگاہ کرم ہمالہ کی وادی وترائی پہ پڑی تو اس نے حاجی نعمت اللہ رحمہ اللہ کو اس وادی اور پورے ملک کے لئے نعمت بنا کر بھیجا تا کہ ان کے ذریعے شجر اسلام کی آبیاری ہو اور ایمان کی روشنی سے وادی ہمالہ بقعہ نور بن جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب کو اللہ نے توفیق دی کہ آپ نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کدربٹوا اور پھر جھنڈانگر میں ایک مسجد کی بنیاد رکھ دی اس میں تعلیم کا آغاز بھی کر دیا۔ پھر جھنڈانگر میں مسجد کے دائیں جانب ۱۹۱۴ء میں مدرسہ بھی قائم کر دیا اور مولانا خلیل احمد صاحب بسکوہری کو بحیثیت مدرس خدمت پر مامور کیا۔ اس مدرسہ کے اولین طلبہ میں مندرجہ ذیل نام ملتے ہیں:

۱۔ جناب عبدالغفار صاحب کدربٹوا ۲۔ خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی

۳۔ الحاج عبدالجبار صاحب کدربٹوا ۴۔ حاجی عبدالرزاق صاحب دودھونیاں

۵۔ مولانا عبدالحئ صاحب مہادیو بزرگ

حاجی صاحب ایک اولوالعزم آدمی تھے آپ کے اندر خدمت اسلام اور اشاعت دین کا بے پناہ جذبہ تھا۔ اسی جذبے کے تحت انھوں نے مدرسہ کو ترقی دی اور اس کو اقامتی بنادیا۔ اچھے اچھے مقتدر علماء کو مدرس مقرر کیا۔ مدرسہ کے مالی استحکام کے لئے سونپور موضع میں اپنے حصے کی دوثلث زمینداری مدرسہ کے لئے وقف کردیا جو ایک بے نظیر وقف ہے۔ آج بھی اس کی آمدنی سے مدرسہ کو تقویت مل رہی ہے۔ میرا موضوع مدرسہ کی تاریخ لکھنا نہیں ہے جس کو تفصیل کا شوق ہو، اسے سرگزشت جامعہ حصہ اول کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ یہی مدرسہ ہے جس کو پورے نیپال میں اولیت کا شرف حاصل ہے اور ہمیشہ اسے ہرنا حیہ سے تمام مدارس ومعاہد پر تقدم وفوقیت کا رتبہ ملتا رہا اسی ادارے نے دعوت کتاب وسنت اور منہج محدثین کا علم بلند کیا۔ اسی ادارے نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کیا اور تمام طرح کے شکوک وشبہات کا بخیہ ادھیڑ کرر کھ دیا۔ اس ادارے کے فارغین علم کتاب وسنت لکے لئے عرب وعجم میں گشت کرر ہے ہیں۔

یقیناً حاجی صاحب موصوف کا ملت اسلامیہ پر بڑا احسان عظیم ہے اور آپ کے ایثار وقربانی کو ہمیشہ یادرکھا جائے گا و ممّا قلتُ ؎

ملت اسلامیہ نیپال کی تقدیر تو　　　شرع دین مصطفیٰ کی جاگتی تصویر تو
تجھ کو قدرت نے بنایا دین حق کا پاسباں　　　آ گیا نیپال میں تو چھوڑ کر ہندوستان

☆☆☆

# خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

(ولادت: مابین ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۰ء وفات: ۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء)

بہار اب جو گلشن میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انھیں کی لگائی ہوئی ہے

موصوف کی تاریخ و سنہ ولادت بالضبط نا معلوم ہے انھوں نے تخمینہ کر کے خود ۱۹۱۰ء لکھوایا ہے لیکن حالات پر غور کرنے سے یہ تخمینہ درست نہیں معلوم ہو رہا ہے کیونکہ جامعہ سراج العلوم کا سنہ قیام ۱۹۱۴ء ہے اور موصوف اس کے بالکل اولین چند طلبہ میں سے ہیں جبکہ اس سے پہلے وہ کدر بٹوا کی مسجد میں میاں مالک علی سے پڑھتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جھنڈانگر میں تعلیم کے لئے آنے کے وقت عمر سات آٹھ سال ضرور رہی ہوگی۔

ایک ہمہ صفت موصوف، کثیر الجہات، تہ در تہ اور دل آویز شخصیت جس پر پی ایچ ڈی کا رسالہ لکھا جا رہا ہو، جس کے نام نامی و اسم گرامی سے برصغیر کا دین پسند طبقہ واقف ہو، جس کی شہرت علمی عرب و عجم میں ہو، ملک نیپال میں تحریک دعوت جس کا مرہون منت ہو، تعلیم کا جس نے جال بچھا دیا ہو، جس نے اپنی شگفتہ تحریروں و تالیفات کے ذریعہ دلوں کو زندگی عطا کی ہو اور جو آسمان خطابت کا آفتاب نصف النہار رہا ہو اس عظیم شخصیت کا تعارف صفحہ دو صفحہ میں کرانا دریا کو کوزے میں بند کرنے کا مصداق ہوگا، رہوار قلم درماندہ ہو کے رہ جائے گا۔ ایسی شخصیت کے لئے تو دفتر درکار ہے اور اس مختصر تحریر میں اس کی گنجائش نہیں موصوف کے کارناموں کی کچھ نہ کچھ جھلک گذشتہ صفحات میں جا بجا آچکی ہے پھر بھی اس خیال سے چند باتیں عرض کر دی جاتی ہیں کہ امیر الطائفہ کے ذکر سے یہ حصہ یعنی سرنامہ خالی نہ رہے۔

آپ کی ذات میں سورج کی چمک چاندنی کی خنک، ستاروں کی دمک، بجلی کی کڑک، بلبل کی چہک، پھولوں کی مہک، کلیوں کی چٹک، دریا کے موجوں کی روانی، آبشاروں کی نغمہ سرائی، پہاڑوں کی استقامت، حریر وریشم کی ملاحت، شہد کی حلاوت، قوس وقزح کی رنگت، ہمالہ کی بلندی، اور سمندر کی گہرائی موجود تھی۔

آپ نے اپنی تعلیم کی ابتداء بذریعہ ابجد اپنے موضع کدر بٹوا کی مسجد سے کیا جہاں لٹیا کے میاں مالک علی نے حروف شناسی اور قاعدہ و دیگر ابتدائی کتابیں پڑھائیں پھر جامعہ سراج العلوم السّلفیہ (جو اسوقت صرف مدرسہ اسلامیہ کے نام سے پہچان بنا رہا تھا) میں داخل ہوکر مولانا خلیل احمد بسکوہری سے تعلیم حاصل کی، پھر جامعہ رحمانیہ بنارس کا رخ کیا وہاں دیگر اساتذہ کے ساتھ ساتھ بطور خاص مولانا محمد منیر خاں جونپوری سے کسب فیض کیا پھر قسمت کا ستارہ چمکا تو مدرسہ دارالحدیث دہلی کی علمی فضا میں داخل ہوئے وہاں مولانا عبید اللہ رحمانی، مولانا نذیر احمد املوی وغیرہ سے اپنا دامن مراد پُر کیا اور شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے آخری دور کے شاگرد شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب پرتا بگڈھی سے الجامع الصحیح للبخاری کا درس لے کر سرفراز ہوئے، اس طرح بیک واسطہ سید نذیر حسین کے سلسلہ سے جڑ گئے جو اپنے آپ میں بڑی فضیلت ہے۔ ۱۹۳۲ء میں دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے سند فراغت حاصل کر کے گھر واپس آئے۔

آپ کی خدمات اور کارنامے بڑے زریں و باعث صد افتخار ہیں جن کے لئے دفتر درکار ہے لیکن یہاں مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

آپ کے کارناموں و خدمات کو مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) تدریس (۲) خطابت (۳) تصنیف و تالیف (۴) صحافت (۵) مدرسہ کی نظامت اور تعمیر و ترقی (۶) دیگر مدارس و مساجد کا قیام و بناء (۷) عام خدمت خلق

## تدریس

آپ کے تدریس کی مدت مختصر ہے فراغت کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی (ایک سال) جامعہ رحمانیہ بنارس (دوسال) جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں اولا باقاعدہ پھرعہد نظامت میں غیر موجود اساتذہ کی کتابوں کی تدریس وقتا فوقتا۔

## خطابت

خطابت میں تو آپ سحرالبیان تھے ہی آپ کی خطابت کا ڈنکا پورے برصغیر میں بجتا تھا۔آپ کی پرزورومؤثر خطابت سے متاثر ہوکرآپ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ نے آپ کوخطیب الہند پھرخطیب الاسلام کے پُرفخر خطاب سے نوازا تھا۔

تصنیف وتالیف: آپ کوتصنیف وتالیف سے بڑی شغف ودلچسپی تھی آپ کے گہر بار قلم سے علمی تالیفات ومقالات منظرعام پرآئے جن کی تعداد چالیس تک پہونچتی ہے۔(تفصیل کا یہ محل نہیں)

## صحافت

صحافت سے بھی آپ کودلچسپی رہی، ملک کے تمام جماعتی وغیر جماعتی رسائل وجرائد مثلاترجمان دہلی، پندرہ روزہ اہل حدیث دہلی، اہل حدیث امرتسر، الرحیق لاہور، معارف اعظم گڈھ، التوعیہ دہلی، ندائے ملت لکھنؤوغیرہ میں آپ کے مضامین ومقالات چھپتے رہے۔

آپ نے جامعہ کاماہنامہ السراج جاری فرمایاجس کی تفصیل گذرچکی ہے۔

## نظامت جامعہ اور تعمیر و ترقی

اس کا بھی ذکرگذرچکاہے آپ کی محنت وجانفشانی سے جامعہ سراج العلوم السّلفیہ کو عالم اسلام میں شہرت ملی یہاں فراغت تک تعلیم ہونے لگی یعنی سنن کے علاوہ صحیحین کا درس ہونے لگا طلبہ یہاں سے حفظ وقرأت اورعلوم شریعت میں فراغت تک کی سند لے کر نکلنے لگے جوآج سینکڑوں کی تعداد میں نہ صرف برصغیر بلکہ عالم عرب میں بھی شاندار خدمات

انجام دے رہے ہیں۔ (یہ بھی تفصیل کا محل نہیں ہے)

## دیگر مکاتب و مدارس و مساجد کا قیام

آپ کے اہم کارنامے جامعہ سراج العلوم تک محدود نہیں رہے بلکہ مختلف انداز میں آپ نے پورے نیپال میں کام کیا اسی ضمن میں بچیوں کے لئے کلیہ عائشہ صدیقہ کا قیام، مرکز امام احمد بن حنبل الاسلامی تولہوا کا قیام، مدرسہ اصلاح المسلمین مہراج گنج کا قیام اور مدرسہ محمدیہ بھیرہوا کا قیام کلی یا جزوی طور پر آپ کا مرہون احسان ہے۔ چھوٹے مکاتب کا تو ذکر کیا ہے۔ جتنے قابل ذکر مدرسے ہیں سبھوں نے آپ کی تصدیقات وتوصیات سے استفادہ کیا ہے۔

اسی طرح جھنڈانگر کی اہل حدیث جامع مسجد، کلیہ عائشہ صدیقہ میں دو مساجد، کدربٹوا، سنڈی، چنروٹہ وغیرہ میں خاص آپ کے ذریعہ اور نا معلوم کتنے مقامات پر آپ کی تحریر وسفارش سے مساجد کا قیام وبناء عمل میں آیا۔

## عام خدمت خلق

فقراء، غرباء ومساکین، مریض اور عقد ونکاح کی ضروریات کے لئے آپ نے جامعہ کے رفاہی فنڈ سے یا کسی اور مد سے لوگوں کی امداد فرمایا۔ بعض بعض ہڈی شکستہ مریضوں کے ساتھ تعاون ماہ و سال کے حساب سے بقدر ضرورت کرتے رہے۔

آپ کی یہ ساری خدمات وکارنامے تعلیم ودعوت کے میدان میں انجام پائے نومبر ۱۹۹۹ء میں علم وعمل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا اور جھنڈانگر کی اہل حدیث قبرستان میں آسودۂ خواب ہے۔ اللهم أنزل علىٰ قبره شآبيب رحمتك و غفرانك

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

# فخر جماعت مولانا شمیم احمد صاحب ندوی

(ولادت:۱۹۵۶ء)

خانوادہ نعمت اللہ کے گل سر سبد، بلحاظ کمالات واوصاف فرد فرید، حالات حاضرہ پر عقابی نگاہ کے مالک، گتھیاں سلجھانے کے ہنر سے واقف، شگفتہ تحریر، دل آویز گفتگو، معاملہ فہم، سنجیدہ مزاج، ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے بھرپور، تعلیمی کارواں کے سربراہ۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

ضلع کپل وستو کے موضع کدربٹوا میں نیپال کے مشہور متمول زمیندار خاندان میں پیدائش ہوئی، بچپنے میں ہی یتیمی کا زخم سہنا پڑا، والد محترم جناب عبدالرحیم خاں صاحب کا انتقال ہوگیا، بڑے چچا خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی کے زیر نگرانی والدہ محترمہ نے پرورش کی۔ مکتب کی تعلیم کدربٹوا اپنے گھر ہی ایک معلم کے ذریعے شروع کی، جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر اور المعہد الاسلامی اکرہرا کے مکتب سے بھی استفادہ کیا تعلیمی حرج کا احساس کرتے ہوئے چچا جان خطیب الاسلام رحمہ اللہ مولانا شمیم احمد ندوی اد ا اپنے پوتے ڈاکٹر منظور احمد علیگ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل کروایا وہیں مکتب پھر عربی کے کورس کی تکمیل کر کے ۱۹۷۷ء میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد زمینداری اور کاروباری مشغولیات میں لگے رہے۔ خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے تربیت کے خاطر اپنی زندگی ہی میں جامعہ کا ناظم امور داخلی مقرر کردیا تھا اور انہیں کو جامعہ کی نظامت کے لئے اپنا جانشین اعلان

کردیا تھا ان کی وفات اکتوبر ۱۹۹۹ء میں نظامت کا بار ان کے کندھوں پر آگیا پھر آں دم تا ایں دم احساس ذمہ داری کے تحت بخیر وخوبی سالار کارواں کا فریضہ انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ بات چل رہی ہے دعوت اہل حدیث کے ارتقاء وفروغ کی اسلئے چند سطری خاکہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

آپ کی خدمات وسرگرمیوں کو آئندہ کا مورخ آب زر سے رقم کرے گا اوران کی تشریح میں قلم کا جوہر دکھائے گا فی الحال آپ کے کارناموں کو تین نقاط کے تحت ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) تعلیم (۲) صحافت (۳) خطابت

**تعلیم:**

تعلیم کے میدان میں آپ نے بڑی جد و جہد کی ہے، جامعہ کی نظامت کرتے ہوئے آپ نے محسوس کیا کہ موجودہ تعمیرات ضروریات کے مطابق نہیں بلکہ تنگ ہیں اس لئے قصبہ سے باہر تقریبا پینتالیس بیگھہ کچا، زمین خرید کر اس پر اب تک چھ بلڈنگ تعمیر کرا چکے ہیں، ایک وسیع وعریض مسجد اور پانی کی ٹنکی اس کے علاوہ ہے۔ پہلی بلڈنگ بانی جامعہ الحاج نعمت اللہ خاں کے دوسرے چھوٹے بھائی الحاج محمد اسحاق خاں کے نام سے موسوم ہے جس میں چودہ وسیع ہوا دار کمرے مع برآمدہ وٹوائلٹ ہیں۔ دوسری بلڈنگ بانی جامعہ کے تیسرے چھوٹے بھائی الحاج محمد امین خاں کے نام سے موسوم ہے جو سترہ کمروں مع برآمدہ وایک کشادہ ہال وٹوائلٹ پر مشتمل ہے۔ تیسری بلڈنگ بانی جامعہ کے نام سے موسوم یعنی درسگاہ نعمت ہے جو گیارہ کمروں پر مشتمل ہے جس میں سے ایک آفس شیخ الجامعہ ایک اسٹاف روم اور باقی درسگاہ کے لئے ہیں، نہایت بلند وبالا خوبصورت گیٹ تعمیر کرایا ہے جس پر خطیب الاسلام کمپلکس کی عبارت تحریر ہے۔ چوتھی تعمیر برائے دفتر نظامت اور

پانچویں برائے کلینک ہے۔ چھٹویں تعمیر گیٹ سے متصل چھ شٹر پر مشتمل کرائے کے دوکان ہیں ان کے اوپر بھی ملازمین کے لئے فیملی کواٹر کی تعمیر ہو چکی ہے ساتویں تعمیر مسجد کی ہے یہ طلبہ واساتذہ کے پنج وقتہ نماز کے لئے ہے۔

آپ کا ایک بڑا ہی قابل تعریف و تحسین تعمیری کارنامہ جامعہ قدیم یعنی بارڈر پر قدیم مسجد کے سامنے متصل عالیشان مسجد پر مشتمل تعمیر کا ہے۔ بڑھتی آبادی و کثرت تعداد طلبہ کے سبب قدیم مسجد تنگ ہو گئی تھی، جمعہ میں نمازیوں کو صحن سے باہر دھوپ و بارش کی تکلیف جھیلنی پڑتی تھی، اس لئے آپ نے منصوبہ بندی کی اور بڑی جدوجہد کے ذریعے اس کی تعمیر بڑی حوصلہ مندی سے کرائی۔ اب کہا جاسکتا ہے کہ تعمیری ناحیہ سے ایسی خوبیوں سے متصف و مستحکم و کشادہ مسجد ہند و نیپال بارڈر کے علاقوں میں کہیں نہیں دیکھی جارہی ہے۔ یہ مسجد پوری کی پوری ایئر کنڈیشنڈ ہے۔

یہ سارا کام اور جدوجہد آپ نے تعلیم و تدریس کے دائرہ کار کو بڑھانے کے لئے کیا تاکہ بڑی تعداد میں مہمانان رسول، طالبان علوم نبوت یہاں قیام کریں اور پورے سکون واطمینان کے ساتھ قرآن و حدیث کے چشمہ صافی سے سیراب ہو کر نکلیں پھر توحید و سنت کے علم کو لے کر شہر شہر قریہ قریہ اور گلی کوچوں میں پھریں۔

اب آپ کی عالی ہمتی سے شعبۂ عربی میں اقامتی طلبہ کی تعداد تین سو تک پہنچ چکی ہے مزید اقامتی تعمیرات ہو جانے کے بعد داخلہ کا دروازہ مزید وسیع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

ان طلبہ کا قیام و طعام کتب کی سہولت تو فراہم کی ہی جاتی ہے مزید انہیں ادارے کی جانب سے آرام دہ موٹا گدا، تکیہ، چادر بھی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح شعبۂ حفظ کو مزید وسیع و منظم انداز سے چلانے کے لئے اس کو مدرسہ زید بن ثابت کے نام سے موسوم کر کے ایک مستقل شناخت بنائی گئی ہے۔ اس میں بھی ایک مدرس کی جگہ پانچ حفاظ اور چالیس

طلبہ کی جگہ ڈیڑھ سو طلبہ رکھے جاتے ہیں۔

جامعہ میں پہلے عالمیت تک ہی تعلیم ہوتی تھی آپ نے طلبہ کو حوصلہ دینے ان کے معیار کو بلند کرنے اور خود جامعہ کے معیار کو بلند کرنے کے لئے شعبہ فضیلت کا آغاز کردیا ہے اب ہمارے طلبہ ثانویہ، عالمیہ، فضیلت اور حفظ کا شہادہ حاصل کر کے سرفراز ہو رہے ہیں۔

اسی پر بس نہیں آپ نے عصری تعلیم کی اہمیت وضرورت کا احساس کر کے ۲۰۰۱ء میں الہلال پبلک اسکول کا آغاز کردیا۔ اب یہ اسکول ترقی کر کے ہائی اسکول تک پہونچ گیا ہے۔

الہلال پبلک اسکول قائم ہونے سے مکتب ختم کر دیا گیا تھا لیکن دو ہی سال گذرے تھے کہ احساس ہوا کہ نادار کنبوں کے بچے تعلیم سے دور ہو گئے ہیں اور اب وہ ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں تو پھر سے مکتب سراج العلوم کا اجراء کر دیا گیا۔ اسی تعلیمی وتربیتی سلسلہ کی ایک اہم کڑی کے طور پر مدرسہ ضیاء العلوم السّلفیہ چنروٹہ مع مرکز العون الخیری بھی ہے جہاں پرائمری (مکتب) اور شعبہ تحفیظ القرآن الکریم بھی جاری ہے۔ ان تمام شعبوں میں کل مجموعی تعداد طلبہ دو ہزار اور تدریسی وانتظامی اسٹاف ستر ہے چپراسی وصفائی ملازمین کو ملا کر تقریباً تعداد اسّی ہو جاتی ہے۔ یہ ہے مولانا شمیم احمد ندوی حفظہ اللہ کی تعلیمی میدان میں خدمات جس کے ذریعے اسلامی شعور کی بیداری، دل ودماغ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش اور توحید وسنت کے فروغ کا جذبہ، شرک وبدعات کا رد وابطال ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

## صحافت:

ماہنامہ مجلہ السراج کا پہلے ذکر گذر چکا ہے موصوف اس کے روز اول سے مدیر

مسئول ہیں۔ ہر شمارہ کا اداریہ آپ کے رشحات قلم سے مزین ہوتا ہے۔ جس میں حالات حاضرہ پر تبصرہ و تجزیہ، عالمی مسائل پر سیر حاصل گفتگو، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے مسائل کی نقاب کشائی اور ان کارد نیز ان کے ذریعے مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بطور خاص یہودیت، صیہونیت، نصرانیت اور مغربی میڈیا کے ذریعے پیدا کردہ فتنوں اور سازشوں کی پول کھول کر قارئین کو ان سے آگاہ و ہوشیار کیا جاتا ہے۔

اداریہ ہی پر اکتفاء نہیں آپ کے سیال قلم سے بہت سے مضامین اور احتساب و تعاقب بھی حیطہ تحریر میں آتے رہتے ہیں مثلاً ندوۃ العلماء، فکر ونظر میں تبدیلی کا سفر۔ یہ اتنا گرانقدر سلسلہ مضمون ہے کہ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس سلسلہ مضمون میں اہل ندوۃ کو ندوہ کے مقصد قیام کو یاد دلایا جارہا ہے۔ دراصل ندوہ کا مقصد قیام علیگڈھ مسلم یونیورسٹی اور دارلعلوم دیوبند کے درمیان پیدا شدہ کھائی کو پاٹنا تھا۔ ایک طرف دیوبند کا نصاب تعلیم اور وہاں کے علماء کا دقیانوسی خیال کہ وہ تقلید جامد کو پتھر کی لکیر سمجھ کر اپنائے ہوئے تھے اور اس سے ایک سرمو ہٹنے کو تیار نہیں تھے بلکہ اسی کو کل دین سمجھ کر اپنا سارا زور اسی پر صرف کررہے تھے اس کے علاوہ فقہ اہل حدیث کے حاملین اور سلفی العقیدہ جماعت کو گمراہ قرار دے رہے تھے جیسا کہ مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ کی تحریریں اس پر دال ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وعلامہ ابن حزم کے متعلق گری ہوئی زبان کا استعمال وہاں کے درس میں ہوا کرتا تھا۔ آمین بالجہر اور رفع الیدین کے جرم میں ۱۹۵۶ء میں اہل حدیث طلبہ کا وہاں سے اخراج بھی عمل میں آچکا تھا۔ یہ تھی ان کی تنگ نظری اور مسلکی تعصب، نصاب تعلیم فرسودہ منطق وفلسفہ پر مشتمل تھا جس کو وہ اسلامی تعلیم سمجھ بیٹھے تھے جب کہ ان کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں تھا بلکہ انھوں نے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ فرقہ معتزلہ اور فتنۂ خلق قرآن یونانی منطق وفلسفہ ہی کی دین تھی اسی طرح علم کلام کا وجود بھی فلسفہ یونانی کی وجہ

سے ہوا تھا جو عقیدہ سلف یعنی صحابہ وتابعین کے عقیدہ کے اکثر خلاف تھا۔

اس کے برعکس مسلم یونیورسٹی میں پوری آزادی تھی اسلامی نصاب تعلیم سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا مکمل مغربی وعصری تعلیمات پر مشتمل تھا۔ضرورت تھی ایک ایسے نصاب ونظام تعلیم کی جو قدیم وجدید دونوں پر مشتمل ہو اسی مقصد کے تحت ندوہ اور اس کا طریقہ تعلیم وضع کیا گیا تھا فقہ میں کسی مسلک کو ترجیح حاصل نہیں تھی۔

ایک مدت تک ندوہ کی یہی روش رہی لیکن دور آخر میں اس کے ذمہ داروں کے فکر ونظر میں تبدیلی آگئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ ندوہ پورے طور سے دیوبند کی فوٹو کاپی بن گیا۔مولانا شمیم احمد ندوی حفظہ اللہ نے اپنے اس مضمون میں اسی تبدیلی سفر کا بھرپور جائزہ لے کر انہیں ان کا سبق یاد دلانے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔

اسی طرح انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات ایک طویل سلسلہ مضمون ہے جس میں گناہوں کے اقسام ومراتب اور ان کے برے اثرات سے آگاہ کیا گیا ہے ندوہ کے ایک استاذ مولانا سلمان ندوی تشیع سے متاثر ہو کر سعودی عرب اور آل سعود کے خلاف زہر افشانی کرنے لگے تو ان کی زہر افشانیوں کی قلعی شمیم احمد ندوی صاحب نے کھول دی اور مدلل و مسکت انداز میں ان کا رد فرمایا۔اس موضوع پر اہل حدیث صحافت کے ذیل میں کچھ اشارے ہو چکے ہیں اب اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

**خطابت:**

مولانا موصوف کو تحریر وتقریر دونوں ہنروں پر دسترس حاصل ہے انشاء پردازی اگر ان کی لونڈی تو خطابت میں دریا کا خرام پایا جاتا ہے۔اسلوب میں سنجیدگی اور متانت ہے، موضوع کو خوب پھیلا کر ذہن نشیں کراتے ہیں۔آپ کے بیانات اکثر محاسن اسلام اور دین حق کی آفاقیت پر ہوتے ہیں، اسلام کے خلاف پھیلائی گئی افواہوں کی حقیقت اور احکام

شریعت کی صداقت کو آپ مبرہن کرتے ہیں یوں تو آپ نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کل ہند اجلاسوں سے لیکر دیگر کانفرنسوں وجلسوں میں خطاب کیا ہے مگر چونکہ پیش نظر نیپال میں دعوت ہے اسلئے یہاں ذکر کروں کہ دانگ، کپل وستو، روپندیہی، روتہٹ، سرہا، سبتری، اور جھاپا وغیرہ اضلاع کے بڑے بڑے جلسوں اور خصوصی پروگراموں میں بحیثیت صدر یا خطیب آپ نے اسلام کے حیات آفریں پیغام کا نسخہ گایا ہے اور عام مسلمانوں و اخوان جماعت کو کتاب وسنت کی شاہراہ پر زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔

☆☆☆

# مولانا عبدالوہاب ریاضی جھنڈانگری

(ولادت: ۱۹۳۱ء وفات: ۲۰۱۴ء)

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

ملبوس پاکیزہ زیب تن، خوش گفتار، شیریں کلام، متواضع، منکسر المزاج، اپنائیت میں یکتا، مسائل سلجھانے میں ماہر، یہ تھے ہمارے کرم فرما بزرگ عالم دین، حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب ریاضی رحمہ اللہ۔

مکتب اور ابتدائی تعلیم اپنے پڑوس کے نہیں بلکہ اپنے مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر میں، پھر عربی کی ابتدائی جماعتوں یعنی صرف ونحو، ادب وغیرہ کی تعلیم دارالعلوم ششہنیاں میں، پھر دہلی کا رخت سفر باندھا اور مدرسہ ریاض العلوم اردو بازار میں وہاں کے فخر زمانہ اساتذہ بالخصوص جماعت کے ابراہیم ادہم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ شیخ الحدیث صاحب کی نظر تربیت کا کیا کہنا تھا۔

آں چشم کہ ربودے دل خوبروجواناں
دیرینہ سال گردربیک گردش نگاہے

شیخ الحدیث رحمہ اللہ صحیحین و دیگر کتب احادیث کا درس لے کر بدو واسطہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سلسلہ سند سے جڑ گئے اور مدرسہ میں ان سے سند فراغت لے کر وطن واپس لوٹے۔

موصوف نے ملک نیپال میں اپنی مقدرت و بساط بھر تعلیم و تربیت اور دعوت و

تبلیغ کا کارنامہ انجام دیا۔ایک مختصر مدت جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں للہ فی اللہ ترجمہ قرآن وبعض دیگر کتب کا درس دیا۔آپ کی اصل جولانگاہ موضع پوکھر بھٹوا اور موضع الگا ٹھہرا، پوکھر بھٹوا میں اپنے عنفوان شباب ہی میں وارد ہوئے۔مولانا نور محمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کی طلب پر مفکر ملت حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمانی رحمہ اللہ نے ان کو پوکھر بھٹوا کی طرف رہنمائی و نامزدگی فرمائی تھی اس وقت نہ صرف پوکھر بھٹوا بلکہ پاس پڑوس کے مواضعات بھی شرک وبدعت میں ڈوبے ہوئے تھے۔اللہ کے فضل خاص سے مولانا نور محمد صاحب رحمانی بیدولی سے سسرالی رشتہ کی بناء پر پوکھر بھٹوا کو اپنا مسکن بنا چکے تھے اب دونوں حضرات کی مشترکہ حکمت عملی وکوشش سے آہستہ آہستہ یہ گاؤں شرک و بدعات کی دلدل سے نکلنے لگا حتی کہ چند سالوں کی محنت سے مکمل پاک وصاف ہوکر سارے لوگ موحد ومتبع سنت ہوگئے۔آج یہ گاؤں اس علاقے میں اپنی الگ دینی شناخت رکھتا ہے۔میری معلومات کی حد تک وہاں دو عظیم الشان دعوتی واصلاحی اجلاس عام بھی ہو چکے ہیں۔ان دونوں پروگراموں میں راقم سطور کو خطاب کی سعادت حاصل ہو چکی ہے اور ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد ہارون صاحب سلفی کی عنایت سے وہاں عید یا بقرعید بھی پڑھا چکا ہوں، اب وہاں میرے کئی ایک شاگرد بھی ہیں ،موضع مذکور میں ایک لمبی مدت تک خدمات انجام دینے کے بعد آپ کپلوستو کے موضع الگا میں پہونچے اور وہاں بھی بڑی حکمت عملی وداعیانہ بصیرت کے ساتھ تعلیم وتربیت واصلاح عقائد سماج کا فریضہ انجام دیا۔

مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر میں ۱۹۸۰ء کے بعد اس کے تعلیمی دائرہ کی وسعت کے پیش نظر ایک مہتمم کی ضرورت محسوس ہوئی تو خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے آپ کو منتخب کیا جہاں آپ نے مکمل تین سالوں تک اہتمام واشراف کا فریضہ انجام دیا۔اسی دوران تولہوا

میں خطیب الاسلام رحمہ اللہ کے تعاون وحکم سے مولانا ہارون صاحب سلفی نے ایک عالیشان مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور تعمیری کام شروع کرایا تو انہیں کے حکم سے آپ وہاں تعمیری نگراں مقرر ہوئے پھر تعلیم کا افتتاح ہونے کے بعد آپ کو مدرس مقرر کر دیا گیا۔

۱۹۸۹ء میں مدرسہ خدیجۃ الکبری کرشنا نگر کے قیام کے بعد آپ اس کے مہتمم بنائے گئے۔آپ نے اس مدرسہ کو بڑی دلسوزی کے ساتھ ترقی دی وخون جگر سے سینچا اور درسی فریضہ کو انجام دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔علاقہ کپلوستو میں موصوف کی تعلیمی ودعوتی خدمات کو مدت مدید تک یاد رکھا جائے گا۔

☆☆☆

# مولانا عبداللہ صاحب مدنی رحمہ اللہ

(ولادت: ۱۹۵۵ء وفات: ۲۲/دسمبر ۲۰۱۵ء ۔ ۱۰/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ)

وہ بوستان حدیث رسول کی خوشبو وہ باغ حکمت ودانی کا شہ گل رو

وہ کاروان حدیث رسول کا شاہد وہ جس نے نشر کی خوشبوئے علم ہر ہر سو

مولانا عبداللہ صاحب مدنی کا تعلق ایک ایسے خانوادے سے تھا جو مقامی طور پر اپنی اچھی دینی شناخت رکھتا تھا ان کے دادا میاں محمد زکریا رحمہ اللہ نے پوری زندگی بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت میں گذاردی۔ وہ فی نفسہ بڑے نیک، دیندار اور خدا ترس تھے، زہد وعبادت کا خاص ذوق وشوق رکھتے تھے، اس کا اچھا اثر ان کی اولاد پر بھی رہا۔ اسی خاندان میاں زکریا رحمہ اللہ کے وہ فرد فرید تھے ان کے ذریعہ اس خانوادے کی شناخت اب مقامی نہیں بلکہ ملک گیر ہو گئی۔

مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر اور المعہد الاسلامی اکرہرا میں حاصل کی جب کہ عالمیت کی تعلیم جامعہ سلفیہ بنارس اور تخصص کے دوسالہ کورس میں سے صرف سال اول کی تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء میں حاصل کی۔ اللہ رب العالمین کو ان سے بڑے بڑے کام لینا تھا تو اس کے فضل وکرم سے دیار حبیب مدینہ منورہ میں رہ کر جامعہ اسلامیہ سے لیسانس (بی۔اے) کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۸۱ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد میدان عمل میں قدم رکھا، نیپال کی وادیاں و پہاڑ منتظر تھے کہ کوئی مرد میدان آئے اور شمع توحید روشن کرے۔ جامعہ سلفیہ جنکپور آپ کے دعوتی مشن کی پہلی منزل ٹھہرا تین سال تک آپ نے اپنا خون جگر جلا کر وہاں علم

دین کی روشنی پھیلائی، دوسری منزل کے طور پر ملک کی راجدھانی کاٹھمانڈو کو منتخب کیا وہاں پروفیسر حبیب اللہ صاحب کے ساتھ مل کر دعوتی و تعلیمی مشن کو آگے بڑھایا تیسری منزل مرکز امام احمد بن حنبل تولہوا ٹھہرا، وہاں آپ نے کار دعوت کو سنوارا۔ آخری منزل ان کا مرز و بوم جھنڈا نگر ٹھہرا یہاں آپ نے مندرجہ ذیل بڑے کارنامے انجام دیئے۔

☆ ماہنامہ نور توحید کا اجراء ۱۹۸۸ء ☆ متعدد اہم سیمینار و کانفرنس کا انعقاد

☆ مرکز التوحید و مدرسہ خدیجۃ الکبری کا قیام ۱۹۸۹ء ☆ دعوتی دورے

ماہنامہ نور توحید پر گذشتہ صفحات میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ مدرسہ خدیجۃ الکبری قائم کر کے آپ نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا کہ مسلم بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت اور توحید و اتباع سنت کے ماحول میں ان کی ذہن و کردار سازی کا سامان کیا۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں جہالت، توہم اور شرکیہ اعمال و رسوم پرستی زیادہ پائی جاتی ہے۔ اب اس مدرسہ کے ذریعہ صحیح عقیدہ کی ترسیخ اور کردار ڈھالنے کا کام خوبصورت طور سے ہونے لگا۔ جماعت اہل حدیث کی طالبات کے ساتھ ساتھ ایک اچھی خاصی تعداد مشرکانہ و بدعتیانہ ماحول کی طالبات کی بھی رہنے لگی۔ مولانا کی سرگرمیاں صرف نور توحید اور مدرسہ خدیجۃ الکبری کی چہار دیواری کے اندر ہی محدود نہیں تھیں بلکہ انھوں نے باآواز بلند اعلان کیا ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کے آستینوں میں مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

انہوں نے اسی احساس کے تحت انسداد منشیات سیمینار، عظمت صحابہ کانفرنس اور اصلاح امت کانفرنس کیا۔ ان پروگراموں میں اپنا خطبہ استقبالیہ تو پیش ہی کیا جس میں موضوع سے متعلق بے راہ روی باطل عقائد و خیالات اور امت میں فساد و بگاڑ پر اپنے درد و کرب کا اظہار کرتے ہوئے ان کا علاج اور نسخہ کیمیا پیش کیا۔ ساتھ ہی وقت کے نامور و معتبر اصحاب منبر و محراب اور قلمکاروں کو بھی مدعو کر کے پروگرام کی اہمیت و افادیت کو دوبالا کیا مثلاً مولانا سید معراج ربانی، مولانا عبدالوہاب خلجی، فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب

رحمانی مبارکپوری، مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی، مولانا عبدالمعید صاحب مدنی، مولانا اشفاق احمد صاحب سلفی مدنی دربھنگہ، مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی، مولانا ابوالعاص وحیدی وغیرہ۔ان جلسوں سے مردوخواتین کی اچھی خاصی تعداد مستفید ہوئی۔

انہیں جلسوں کے ضمن میں ۱۹۸۳ء کا وہ اجلاس بھی آتا ہے جو رام لیلا میدان بڑھنی میں، اہل حدیث واہل بدعت کے درمیان مناظرہ کا سبب بنا مناظروں کے تحت اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ بڑھنی وجھنڈا نگر کے جلسوں میں سیرت نگاری کے مقابلے میں اول پوزیشن یافتہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، مولانا محمد اسلم کانپوری، اور قاری عبدالرشید خان، جہاں پوری مولانا عبدالرحیم امجد، نیپالی جیسے موثر عظیم خطباء بھی تشریف لا چکے ہیں۔اسی پر بس نہیں موصوف کے دعوتی دورے بھی ہوا کرتے۔آپ ضلع سبتری، سنسری، روتہٹ اور پہاڑی مقامات کا دورہ کر کے بالکل قریب سے وہاں کے ماحول، دینی حالت اور ضروریات کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔غرضیکہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قائدانہ کردار نبھایا اور عقائد صحیحہ کی تشریح اور عقائد باطلہ کا ردو ابطال کر کے تمسک بالکتاب والسنۃ کی شاہراہ پر لانے میں انتھک جدوجہد کی۔اصلاح سماج اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں اپنا شاندار کردار نبھایا۔

چونکہ قائدانہ صفات سے متصف تھے اسلئے ملک وملت کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں بھی کبھی پیچھے نہیں رہے بلکہ دیگر جماعتوں کے علماء اور سیاسی شخصیات کے ساتھ مل کر ہر طرح خدمات انجام دینے میں شریک رہے۔

تقبل الله جهوده و أدخله فسيح جناته .

☆☆☆

# حافظ نذیر احمد صاحب قنوجیؒ

(پیدائش: ۱۹۱۶ء وفات: ۱۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء)

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

نورانی چہرہ، گول مٹول، متوسط بدن، لمبا کرتا، کبھی شلوار کبھی لنگی اس پر صدری دو پلی ٹوپی ہاتھ میں عصا، لباس قنوجی عطر سے معطر، پیرومرشد، خندہ رو، ملنسار، نستعلیق زبان، شیریں کلام، سب سے بڑھ کر یہ کہ ممتاز مہمان نواز آپ پرا نزداٹوا کے رہنے والے تھے، آخری تعلیم آگرہ میں حاصل کی تھی، تدریس ودعوت اور امامت وخطابت کے تعلق سے ممبئی، مدراس، قنوج میں زندگی کا بیشتر حصہ گذارا، آخر میں جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر سے منسلک ہوئے، سفارت اور تحفیظ القرآن میں خدمات انجام دیکر

۱۹۹۶ء میں عالم فانی سے رہگذرائے عالم جاودانی ہوئے۔

مولانا خطیب الاسلام جھنڈانگریؒ آپ کے بڑے قدرداں تھے، جامع مسجد جامعہ سراج العلوم اور عیدین کے خطیب رہے۔ بڑا پر جوش خطاب ہوتا تھا۔ ردشرک و بدعت اور منکرات پر نکیر مدلل، مفصل انداز میں فرماتے تھے۔ چونکہ حافظ قرآن تھے اسلئے آیات بلاتکلف خوب پڑھتے اور بڑے الحان سے پڑھتے کہ سامعین پر وجد طاری ہوجاتا۔

بڑھنی وجھنڈانگر کے پیرومرشد تھے، آپ کے خطبوں ومواعظ سے لوگوں میں توحید و سنت کا چرچا ہوا، کتنے لوگوں نے شرک وبدعت سے توبہ کرکے توحید خالص واتباع سنت کوسینوں سے لگایا۔

قرب وجوار کے مواضعات کے لوگ آپ کے بڑے عقیدت مند تھے آپ کے تین صاحبزادگان یعنی سید عبدالقدیر، سید محمودالحسن ہاشمی اور محمد احمد آزاد فیضی نمائندہ راشٹریہ سہارا گورکھپور، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جامعہ سراج العلوم کے پکے مؤید ومعاون اور حمایتی ہیں اور ہر موڑ پر جامعہ کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ عرب وعجم میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ نہایت صاحب بصیرت عالم تھے آپ کے آنے سے مقامی جمعیت اہل حدیث بڑھنی کی تشکیل ہوئی جس کے آپ کے صدر رہے، اور برادرم عبدالنور سراجی ناظم تھے، اس زمانے میں اچھے اور کامیاب اجلاس آپ کی صدارت میں ہوتے رہے، جس میں مولانا سید عبدالاول صاحب ریواں، مولانا محمد اسلم کانپوری، وغیرہ تشریف لاتے رہے، خطیب الاسلام رحمہ اللہ مقامی ہونے کی حیثیت سے ہر طرح سے معاون وخطیب، کی حیثیت سے ان جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

غرضیکہ آپ کی ذات دعوت کتاب وسنت کی بزم میں شمع انجمن ہوا کرتی۔

۱۰/اکتوبر۱۹۹۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ جھنڈانگر کی اہل حدیث قبرستان میں آسودہ خواب ہیں۔

اللھم اغفر له وارحمه۔

☆☆☆

# مولانا محمد حنیف رحمانی رحمہ اللہ

(ولادت: ۱۹۳۵ء وفات: ۲۰۱۳ء)

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

انتہائی ذہین وفطین، تیز وطرار، نکتہ بیں، نکتہ رس، معاملہ فہم، حل مسائل میں ماہر، علوم کتاب وسنت پر گہری نظر کڑی گرفت، جوہر شناس۔

یہ تھے جناب مولانا محمد حنیف صاحب رحمانی رحمہ اللہ آپ اصلا موہن کولہ ضلع سدھارتھ نگر کے رہنے والے تھے لیکن آپ کی جولان گاہ ضلع کپل وستو تھا اسی وجہ سے آپ کا ذکر جمیل کیا جارہا ہے۔

تعلیمی سفر میں جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر، جامعہ سراج العلوم کنڈوبونڈیہار سے کسب فیض کر کے جامعہ رحمانیہ بنارس میں وہاں کے ماہر فن اساتذہ بالخصوص مشہور زمانہ استاذ و مربی اور صحیح البخاری کے یگانہ عصر مدرس مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ سے صحیحین و دیگر کتب حدیث وتفسیر اور فقہ کا درس لے کر بدو واسطہ شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے سلسلۃ الذہب سے جڑ گئے۔

میدان عمل میں قدم رکھا تو جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں تدریس کا جوہر دکھایا لیکن چند ہی سالوں میں اس میدان سے طبیعت متنفر ہوگئی اور تجارت کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا۔

ایک عرصہ تک ضلع کپل وستو کے مشہور بازار، مہراج گنج میں غلہ کی تجارت سے وابستہ رہے آپ نے وہاں دعوت وتبلیغ کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اپنے برادر نسبتی ڈاکٹر محمد مصطفیٰ صاحب کے ساتھ مل کر ایک مدرسہ کے قیام اور مسجد کی تعمیر کا منصوبہ تیار کیا محترم مولانا

عبدالرحمٰن صاحب کدربٹوا اور خطیب الاسلام رحمہما اللہ کے تعاون ومشورہ سے مدرسہ اصلاح المسلمین کا قیام عمل میں لائے۔ جامع مسجد اور چند کمروں پر مشتمل مدرسہ کا تعمیری کام ہوا، ابتدائی چند سالوں تک شان سے مدرسہ چلا اچھے اچھے مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اب لوگوں کی بدذوقی کے سبب مدرسہ تقریباً ویران ہو چکا ہے۔

موصوف مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے ساتھ اول یوم سے جڑے رہے عبوری انتخاب میں خزانچی بھی بنائے گئے پھر رکن شوریٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے اسی طرح مرکز الامام احمد بن حنبل تولہوا کے نائب صدر کمیٹی بھی رہے۔

مہراج گنج سے چنز وٹہ میں جب منتقل ہو کر تجارت کرنے لگے تو آپ کی شرکت سے چنز وٹہ میں دو بڑے جلسے بھی منعقد ہوئے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرما کر اپنی آغوش رحمت میں جگہ بخشے۔

☆☆☆

# مولانا محمد ہارون صاحب سلفی

(ولادت: ۲۰۰۲ سال بکرمی)

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں　　خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

عزم وہمت کا پہاڑ، جودی طبع میں ابر باراں و باد بہاراں، طوفانوں سے لڑنے و کھیلنے کے ہنر میں ماہر، ویرانوں کو گل وگلزار کا روپ دینے میں یکتا، بزرگوں کے احترام و علماء کی قدردانی میں گوہر یک دانہ، ہوشیار، خبردار، خوش اخلاقی وخوش مزاجی میں یکتا، رفتار زمانہ پر کڑی نظر، شاہین صفت، عقابی نگاہ، ہمت نہ ہارنے والا مرد مجاہد حلقہ احباب میں مقبول، اغیار میں مکروہ، برق تپاں و برق جولاں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ان خصائل حمیدہ واوصاف جمیلہ کا حامل کوئی اور نہیں وہ ہیں جماعت اہل حدیث نیپال کے عالم دین حضرت مولانا محمد ہارون صاحب سلفی بیدولی ضلع کپل وستو نیپال۔آپ نے اپنا تعلیمی سفر گاؤں کے مکتب سے شروع کر کے جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر و مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور اور مدرسہ فیض عام مئو سے کسب فیض کرتے ہوئے مدرسہ ریاض العلوم دہلی کا رخ کیا اور ولی زمانہ وقت کے ابراہیم ادہم شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام بستوی وغیرہ سے صحیحین و دیگر کتب حدیث کا درس لیکر بدو واسطہ شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے سلسلہ سے جڑ کر شادکام ہوئے۔گھر واپس آکر معمولی وقت کے لئے سراج العلوم جھنڈانگر میں ملازم رہے پھر کھیتی باری سے جڑ گئے لیکن رب العالمین کو ان

سے بڑے بڑے دعوتی کام لینے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک اہم درخواست ایک حسین آرزو پیش کی کہ تولہوا ضلع کا صدر مقام ہے اخوان جماعت کا ہر روز وہاں آنا جانا لگا رہتا ہے ہمارے احباب اہل بدعت کی مسجد میں بدعتی امام کا گالیوں سے بھرا خطبہ اور بددعا سنتے ہیں اسی بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں۔ لہذا تولہوا میں ایک جامع مسجد اور اسی سے ملحق مدرسہ حفظ کا قیام کرادیں۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

از دل خیزد بر دل ریزد کے مصداق خطیب الاسلام نے پوری سنجیدگی سے اس کو نیا بازار سے باہر تولہوا بہادر گنج ہولا کی روڈ پر ایک وسیع قطعہ آراضی خرید کر تعمیری کام کا آغاز کیا اور دیکھتے دیکھتے ایک نہایت عظیم الشان مسجد اور چند کمرے تعمیر ہوگئے۔ اس تعمیر میں بڑی مشکلات پیدا کی گئیں۔ دور شاہی کا زمانہ تھا، خاندان کدر بٹوا بالخصوص محترم عبدالمنان خاں صاحب اور دیگر با اثر حضرات جیسے نثار احمد خاں صاحب بنکٹوا، مولانا محمد رضا مجھنی، مولانا حقیق اللہ صاحب فیضی وغیرہم کی جدوجہد سے آسانیاں پیدا ہوئیں بقدر ضرورت تعمیر مکمل ہوگئی اور ۱۹۸۲ء میں تعلیم کا افتتاحی پروگرام ہوا جس میں راقم کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہم مولانا محترم کے اعمال ونشاطات کو تین زمروں میں تقسیم کر کے ان کا تعارف پیش کررہے ہیں:

(۱) تعمیر مدارس وتعمیر مساجد (۲) تنظیم (۳) خطبات جمعہ

(۱) تعمیر مساجد ومدارس پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں بہت آگے نظر آرہے ہیں سب سے پہلے تولہوا پر نظر ڈالیں تو المعہد الاسلامی جس کو ابتداء میں ایک چھوٹے سے

مدرسہ کی حیثیت سے منصوبہ بندی کی گئی تھی۔آپ نے اس کو بڑے پیمانہ پر پہنچانے کا منصوبہ تیار کرلیااور خطیب الاسلام رحمہ اللہ سے برابراس کی التجا کرتے رہے۔اس کی بڑھتی ضرورتوں کے پیش نظر خطیب الاسلام نے ادارہ ان کے حوالہ کرکے انہیں خودمختار بنادیا۔ آپ نے انتھک جدوجہد کرکے اسے مرکز الامام احمد بن حنبل الاسلامی کا نام دیکر تعلیم کے دائرہ کووسیع کرتے ہوئے متوسطہ اور ثانویہ تک پہنچایا حتی کہ بعض اوقات جماعت سادسہ تک تعلیم ہونے لگی اور ساتھ ہی ساتھ حفظ کا شعبہ قائم ہوا۔

عصری تعلیم کے لئے ہدی ماڈل اسکول قائم کیا جو بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، نیپال گنج جوایک اچھی مسلم آبادی والا مقام ہے وہاں ایک نہایت شاندار پختہ عمارت تعمیر کرائی جس میں جامع مسجد، مدرسہ ہال اور دوکان ہے تلسی پور میں ایک عمدہ پختہ مسجد کی تعمیر کرائی ہے۔نول پراسی کے گھوڑپالی ٹولہ میں مسجد ومدرسہ تعمیر کرایا ہے۔سنسری وجھاپا میں آپ کا کام بول رہا ہے مساجد کی تعمیر میں آپ کا بڑااونچا ریکارڈ ہے تقریباً دوسومساجد آپ کے ذریعہ تعمیر ہوئی ہیں پہاڑی مقامات جہاں تعمیری میٹیریل کا پہونچنا دشوار تھا وہاں بھی آپ کی اولوالعزمی سے مسجدیں بنائی گئیں جن کے میناروں سے پانچوں وقت اللہ اکبر اللہ اکبراشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ کی صدائے دلنواز بلند ہورہی ہے مثلاً ارگھا کھانچی، دیوی کوٹ، امواء، وغیرہ

(۲) تنظیم جماعت میں آپ کی نشاطات قابل تحسین ہیں آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ اول یوم سے جڑے رہے ہیں، اور فکری مالی ووقت کی قربانی دے کراس کو ہچکولوں سے نکالا ہے دومیقات آپ اس کے امیر منتخب ہوئے ہیں اس وقت میعاد منتہی ہو جانے کے باعث کارگذار امیر ہیں۔آپ کے عہد امارت میں تین کام ایسے ہوئے ہیں جنہیں جماعت یادرکھے گی۔

(الف) دفتر کے لئے بلڈنگ کی خریداری بقیمت زائدازایک کروڑ روپیہ نیپالی۔

(ب) کاٹھمانڈو میں سیمینار بموضوع اسلام دین رحمت بتاریخ ۲۱/جولائی ۲۰۱۸ء جس کی صدارت مفتی حرم ڈاکٹر وصی اللہ عباس نے فرمائی۔

(ج) بھوری بیر گنج میں تحفظ انسانیت کانفرنس بتاریخ ۱۹-۲۰-۲۱/اپریل ۲۰۱۹ء

(۳) خطبات جمعہ: فراغت کے بعد ہی سے بیدولی کو دعوت و تبلیغ کا مرکز قرار دے کر آپ خطبات جمعہ کا اہتمام کرتے رہے اور بیدولی وقرب و جوار میں دعوت کے کام کو مہمیز کیا، آج اس کے اثرات نمایاں ہیں مثلا رمنگرا گاؤں جہاں کوئی ایک اہلحدیث نہیں تھا آج وہاں آٹھ دس گھر اہلحدیث ہو چکے ہیں۔

غرضیکہ آپ نے مدارس و مساجد کے قیام سے تبلیغ و دعوت کا راستہ ہموار کر کے دعوت کو کافی حرکت دی۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

☆☆☆

# مولانا نور محمد صاحب رحمانیؒ پوکھر بھٹوا

کہتے ہیں ذوق آج جہاں سے گذر گیا
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ یا فیض یافتہ قطعی معلوم نہ ہوسکا لیکن رحمانی نسبت کا لاحقہ ان کے نام کے ساتھ بعض علماء کی تحریروں میں پایا اس سے غالب گمان ہے کہ وہ مذکورہ مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ ان کے صاجزادے عبدالحلیم ماموں کے بقول حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمانی رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں سے تھے دونوں میں دوستانہ مراسم قائم تھے رحمانی ہونا ہی قابل و باصلاحیت ہونے کی سب سے بڑی سند تھی۔ اپنے آبائی وطن بیدولی سے پوکھر بھٹوا جا کر آباد ہو گئے تھے اور آخر تک وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ قانونی داؤ پیچ کو خوب سمجھتے تھے اسی وجہ سے اچھے اچھے لوگ مقدمات میں ان سے مشورے و مدد لیا کرتے، جب سراج العلوم جھنڈانگر پر آفت پڑی اور کاٹھمانڈو جا کر اس کا حل نکالنا ہوا تو اس کے لئے تگ ودو کی کہانی ہے لیکن ایک مرتبہ خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے ان کو بھی وہاں بھیجا تھا۔

موصوف بھی ایک صاحب بصیرت داعی تھے انھوں نے آہستہ آہستہ اہل پوکھر بھٹوا کو توحید و سنت کی طرف کھینچا اور شرک و بدعت کی آلائش سے ان کو پاک کیا۔ ان کی حکمت عملی تھی کہ شروع میں وہ خود ہی میلاد پڑھتے تھے، پہلے قیام تعظیمی کو چھوڑا پھر دھیرے دھیرے پورے طور سے اس کو ختم کیا۔ اسی طرح شادی بیاہ وغیرہ کی جاہلانہ رسموں کو توڑا۔ تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ، فاتحہ خوانی و قرآن خوانی برائے ایصال ثواب کو بھی مٹایا۔ یہ ان کی بصیرت کا حصہ تھا۔ آہستہ آہستہ قرب و جوار میں خوب اچھا دعوتی کارنامہ انجام دیا۔

**اللهم اغفر له وارحمه**

# مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھینسکنڈہ

(ولادت: ۱۹۴۷ء وفات: ۱۹۹۸ء)

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

قوم وملت اور جماعت کا قائد، خاموش خدمت گذار، آہنی عزم وارادے کا مالک، بااثر وبارسوخ شخصیت کو مولانا محمد یوسف صاحب کے نام سے جانا گیا۔

آپ کی کل تعلیم شاید اپنے گاؤں کے مدرسہ جامعہ فرقانیہ بھینسکنڈہ میں ہوئی، مولانا عبدالغفار صاحب رحمانی رحمہ اللہ سے کسب فیض کر کے بہت کچھ حاصل کیا۔ ذہن تیز واخاذ تھا منبع فیض سے فطر?ت میں بلندی، علوہمتی ملی تھی اس کا آپ نے بھرپور استعمال کیا، بھینسکنڈہ میں شاندار جامع مسجد اور مدرسہ فرقانیہ کی تعمیر اور مدرسہ ام عمار للبنات کے نام سے شاندار دو منزلہ عمارت بنوایا، بچیوں کی تعلیم کا ادارہ شان سے چلایا۔ اسی پر بس نہیں دارالسلطنت کاٹھمانڈو میں تنہا وہ کام کر دکھایا جس کے کرنے سے پوری جماعت قاصر رہی یعنی کالی ماٹی میں ایک پلاٹ خرید کر اس پر نہایت وسیع خوبصورت اور مستحکم مسجد اور اس کے اوپر تعلیمی ودعوتی ضروریات کے لئے کمروں کی تعمیر کرائی اب اس وقت پورے کاٹھمانڈو میں جماعت کا سب سے بڑا دعوتی مرکز ہے جس میں بڑی تعداد میں مصلیان کرام حاضر ہوتے ہیں حتی کہ سفراء اور سفارتخانوں سے وابستہ عملہ بھی جمعہ کی نماز وہیں ادا کرتا ہے۔ اس کارنامے پر آپ پوری جماعت کیا پوری ملت کی طرف سے دعاء وشکریہ کے مستحق ٹھہرے۔

دعوتی کاموں کو وسیع میدان دیتے ہوئے آپ نے پکڑی چوراہا، لمبنی چوراہا مغلہا

چوراہا پرسا چوراہا پر مساجد کی تعمیر کرائی ان مساجد کی اپنے اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بڑی دعوتی اہمیت ہے۔

مولانا محترم نے کئی ایک کامیاب اجلاس کرایا جس کا بہتر اثر عوام پر مرتب ہوا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال سے بھی آپ برابر جڑے رہے اور عبوری مدت میں نائب امیر رہے، قابل ذکر ہے کہ جمعیت کی تأسیسی مجلس میں پہلی نشست آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی جس میں جمعیت کے قیام پر اتفاق ہوا تھا پھر عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔

تقبل الله جهوده و جعله في ميزان حسناته .

☆☆☆

# ڈاکٹر بدرالزماں مدنی نیپالی

(ولادت: ۱۹۵۳ء)

صفت برق چمکتا ہے مرا فکر بلند　　　کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمت شب میں راہی

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو　　　رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

نحیف ونزار آواز، میانہ قد، سادگی کا نمونہ، کفایت شعاری میں مثال اور علم وتحقیق کا پیکر، نکتہ رس، باریک بینی میں یکتا، کھرے کھوٹے کی پرکھ میں جوہری یہ ہیں ڈاکٹر بدرالزماں مدنی ساکن بجوا ضلع کپووستو نیپال۔

گاؤں کے مکتب سے ابجد کی ابتدا کی مدرسہ بحرالعلوم انتری بازار نیز دارالہدیٰ یوسف پور سے ابتدائی عربی صرف ونحوادب کی تعلیم حاصل کر کے جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر سے کسب فیض کیا جماعت کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس میں داخلہ لے کر فراغت حاصل کی۔ جامع صحیح بخاری کا درس حضرت مولانا شمس الحق صاحب سلفی سے لیکر نذیری سلسلۃ الذہب سے منسلک ہوئے۔۔خوبی قسمت سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوئی، مدینۃ النبی میں رہ کر ماہرین فن اساتذہ وشیوخ سے کسب فیض کیا۔ بی۔اے۔اورایم اے کی ڈگری حاصل کی، لکھنؤ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر کے اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔

میدان عمل میں اترے مرکز ابوالکلام، نئی دہلی میں سالوں تک عالمیت وفضیلت کے درجات میں درس دیتے رہے۔

نیپال کی زمین منتظر تھی اپنے آبائی موضع بجوا میں جامعۃ التوحید اور لڑکیوں کے

لئے مدرسہ قائم کیا حفظ وتجوید میں ایک قابل نمونہ معیار کی بنا کی۔

خطبات جمعہ کے ذریعے دعوت وارشاد واصلاح کی خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں، پکڑی چوراہا کی مسجد کے مستقل خطیب ہیں۔

تالیف وتحقیق وترجمے کا صحیح وپاکیزہ ذوق ہے متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں مثلاً الشیخ عبداللہ غزنوی، دروس رمضان، حدیث سہ حدیث مستقل حجت (مترجم) دعائیں اور تراجم علماء اہل حدیث گونڈہ وبستی، زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ فارغین دارالحدیث رحمانیہ دہلی شاید منتظر طباعت ہے۔

دعوت کے قافلہ سالاروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔اور تعلیم کے میدان میں تو ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

☆☆☆

# مولانا عبدالرحیم مدنی

(ولادت: ۱۰/جنوری ۱۹۶۵ء)

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

نستعلیق شخصیت، رعنائی گفتار، متوازن رفتار، دعوت و اصلاح کی تڑپ سینے میں موجزن، تعلیم و تربیت کے قافلہ سالار، مولانا عبدالرحیم صاحب مدنی ساکن ڈومرا ضلع کپل وستو نیپال۔ ایک مشہور و معتبر شخصیت کا نام ہے۔ جو عنفوان شباب سے ہی کاروان تعلیم سے جڑ گئے اور اپنے دادا جان الحاج عبدالغنی عرف مولہو کے قائم کردہ مدرسہ مطلع العلوم کو مہمیز کیا، خود تعلیم کی ابتداء اسی مذکور مدرسہ سے کر کے جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر میں اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا پھر جامعہ سلفیہ بنارس میں عالمیت وفضیلت کی سند حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بی اے (لیسانس) کی ڈگری لیکر لوٹے۔

مدرسہ مطلع العلوم کو ترقی کی شاہراہ پر لگایا قدیم جگہ سے لب روڈ شاندار بلڈنگ میں منتقل کیا جہاں ثانویہ و عالمیت تک تعلیم ہورہی ہے بچیوں کے لئے کلیۃ الطاہرات نام سے الگ شاندار مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کی اپنی ایک شناخت اور امتیازات ہیں، فضیلت تک تعلیم کا بندوبست اور ہاسٹل کا انتظام ہے۔ اپنے رفقاء کے تعاون سے مدرسہ کو قدم بقدم آگے لے جا رہے ہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال سے بھی منسلک ہیں مرکزی جمعیت کے نائب امیر اور قائم مقام امیر بھی رہ چکے ہیں۔

خطبات جمعہ اور جلسوں میں تقاریر کے ذریعہ کتاب وسنت کی آواز بلند کرتے ہیں۔ جہیز مخالف تحریک بھی چلارہے ہیں۔ رب العالمین قبول فرمائے۔ (آمین)

# بلبل نیپال مولانا عبدالرحیم امجد نیپالیؒ

(وفات:۱۶رفروری ۲۰۱۶ء)

محفل کون ومکاں میں صبح وشام پھرے	مئے توحید کولیکر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کرترا پیغام پھرے	اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
دشت تودشت ہےدریا بھی نہ چھوڑے ہم نے	بحرظلمات میں دوڑادیئے گھوڑے ہم نے

مولانا عبدالرحیم صاحب امجد رحمہ اللہ نیپال ضلع روپندیہی کے مشہور موضع پڑریا خورد میں پیدا ہوئے۔ شیخ برادری سے تعلق تھا۔ گھر میں معاشی کمزوری تھی موضع مذکور کے مدرسہ سے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا اس وقت کے مشہور تعلیمی ادارہ دارالہدی یوسف پور میں داخلہ لے کر ابتدائی عربی کتابوں کا درس لیا آخر میں دہلی کا رخ کیا جہاں ولی صادق نمونہ سلف حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستوی شیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم دہلی مسند درس سجائے ہوئے طالبان علوم نبوت کو سرچشمہ کتاب وسنت سے سیراب کررہے تھے آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور سنن اربعہ وصحیحین کا درس لیکر بدوواسطہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سلسلہ سند سے جڑ گئے۔

فراغت کے بعد تدریس ودعوت کے میدان میں اترے۔ ایک دومقام پر مدرسی کیا لیکن تدریسی ذمہ داری کی پابندیاں میدان دعوت کے لئے سدراہ بن رہی تھیں اسلئے اس سے کٹ کر مکمل دعوت کے لئے اپنے کو فارغ کرلیا۔ پھر نیپال ہی کیا ہندوستان کے نامعلوم کن کن صوبوں کے گاؤں گاؤں قریہ قریہ پھرتے رہے اور توحید واتباع سنت کا پیغام دینے کے ساتھ شرک وبدعات، تعزیہ داری، مزار پرستی اور جاہلانہ رسم ورواج کی تردید اور

اصلاح سماج کی راہ میں انتھک جدوجہد کرتے رہے۔ اضلاع سدھارتھ نگر، بستی، بلرامپور، مہراج گنج وغیرہ کا کون سا اجلاس ہوتا تھا کہ جس میں آپ کی شرکت کو اہل جلسہ یقینی بنانے کی کوشش نہ کرتے رہے ہوں، کیونکہ بلبل نیپال تھے بڑی پرکشش آواز، بڑا پیارا لہجہ اور مترنم انداز تھا کہ راستہ چلتا ہوا شخص بھی رک کر سننے پر مجبور ہو جائے۔ نیپال میں ضلع دانگ سے لے کر ضلع روتہٹ تک تو ہمارا ان کا ساتھ رہا ہندوستان میں بھی بے شمار جلسوں میں ان کا بیان سننے کا موقع ملا یقیناً بیان کے وقت سامعین کی ٹکٹکی بندھ جاتی تھی اور کـان عـلـی رؤسھم الطیر کا منظر ہوتا تھا۔ مجھ سے کم از کم دو بریلوی خیالات کے لوگوں نے دو الگ الگ موقع پر ان کے دلنشین وعظ وخطاب کی تعریف کی۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد ماحول اپنے حق میں بنانے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اشعار اور نظموں کا سہارا لیا کرتے تھے مثلاً

ایمان جو ہے، تو سب کچھ ہے ایمان، نہیں تو کچھ بھی نہیں
اسلام پہ مر مٹنے کا اگر، ارمان نہیں، تو کچھ بھی نہیں

اسی طرح مولانا ماہر القادری کے ان اشعار کو بھی خوب دلربا انداز میں پڑھا کرتے تھے

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انسان ٹکرائے
پامال کیا برباد کیا کمزوروں کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے گذرے تشریف محمد لے آئے
اللہ سے رشتوں کو جوڑا باطل کے طلسموں کو توڑا
توحید کا دھارا رک نہ سکا ایمان کے جوہر چمکائے

موصوف عقائد، احکام، بالخصوص قیامت، محبت رسول، فضائل نماز اور اصلاح معاشرہ پر اکثر و بیشتر خطاب کیا کرتے تھے۔اور کلمو الناس علی قدر عقولهم کے مصداق عوام الناس جهلاء، دیہاتیوں اور خواتین کے افہام و تفہیم کی خاطر لطائف و چٹکلے کا سہارا لے کر باتیں دل و دماغ میں اتار دیتے تھے، ہمارے ایک رشتہ دار چچا عبارت علی نے موصوف کا بیان سننے کے کم از کم تیس پینتیس سالوں بعد آل ابراہیم لال براہم والا قصہ کبھی کبھی سنایا کرتے تھے۔غرضیکہ آپ نے سلفیت کے فروغ اور تمسک بالکتاب والسنة میں قابل قدر خدمات انجام دیا۔فجزاه الله خيرا

اللہ غریق رحمت فرمائے اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔

☆☆☆

# مولانا عبدالرحمٰن بقاء ریاضی پڑریا، لمبنی

ولادت: ۱۹۳۵ء

صاحب بصیرت نہایت سنجیدہ، شرافت میں یکتا، مرجع علماء، مثبت حسن اخلاق کے پیکر، مہمان نواز، مرنجاں مرنج اور پرکشش شخصیت کے مالک، یہ ہیں مولانا عبدالرحمٰن صاحب بقاء ریاضی۔

آپ کا خاندان اصل میں پچپڑوا کے نزدیک پھریندی نزد بھوج پور میں آباد ہے۔ یہ اہل بدعت کی مشہور بستی ہے۔ آپ کے والد محترم میاں کرم حسین صاحب کسی طرح پڑریا میں چلے آئے اور بچوں کو تعلیم دینے لگے اسی سلسلہ سے پڑریا خورد میں آباد ہوگئے۔ اللہ نے ہدایت دی تو شرک وبدعت سے تائب ہوکر کے اہل حدیث ہوگئے۔

مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی قدر سے حاصل کی پھر جامعہ دارالہدیٰ سے کسب فیض کیا اور آخر میں مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں وہاں کے اہل تقویٰ ونامور اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا صحیحین کا درس شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب بستوی سے لے کر بدو واسطہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے سلسلہ سے جڑ گئے۔ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی دختر محمودہ سے آپ کا عقد ہوا اس طرح ایک شرف اور بھی حاصل ہوگیا۔

مولانا نے فراغت کے بعد تجارت کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا، ککرہوا، لمبنی، کھنگائی میں تجارت کرتے رہے جس سے اللہ نے بڑی برکت عطا کی، لمبنی اور کھنگائی میں آپ کے پاس علاقہ اور دور دراز کے علماء کی آمد ورفت رہتی تھی جس کا مشاہدہ میں نے بذات خود کیا ہے۔ حسب موقع آپ سب کی ضیافت فرماتے رہتے تھے۔ خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ کے آپ بڑے قدرداں تھے وہ بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے جب بھی ادھر کا گذر ہوتا تو ضرور

آپ کے یہاں قدم رنجاں ہوتے۔

ایک مرتبہ تو بغرض علاج ہفتہ یا دو ہفتہ تک آپ کے مہمان رہے۔ مولانا موصوف نے لمبی مدت تک مدرسہ فیض العلوم، پٹریا کی نظامت فرمائی آپ کے عہد میں اچھا خاصا تعمیری کام ہوا۔ آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب لمبنی بازار، وکاس میں آنے کے سبب ٹوٹ گیا اور کھنگائی میں بازار قائم ہوگیا تو آپ نے بھی وہیں جگہ خرید کر مکان و دوکان بنایا اور کپڑے کی تجارت کرنے لگے لیکن اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک نہایت مناسب قطعۂ ارضی خرید کر اس پر شاندار جامع مسجد تعمیر کی جس میں باقاعدہ جمعہ و جماعت کا اہتمام ہونے لگا۔ اور مسجد سے متصل مدرسہ ضیاء العلوم لتحفیظ القرآن قائم کر دیا۔ حفظ کا انتظام تو نہ ہوسکا البتہ عصری تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا۔ جامع مسجد سے ملحق نسواں مسجد کی تعمیر بھی کرائی۔ لمبنی کا علاقہ جو بدھسٹوں کے نرغے میں ہے اس میں آپ نے اسلام اور دعوت سلفیت کے تحفظ و فروغ میں بڑی کاوش فرمائی۔

ادھر عرصہ دس پندرہ سالوں سے آپ دہلی کے ابوالفضل انکلیو، ٹھوکر نمبر ۴ پر اپنے ذاتی مکان میں مقیم ہیں، دونوں گردے فیل ہو چکے ہیں ڈائلیسس چل رہا ہے۔ رب العالمین عافیت بخشے۔ آمین

آپ ایک اچھے کاتب بھی تھے۔ مشکاۃ المصابیح کا اردو ترجمہ انوار المصابیح (مترجم شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام بستویؒ) آپ ہی کے کتابت کے ذریعہ معرض شہود میں آیا۔

اپنے نظامت کے زمانے میں جب کوئی مدرس نہیں ہوتا تھا تو آپ اس کی جگہ پُر فرمایا کرتے تھے۔ رب العالمین آپ کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور تا دیر آپ کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر قائم رکھے۔ (آمین)

**نوٹ:** کتاب طباعت کے مرحلے میں ہی تھی کہ موصوف رحمہ اللہ بتاریخ ۳۱ مارچ ۲۱۲۱ء داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اللہم اغفر لہ وارحمہ ادخلہ فسیح جناتہ

☆☆☆

# مولانا شفیق الرحمٰن صاحب سلفیؒ بھنگہیا

(ولادت: ۲۸/جولائی ۱۹۴۷ء وفات: ۴/دسمبر ۲۰۱۸ء)

(مطابق ۲۶/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ)

گرچہ تھا تیرا تن خاکی نزار و دردمند
تھی ستارے کی طرح روشن تری طبع بلند

دبلا پتلا پیکر، عزم کا کوہ گراں، جوئے شیر نکالنے میں کامیاب، ایک جہالت زدہ ویران و بنجر زمین کو سرسبز و شاداب بنانے میں کامیاب، ان صفات و اعمال کے حامل کا نام تھا مولانا شفیق الرحمٰن سلفی رحمہ اللہ۔

عربی کی ابتدائی درجات کی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم بھٹ پرا اور مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور میں حاصل کرنے کے بعد ایک غیر جماعتی ادارہ مفتاح العلوم مئو سے سند فراغت حاصل کیا۔

فراغت کے بعد روپندیہی کے علاقہ مرچوار کو بطور میدان عمل منتخب کیا مدرسہ مدینۃ الاسلام بھنگہیا کی تاسیس کی، خود بھی جوان اور ہمت بھی جوان، شبانہ روز محنت کر کے بفضلہٖ تعالیٰ اس کو پرائمری درجات سے لیکر عربی جماعت رابعہ تک نہ صرف پہونچا دیا بلکہ شان بان سے چلایا۔ ایک اچھی خاصی تعداد طلبہ کی مستفید ہوئی اور ہو رہی ہے۔

حالات ناساز گار ہو جانے پر پھر عقابی نگاہ سے ضلع کے صدر مقام بھیرہوا کو تاڑا اور غلہ منڈی میں مدرسہ محمدیہ قائم کر دیا۔ بڑی بے سروسامانی تھی۔ ظاہری اسباب معدوم تھے مگر اللہ کی رحمت اور خطیب الاسلام کی مساعدت حاصل تھی ایک موقع پر جب میں بمعیت خطیب الاسلام رحمہ اللہ بھیرہوا پہونچا تو موجودہ زمین خرید کر مدرسہ بنانے کا میں نے مشورہ دیا لیکن تہی

دستی کا گلہ کیا، تو میں نے خطیب الاسلام رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کو حل کرایا، بہر حال اب مدرسہ محمدیہ شان سے چل رہا ہے اور شہر بھیرہوا ہی کیا پورے ضلع میں ایک تعلیمی ودعوتی مینار کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہے۔

مولانا موصوف کا ایک بڑا کارنامہ یہ تھا کہ خطیب الاسلام جھنڈانگری جب رابطہ عالم اسلامی کے ممبر منتخب ہوگئے اور ان سے مالی مساعدت حاصل کرنے والے مدارس ومساجد کے مشاریع کی بابت رپورٹیں طلب کی جانے لگیں تو دو چار مقامات کا سفر کرکے میں نے رپورٹ دیا جو رابطہ میں بھیجی گئیں، لیکن ضرورت تھی ایک مستقل شخص کی جو باقاعدہ اس کام کو انجام دے، چنانچہ آپ نے مولانا شفیق الرحمٰن سلفی کو منتخب کیا اور رابطہ کے شعبہ مساجد کی طرف سے آپ کو داعی مقرر کرادیا۔ پھر خطیب الاسلام رحمہ اللہ کے تاحیات وہ معتمد خاص رہے اور ازدانگ تا جھاپا کا حسب موقع سفر کرکے یہ فریضہ انجام دیتے رہے ان کی رپورٹ برابر رابطہ میں جاتی رہی ان کی رپورٹ کی بنیاد پر خطیب الاسلام سفارش کرتے رہے اہل مدارس مستفیض ہوتے رہے مولانا موصوف اپنے رجسٹر میں رپورٹ محفوظ کرلیا کرتے تھے جو آج بھی ان کے کاغذات میں محفوظ ہوگا۔

یہ مولانا کا بڑا کارنامہ تھا۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان مدارس ومساجد کے قیام کا اجر وثواب ان کے نامہ اعمال میں بھی جاتا رہے گا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے تاسیسی اجلاس میں شریک رہے ایک میقات آپ نائب ناظم بھی رہے اور مجلس شوریٰ کے ممبر تو ہمیشہ رہے۔

اللہ العالمین ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرما کر ان کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

# مولانا عبدالرحیم صاحب فیضی

ساکن مہسڑ لمبنی روپندیہی نیپال

(تاریخ ولادت: یکم جولائی ۱۹۵۰ء)

خاموش طبع ، بے ضرر، البتہ نفع رسانی کے شائق، ایسے خاموش طبع خادم کتاب و سنت کم ملیں گے۔

آپ نے اپنے موضع مہسڑ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم ششہنیاں اور دالہدیٰ یوسف پور سے کسب فیض کے بعد جامعہ فیض عام مئو کا رخ کیا اور وہاں سے فراغت حاصل کی صحیح بخاری کا درس مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب سے لیا۔

آپ ایک تجربہ کار کہنہ مشق مدرس ہیں تفسیر وحدیث، ادب عربی، صرف ونحو اور فقہ و اصول فقہ میں مہارت رکھتے ہیں۔

جامعہ انوار العلوم پرساعماد، دارالعلوم ششہنیاں میں تدریس کا کام کیا اللہ کو آپ سے دعوتی کام لینا منظور تھا تو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے نیپال میں داعی مقرر ہو گئے۔ اپریل ۲۰۱۸ء تک رابطہ کی طرف سے نیپال کے مختلف مقامات پر دعوت وارشاد کی ذمہ داری انجام دیتے رہے خطبات جمعہ، جلسوں کی صدارت اور انجمنوں میں وعظ ونصیحت فرماتے۔

مدرسہ اصلاح المسلمین مہراج گنج، کلیہ عائشہ صدیقہ جھنڈا نگر، مدرسہ فیض الاسلام پڑریا، میں تدریس کا کام بخیر وخوبی اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں۔

آپ خوش مزاج ، ملنسار اور علمی بصیرت سے مالا مال ہیں ، گوتم بدھ کی جائے

ولادت لمبنی سے متصل تین کلومیٹر دور مغرب میں آپ کا آبائی گھر مہسڑ میں ہے اور لمبنی سے صرف دوکلومیٹر جنوب میں آپ کا رہائشی نیا مکان کھنگائی بازار میں ہے، ایسے حساس مقام پر ایسے بابصیرت علماء دین کا وجود بسا غنیمت ہے جو الحادی تنظیموں کے اہداف کو بھانپ سکیں اور مسلمانوں کے عقیدہ وعمل کی حفاظت کرسکیں۔

چند سال قبل بھیرہوا میں اپنا ایک رہائشی مکان تعمیر کر کے قیام پذیر ہیں۔ وہاں بھی آپ جیسے مخلص داعی کی ضرورت تھی، فی الحال کلیۃ الإیمان کالیدہ میں منتہی طالبات کو اپنی تدریس سے فیضیاب کررہے ہیں۔

بارک اللہ فی حیاته و اعماله.

☆☆☆

# مولانا محمد نسیم مدنی سلمہ اللہ

## ساکن موضع بھرولیا ضلع روپندیہی

(ولادت: ۲۸/۵/۱۹۶۹ء)

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا　　شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہو کاری
اگر ہو جنگ تو شیران غاب سے بڑھ کر　　اگر ہو صلح تو رعنا جوان تاتاری

داعیانہ صفات کے حامل، علوم وکتاب وسنت میں گہرائی، مسلک ومنہج سے مثالی واقفیت، سلفیت ومنہج محدثین کے خلاف فرقوں کے آپریشن میں کامل تجربہ ایک صاحب بصیرت عالم کی شان سے بہرور، مولانا محمد نسیم مدنی شعلہ جوالہ ہیں جہاں رہتے ہیں اپنا جلوہ بکھیرتے رہتے ہیں اور فیوض وبرکات کے چشمے جاری رکھتے ہیں، ذہن کے تیز وطرار، مزاج کے سنجیدہ مگر فکر وسوچ میں شہباز صفت ہیں ۔

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارہ　　جہاں رزق کا نام ہے آب ودانہ
جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا　　لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

تعلیمی سلسلہ اپنے گاؤں کے مکتب سے شروع کر کے جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر میں علمی تشنگی بجھانے پہونچے پورے چھ سال رہ کر یہاں کے لائق وفائق اساتذہ سے کسب فیض کیا اور راقم سطور سے صحیح البخاری کا درس لے کر بہ سہ واسطہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے سلسلہ الذہب سے جڑ گئے، مزید قسمت کا ستارہ بلند ہوا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوئی، وہاں کے خالص سلفی ماحول میں رہ کر مدینہ منورہ کی پر بہار فضاؤں میں تربیت پائی، لیسانس کی ڈگری لے کر اپنے وطن نیپال آئے

اور میدان عمل میں کود پڑے۔آپ کے اعمال وکارناموں کو چار خانوں میں لایا جارہا ہے:

(۱) تدریس وتربیت (۲) دعوت واصلاح

(۳) قیام وبناء مدارس ومساجد (۴) تنظیم جماعت

## تدریس و تربیت:

عزیز موصوف مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے چنانچہ مرکز الامام احمد بن حنبل تولہوا سے وابستہ ہوئے اور عرصہ دس سالوں تک وہاں تفسیر حدیث و ادب عربی کا درس دیتے رہے جس سے طلبہ نے کافی استفادہ کیا پھر دوسرے مرحلہ کے طور پر مرکز السنۃ ایکلا ضلع روپندیہی کو قائم کر کے وہاں بچیوں کو زیور تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے لگے اسی کے ساتھ ساتھ مدرسہ عمر فاروق پر ساچوراہا پر قائم کر کے بچوں کو عقیدہ توحید اور دیگر مادوں کی تعلیم دینے لگے جو آج بھی جاری ہے۔

مولانا محمد نسیم صاحب ایک قابل باصلاحیت مدرس ہیں،انھیں تعلیم کے ساتھ تربیت کا ملکہ ہے وہ بچوں کو اسلامی سیرت اور عقیدہ ومنہج کے سانچے میں ڈھالنے اور توحید وسنت کے رنگ میں رنگنے کے فن سے خوب واقف ہیں۔اب تک سینکڑوں طالبان علوم نبوت ان سے سیرابی حاصل کر چکے ہیں۔

## دعوت و اصلاح :

دعوت واصلاح عزیز موصوف کے رگ وریشہ میں بسی ہوئی ہے یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔پورے نیپال اور یوپی کے سرحدی اضلاع کے جلسوں میں ان کے خطابات ہوتے رہتے ہیں وہ مہاراشٹر میں حتی کہ پاکوڑ میں منعقدہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرس میں بھی خطاب سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ضلع روپندیہی میں تو انھیں دینی قیادت حاصل ہے اکثر جلسے انھیں کی سربراہی میں منعقد ہوتے ہیں،وہ معتبر ومستند علماء دعوت واصلاح کو مدعو کرتے رہتے

ہیں توحید وسنت کے فروغ میں مشغول، ردشرک وبدعت اور خلاف اسلام سماجی مسائل مثلا جہیز وغیرہ کے خلاف محاذ کھولے رہتے ہیں۔

ان کا بڑا کارنامہ دیار لمبنی سے قادیانیت کی بیخ کنی ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

## قیام مدارس و بناء مساجد :

:اس شعبہ میں بھی آپ دیگر نمایاں حضرات کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ضرورت کا احساس کرتے ہوئے معہد ام سلمہ للبنات ایکلا، مدرسہ عمر بن خطاب پرساچوراہا کا قیام آپ کا رہین منت ہے جو روپندیہی میں منارہ رشدوہدایت ہیں۔

اسی طرح متعدد مساجد کی تعمیر کا بھی آپ کو شرف حاصل ہے۔

## تنظیم جماعت:

تنظیم جماعت میں آپ کے رول کو اہمیت حاصل ہے جمعیت اہل حدیث ضلع روپندیہی کے اول ناظم کا شرف بھی حاصل رہا ہے آپ نے جمعیت کی دو میقات یعنی دس سالوں تک نظامت کی ہے۔مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔جمعیت کی مجالس میں آپ کی آراء کو وزن حاصل رہتا تھا۔اس وقت کچھ مقامی تحاسد کے سبب عہدہ سے دور ہیں۔

☆☆☆

# مولانا عرفان اللہ ریاضیؒ مڑلا

(ولادت: ۱۹۴۵ء - وفات: ۲/۴/ ۲۰۰۷ء )

(مطابق ۱۵/ محرم ۱۴۲۸ھ )

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اٹھانے کے لئے

حکمت و تدبیر میں یکتا، عزم و ارادہ میں پختہ، مخالفتوں کو جھیلنے میں بے فکر، علماء نواز، حسن اخلاق کے پیکر، یہ تھے ہمارے محبّ و مخلص مولانا عرفان اللہ صاحب ریاضی ،مڑلا، ضلع روپندیہی۔ جنہوں نے دارالہدیٰ یوسف پور سے کسب فیض کے بعد مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب بستوی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور انھیں سے کتب احادیث کا درس لے کر سند فراغت حاصل کی۔

مدرسہ دارالسلام مڑلا کے مؤسس و بانی تھے، اپنی محنت و کوشش سے اس مدرسہ کو ثانویہ تک پہونچایا، شعبہ تحفیظ اور عربی دارالاقامہ میں طلباء کی ایک تعداد اقامت گزین رہتی ہے۔

خطیب الاسلام جھنڈانگری رحمہ اللہ سے قریبی تعلق رکھتے تھے موصوف نے چھ کمروں مع برآمدہ مدرسہ کے لئے بلڈنگ تعمیر کرائی۔ ایک عالیشان پر شکوہ مسجد کی تعمیر کا شرف بھی حاصل کیا۔

مدرسہ ہذا کو لیکر بہت کچھ جھیلا، مقدمہ بازی کی مصیبت برداشت کر کے بالآخر سر خرو رہے۔

علاقہ مرچوار ضلع روپندیہی میں دعوت کتاب وسنت کا ایک روشن مینار چھوڑ کر ۴؍فروری ۲۰۰۷ء مطابق ۱۵؍محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ جس کی پوری ذمہ داری اب ان کے فرزند ارجمند شاعر خوش فکر مولانا ابرار احمد (شمیم) عرفانی اور مولانا ضیاء اللہ صاحب سنبھال رہے ہیں۔ انبتھا اللــه نباتا حسنا۔

عزیزم شمیم عرفانی سعودی عرب میں دعوت وارشاد سے جڑے ہوئے ہیں اور مدرسہ دارالسلام کی آبیاری میں اپنا قابل تحسین کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

☆☆☆

# ڈاکٹر ابوالقیس

(ولادت ۱۹۷۵ء)

سا کن تنہوا، لمبنی، روپندیہی نیپال

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے　　　سرآدم ہے، ضمیر کن فکاں ہے زندگی

ڈاکٹر ابوالقیس نے متوسطہ تک کی تعلیم جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر میں حاصل کی، یہی ادارہ ان کی ترقی کا زینہ بنا جامعہ میں ایک سعودی تنظیم کے نمائندہ شیخ سامر حمصی کا دورہ ہوا۔ انھیں کے ذریعہ ڈھاکہ بنگلہ دیش جا کر ثانویہ وعالمیت کا کورس مکمل کر کے یمن میں بڑے عالم ومحدث شیخ مقبل الوادعی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اِدھر اُدھر کاروباری مشغولیت میں وقت گزار کر تعلیم نسواں کا ادارہ قائم کرنے کا خیال آیا، چنانچہ مدرسہ آسیہ للبنات کا قیام وتعمیر موضع مسینا ضلع روپندیہی میں کیا۔ مدرسہ کی پرشکوہ شاندار دومنزلہ بلڈنگ ہے۔ عالمیت وفضیلت تک تعلیم ہورہی ہے۔ ڈھائی سے تین سو تک طالبات زیر تعلیم رہتی ہیں۔ بورڈنگ اسکول بھی نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے۔ کلاس روم وغیرہ عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے اور شاندار لائبریری بھی ہے۔ غرضیکہ اس علاقہ میں ایک بڑی ضرورت کی تکمیل کا سامان ہے، موصوف بلند عزائم وحوصلہ کے مالک ہیں امید کہ اس ادارے کے نور سے لمبنی کا شمالی مغربی علاقہ منور ہوگا اور عقیدہ ومنہج اہل حدیث کی تحریک کو بہتر تحریک ملے گی۔

فرق پر گہری نظر ہے، بطور خاص شیعہ وروافض کے گمراہ عقائد وباطل نظریات اور اہل سنت کے خلاف سازشوں کی واقفیت رکھتے ہیں۔ تربھون یونیورسٹی کاٹھمانڈو سے بھی منسلک ہیں۔ اہل سیاست سے مراسم بہتر رکھتے ہیں۔

☆☆☆

# مولانا کلام الدین مدنی

(ولادت: ۱۲/۷/۳/۱۹۷ء)

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور وغیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

صالح فکر، بلند پرواز، جسور وغیور، شاہین صفت، عقابی نگاہ، عقیدہ ومنہج میں بدر کامل، تعلیمی کارواں کے سالاروں میں فرد فرید، دعوت وتبلیغ میں چاق وچوبند، مقامی سیاست میں چمکتا ستارا، دل کش ودلربا شخصیت، ان اوصاف ومحامد کے حامل ہیں میرے شاگرد عزیز مولانا کلام الدین مدنی بن رحمت میاں انصاری ساکن دیوی گنج، کلیا ضلع بارانیپال۔

ضلع بارا میں آباد انصاری برادری کی ایک خوبصورت پہچان ہے، دین سے گہری لگاؤ احکام شریعت کے پابند، صاحب دیوان گلشن ہدایت مولانا عبدالکریم مسلم کے نواسے مولانا منظور الحق بلی رامپوری کی دعوت وتبلیغ کے اثر سے توحید وسنت پہ کار بند اور شرک وبدعت ورسوم باطلہ سے نفور، اس کی خاصیت ہے۔ اسی برادری کے ایک ممتاز عالم دین اور رہبر ہیں مولانا کلام الدین مدنی۔

آپ نے زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مدرسہ سمیہ للبنات کی تاسیس وتعمیر کی جو بارہ کمروں پر مشتمل ہے، اس میں ڈیڑھ سو بچیاں زیر تعلیم ہیں معیار تعلیم عالمیت تک ہے، بارہا میں اس کی زیارت کر چکا ہوں۔

عزیز گرامی کلام الدین مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کی مجلس شوری وعاملہ کے رکن ہوا کرتے ہیں فی الحال نائب ناظم ہیں، جمعیۃ ہملایا (ایک رفاہی تنظیم) کے خزانچی ہیں غرضیکہ تعلیم، دعوت، تنظیم اور رفاہی خدمات کے ذریعہ تمسک بالکتاب والسنۃ کی تحریک کو فروغ

دینے میں ہر ممکن خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تعلیم کی ابتداء مدرسہ کنز العلوم السلفیہ رنگپور کلیا سے کیا ابتدائی عربی درجات کی تعلیم پوری کر کے جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر آئے یہاں علمی سیرابی حاصل کر کے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں جا کر بی اے (لیسانس) کا کورس کر کے لوٹے، رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے ابتعاث ہوا۔اور بھرپور جدوجہد سے ذمہ داری انجام دیا۔

اللہ العالمین توفیق کامل سے نوازے کہ دین و سیاست دونوں پلیٹ فارم پر سرخرو ہوں۔

☆☆☆

# مولانا عبدالسبحان بن اکبر علی صاحب

(وفات:۸/جنوری ۱۹۵۸ء)

مولانا عبدالسبحان صاحب بزرگ علماء دین میں سے تھے دعوت واصلاح کے میدان میں آپ کے کارنامے بہت روشن ہیں، ضلع روتہٹ میں مسلک اہل حدیث کی نشرواشاعت آپ کی کوششوں کی مرہون منت ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں اپنے والد محترم سے حاصل کی، عربی کے ابتدائی درجات کی تعلیم موڑھا نامی جگہ میں مولانا امیر حسن صاحب سے حاصل کی، مزید حصول تعلیم کیلئے قریہ جہان آباد کا رخ کیا۔ وہاں تین برس تک مختلف اساتذہ سے کسب فیض کر کے فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد میدان عمل میں اترے تو تین سال تک مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں تدریسی خدمات انجام دیا ساتھ ہی ساتھ قرب وجوار میں دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

موصوف میں دعوت کا بڑا جذبہ تھا پورے روتہٹ ضلع میں گھوم پھر کر انبیائی مشن چلاتے رہے اپنی سہولت اور زمانہ کے رسم کے مطابق گھوڑی رکھتے اور اسی پر سواری کرتے تھے۔

عوام الناس کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر وعزت تھی جہاں بھی وارد ہوتے بلا تفریق مذہب آپ کا استقبال ہوتا تھا، آپ کی پر تاثیر وباوقار شخصیت کا اندازہ اس مشہور واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا گذر راجپور سے ہوا، وہاں لیاقت مقدم صاحب ایک

بڑے صاحب حیثیت شخص تھے جو علماء کے بڑے قدرداں تھے آج بھی ان کا خاندان شادو آباد ہے اور پھل پھول رہا ہے، انھیں کے صاحبزادے مشہور سیاسی قائد جناب شیخ ادریس صاحب تھے جو کانگریس پارٹی کی طرف سے سانسد ہوا کرتے تھے اور منتری بھی رہ چکے تھے شیخ جرنیل صاحب بھی انھیں کے صاحبزادے تھے انھیں کے بھتیجے جناب شیخ آفتاب عالم صاحب ہیں جو نیپالی کانگریس سرکار میں کئی بار منتری رہ چکے ہیں انھیں کے خاندان میں حافظ آصف صدیقی بھی ہیں جو ہمارے جامعہ کے ہونہار طالب علم ہیں بڑے مہذب و با اخلاق طلبہ میں سے ہیں۔

بہر حال آپ شیخ مقدم صاحب کے دروازے پر نہیں گئے جب انھیں معلوم ہوا کہ مولانا تشریف لائے ہیں اور ہمارے دروازے پر آئے بغیر واپس جارہے ہیں تو انھوں نے ان کا تعاقب کیا ملاقات ہونے پر دریافت کیا کہ ہم سے کیا گستاخی ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں تشریف نہیں لائے، آپ نے جو جواب دیا وہ درباری علماء کے جواب سے مختلف تھا، آپ نے کہا کہ آپ کا دروازہ ہمارے لائق نہیں رہا، سنا ہے کہ گانجہ کی کاشت کرا رہے ہیں اتنا سننا تھا لیاقت مقدم نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ اس کی کھیتی جائز نہیں ہے۔ فوراً مزدوروں کو حکم دیا کہ جاؤ جڑ سے اکھاڑ پھینکو حالانکہ اس میں کافی صرفہ ہوا تھا اور فصل تقریباً تیار تھی لیکن بلا تاخیر و تامل اس کو ختم کرا دیا، یعنی مولانا کا حکم سر آنکھوں والا معاملہ تھا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ قریب ہی ایک غیر مسلم نے گانجہ کی کھیتی کی تھی جب اس نے دیکھا تو سمجھا کہ شاید حکومت کی طرف سے کوئی سخت کارروائی ہونے والی ہے اس نے بھی اپنے مزدوروں کو حکم دیا کہ جتنا جلد ہو سکے کھیت صاف کر دو۔

☆☆☆

# مولانا انوار الحق صاحب سلفی

(ولادت:۱۳/۳/۱۹۵۸ء)

نگاہ گرم کہ شیروں کے ہوش اڑ جائیں ☆ نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی

عزم وہمت کا پیکر، عقیدہ ومسلک میں غیر متزلزل اور بے لوچ، مداہنت سے دور اور بالکل پاک، ضلع روتہٹ میں یکے از قافلہ سالار مسلک کتاب وسنت مولانا انوار الحق بن عبدالرزاق سلفی ساکن بیریا نزد گور۔۱۳۹۳ھ میں مدرسہ اسلامیہ امروہا سے فراغت حاصل کی پھر میدان میں اتر پڑے۔

روتہٹ کے سابقین اولین دعاۃ میں مولانا عبدالسبحان صاحب، پھر مولانا عبدالغفور صاحب اصلاحی نے کتاب وسنت کے جس گلشن کو لگایا تھا اور ان کی کوششوں سے لہلہارہا تھا ان بزرگوں کے بعد مولانا انوار الحق صاحب سلفی اس گلشن اسلاف کے وارث ومالی ہوئے، آپ نے اپنی انتھک جدوجہد سے اس مشن کو کامیاب طریقہ پر آگے بڑھایا اور موضع بیریا وقرب وجوار کو زمزمہ توحید ونغمہ سنت سے آباد رکھا، مقلدین کی ریشہ دوانیوں کو بھانپ کر اس کی روک تھام کی اور حکمت وبصیرت کے ساتھ بچوں کی تعلیم وتربیت منہج سلف پر فرمائی، جس کا ثمرہ اور میٹھا پھل آج سامنے ہے۔ کہ آپ کے صاحبزادگان شیخ ریاض الحق مدنی وشیخ عبدالحق مدنی پورے جوش و لگن اور انبیائی حکمت ودانائی کے ساتھ دعوتی وتعلیمی کارواں کو لیکر آگے بڑھ رہے ہیں، اللھم زد فزد

موصوف کے تعلیمی ودعوتی کارناموں کے ساتھ ساتھ ایک کارنامہ ۲۰۱۳ء میں معہد النور کا قیام بھی ہے۔

☆☆☆

# مولانا محمد شعیب مدنی سلمہ اللہ

## موضع لچھمنیاں ضلع روتہٹ

(ولادت ۱۵ر فروری ۱۹۷۱ء)

ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے

محمد شعیب مدنی ایک شخصیت نہیں ایک تعلیمی تحریک اور دعوتی مشن کا نام ہے، ہلکی باڈی، میانہ قد خراماں خراماں رفتار، نرم گفتار بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق ہیں۔ تقلید شخصی، شخصیت پرستی، اور کتاب الحیل والوں کے خلاف شمسیر برہنہ، ہمہ دم چاق وچوبند ہمہ وقت رواں دواں، ضلع روتہٹ میں مولانا عبدالسبحان صاحب، مولانا عبدالعظیم صاحب و حاجی محمد سلیمان کے مشن کے قافلہ سالاروں میں سے ایک نمایاں نام ہے مولانا محمد شعیب مدنی سلمہ اللہ کا جو موضع لچھمنیاں ضلع روتہٹ کے افق سے ابھرے۔ تعلیم کا ابتدائی مرحلہ مدرسہ فلاح المسلمین السّلفیہ جنگڑوا سے طے کرنے کے بعد مدرسہ کنز العلوم السّلفیہ رنگپور کلیا ضلع بارہ سے استفادہ کرتے ہوئے جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈا نگر میں اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور ۱۹۹۱ء میں مجھ ناچیز راقم سطور سے الجامع الصحیح للبخاری کا درس لے کر بہ سہ واسطہ شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے سلسلۃ الذہب سے جڑ گئے۔

مولانا محمد شعیب صاحب کو مبدأ فیض سے وہبی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ حکمت وبصیرت میں ممتاز ہیں، گفتگو میں بلا کی تاثیر ہے بایں ہمہ آپ کو بڑے جانباز، مخلص وفادار، سرپرست ورفقاء ملے۔ چنانچہ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ جس کی تاسیس سراوٹھا کے

اندر چچا محمد یٰسین صاحب حفظہ اللہ کی وقف کردہ زمین پر ۱۹۹۵ء میں مولانا محمد ارشاد صاحب مدنی کی جد و جہد سے ہوتی تھی جس کے تاسیسی پروگرام میں مولانا محمد ہارون صاحب سلفی، مولانا عبداللہ صاحب مدنی کے ساتھ راقم بھی شریک تھا اس کو بام عروج پر لے جانے میں مولانا محمد ارشاد مدنی ومولانا محمد طفیل مدنی کے ساتھ مولانا محمد شعیب کی بڑی حصہ داری رہی ہے۔ انھوں نے خلیجی ریاستوں اور بطور خاص بلاد توحید سعودی عرب کا دورہ کرکے بجٹ کی فراہمی میں بڑا کردار نبھایا۔ آج ایک عالیشان مسجد کے ساتھ ساتھ درسگاہ و دارالاقامہ کی دو منزلہ بلڈنگ کھڑی گور و چندر نگاہ پور سے گذرنے والے مسافروں کو دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ مدرسہ کا مکتبہ ہے جس میں تفسیر وحدیث فقہ تاریخ اورادب کی کتابیں ہیں ایک شاندار گیٹ ہے۔ علوم عربیہ کی نشر واشاعت اورتوحید وسنت کے فروغ نیز ردشرک وبدعات میں اس ادارہ کا قابل قدر رول ہے۔

مولانا شعیب مدنی نے تعلیم نسواں کی ضرورت کا بشدت احساس کرکے موضع لچھمنیاں میں مدرسہ حفصہ للبنات کوقائم کیا ہے جس کی سہ منزلہ بلڈنگ ہے ایک وسیع پلاٹ پر پھیلا تعلیمی پروگرام چل رہا ہے عزیز گرامی اہل روتہٹ کی طرف سے یقیناً تبریک وشکریہ و دعاء کے مستحق ہیں۔

ان کی لگن سے دوتین اعلیٰ پیمانہ کے دعوتی اجلاس منعقد ہو چکے ہیں جس میں ہندو نیپال کے معتبر نامور علماء خطاب فرما چکے ہیں ان جلسوں میں ناچیز کو بھی خطاب کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔

☆☆☆

# مولانا ریاض الحق مدنی بیریا

(ولادت:۱۵/۳/۱۹۸۲ء)

جوان جواں بخت روشن ضمیر		بہ ہمت جوان و بتدبیر پیر

سبک و چھریرا جسم، ہنس مکھ چہرہ، خندہ پیشانی، عزم و ہمت کا پیکر، شعور و ادراک سے بھرپور و مالا مال، علوم کتاب و سنت سے سینہ منور و معمور، یہ ہیں مولانا ریاض الحق مدنی صاحب جو مولانا انوار الحق صاحب سلفی کے فرزند ارجمند ہیں۔

تعلیمی سفر کا آغاز مدرسہ عربیہ خادم الاسلام اہل حدیث ٹانڈہ بادلی سے شروع کر کے ۲۰۰۰ء میں جامعہ اسلامیہ سنابل، دہلی سے سند فراغت حاصل کی، خوبیٔ قسمت سے رب جہاں نے دیار حبیب میں شرف حاضری عطا کی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث سے حصول علم کی سعادت بخشی وہاں سے ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں لیسانس (بی،اے) کی ڈگری لیکر نکلے، سعودی عرب میں کسی مکتب دعوت جالیات کے تحت دعوت دین کی خدمت سے شادکام رہے۔ وہاں رہتے ہوئے بھی اپنے وطن نیپال کا دعوتی حق ادا کرنے کے لئے مرکز الدعوۃ والارشاد الخیری بمقام گور قائم کیا۔ اب تو نیپال میں مستقل قیام پذیر ہیں اور پوری توانائی تعلیم ودعوت میں خرچ کررہے ہیں۔

اپنے قائم کردہ مرکز کی ماتحتی میں اپنے موضع بیریا ضلع روتہٹ میں مندرجہ ذیل اداروں کو قائم کیا اور انھیں مسلسل پروان چڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

**(۱) جامعہ جویریۃ بنت الحارث للبنات بیریا**

اس کی تینتالیس روم پر مشتمل شاندار سہ منزلہ بلڈنگ ہے جو آبادی سے نہ تو بہت

دور اور نہ بالکل متصل ہے، کثافت اور بھیڑ بھاڑ شور وغل سے پاک صاف ہے، سامنے وسیع میدان ہے، تعلیم وتعلم کا پر سکون ماحول ہے، آٹھ سو بچیاں زیر تعلیم ہیں، تقریباً پانچ سو بچیاں ہاسٹل میں قیام پذیر رہتی ہیں۔

فی الحال عالمیت تک تعلیم جاری ہے مستقبل قریب میں فضیلت کے قیام کا پروگرام ہے۔

**(۲) معہد المبارک للبنین بیریا**

یہ بچوں کے لئے قائم کیا گیا ہے اس میں فی الحال متوسطہ تک تعلیم کا انتظام ہے اس کی نگرانی مولانا انوار الحق صاحب سلفی کرر ہے ہیں ان مذکورہ دونوں اداروں کا اہتمام شیخ عبدالحق مدنی کے کندھوں پر ہے۔

وہ ایک صاحب بصیرت نوجوان فاضل ہیں، اپنے برادر مکرم شیخ ریاض الحق مدنی کی بھر پور معاونت کرر ہے ہیں ان کی نظامت میں یہ دونوں ادارے پروان چڑھ رہے ہیں۔

مرکز الدعوۃ والارشاد کے تحت رفاہی خدمات کا کام چلتا رہتا ہے جس سے اسلام کی انسانی خدمات کا تعارف ہورہا ہے غریبوں میں غذائی اشیاء، سردی کے لباس وغیرہ تقسیم کئے جاتے ہیں، صاف ستھرے پانی کے لئے ہینڈ پائپ لگائے جاتے ہیں، غریبوں اور مریضوں، بیواؤں یتیموں کی خدمت کا سلسلہ بھی رہتا ہے۔

موصوف سے تعارف خدمت قرآن کے حوالہ سے ہوا انھوں نے اب تک حفظ قرآن کے دو مقابلے کل نیپال پیمانہ پر کرا چکے ہیں اور ایک مقابلہ حفظ احادیث کا کرایا ہے، ان تینوں مقابلوں میں مجھے شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ ہمارے ناظم جامعہ مولانا شمیم احمد ندوی حفظہ اللہ و شیخ اصغر علی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند بھی حفظ احادیث کے

مقابلے میں شرکت فرما چکے ہیں۔

دعوت کتاب وسنت اور ان کے ساتھ تمسک بالکتاب والسنۃ اور عمل کی قابل تحسین خدمت رہی ہے۔

بہرکیف دعوت کتاب وسنت کے حوالہ سے مولانا ریاض الحق مدنی، مولانا عبدالحق مدنی اور ان کے پدر بزرگوار مولانا انوارالحق سلفی بڑے متحمس، باطل کے خلاف تیغ بے نیام ہیں۔ان حضرات کی خدمات کو مسلک اہل حدیث کے فروغ کی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت حاصل ہوگی۔

☆☆☆

# مولانا ارشاد احمد مدنی

(ولادت: ۲۷/۱/۱۹۵۹ء)

آفتاب ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
گر ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

متحرک فعال باشعور وحساس، ضلع سے لیکر مرکز تک رواں دواں شخصیت کا نام مولانا محمد ارشاد احمد بن عبدالمعید سراجی مدنی ہے۔ آپ ضلع روتہٹ کے موضع جگرڑوا کے رہنے والے ہیں، آپ نے ابتدائی تعلیم فلاح المسلمین جگرڑوا میں حاصل کی، فراغت جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر سے ۱۹۸۱ء میں اور لیسانس کا کورس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ۱۹۸۸ء میں حاصل کیا۔

میری معلومات کے مطابق آپ ضلع روتہٹ کے پہلے طالب ہیں جنہوں نے جامعہ سراج العلوم میں داخلہ لیا پھر آپ کے ذریعہ جامعہ کا مشرق میں تعارف ہوا اور بکثرت طلبہ ادھر سے آنے لگے۔

آپ کے اہم کارناموں میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ سراوٹھا کا قیام ہے، مذکورہ گاؤں میں مدرس تھے آپ کی جدوجہد سے اس بستی کی مشہور سماجی شخصیت چچا محمد یٰسین صاحب نے اپنی ایک بڑی کاشت کی زمین وقف کی جس پر ۱۹۹۵ء میں مدرسہ کی تاسیس ہوئی، نیز آپ کے رفقاء بالخصوص شیخ محمد شعیب مدنی سلمہ اللہ کی تگ ودو اور جانفشانی سے اس مدرسہ کی دومنزلہ شاندار بلڈنگ اور مسجد کا وجود عمل میں آیا، اب یہ مدرسہ روتہٹ ہی نہیں بلکہ ملک کے ممتاز ترین اداروں کی صف میں شمار ہو رہا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے ۱۹۸۹ء میں قیام اور ایڈیاک کمیٹی کی تشکیل کے بعد دستور کی روشنی میں جمعیت کی انتخابی مجلس کا انعقاد اور اجلاس عام مدرسہ فلاح المسلمین میں ۱۹۹۱ء منعقد ہوا، جو جمعیت کی تاریخ میں اہم یادگار ہے اس اجلاس اور شوریٰ کے اجلاس کے نظم وانتظام میں آپ پیش پیش رہے۔

آپ کی فعالیت کو دیکھتے ہوئے ارکان شوریٰ نے آپ کو مرکزی جمعیت کا نائب ناظم پھر نائب امیر بھی مقرر کیا۔

بہر حال آپ کے درس و تدریس اور خطبہ جمعہ ووعظ و ارشاد سے تحریک اہل حدیث کو تقویت ملتی چلی آرہی ہے۔

☆☆☆

# مولانا محمد علی سلفی جنگڑوا

(تاریخ پیدائش: ۲۷/۹/۸/۱۹۷ء)

دلے ولولۂ شوق جسے لذت پرواز کرسکتا ہے، وہ بندہ مہ ومہر کو تاراج

متحرک وفعال اور شعلہ جوالہ کے مثل پورے نیپال میں ہر دم رواں دواں رہنے والی شخصیت کی شناخت مولانا محمد علی سلفی کے نام سے ہے۔آپ موضع جنگڑوا ضلع روتہٹ کے باشندہ ہیں تعلیم کی ابتداء گاؤں کے مدرسہ فلاح المسلمین سے ہوئی عالمیت تک کی تعلیم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر سے حاصل کی سند فراغت احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے ملی۔

موصوف میرے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، بڑے ذمہ دار شخص ہیں۔جماعتی حمیت سے بھرپور ہیں مسلک کتاب وسنت کی بابت بڑے متحمس ہیں۔

مدرسہ فلاح المسلمین جنگڑوا کے ناظم ہیں آپ کے دور نظامت میں قابل ذکر تعمیری کام ہوا ہے معیار تعلیم میں بہتری آئی ہے، مدرسہ کے بینر تلے ایک عظیم الشان کانفرنس ۴/۵/۲۰۱۳ء میں کر چکے ہیں جو انتظامی لحاظ سے تو بہتر تھی ہی نامور علماء وخطباء بڑی تعداد میں شریک تھے، دو روز خوب خوب کتاب وسنت پر مبنی بیانات ہوئے۔

آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ رہے ہیں۔پورے ملک میں اس تعلق سے دورہ کیا ہے اور جمعیت کے کاز کو تقویت دی ہے۔

☆☆☆

# مولانا عبدالخالق صاحب سلفی

مقام و پوسٹ جدوکوہا ضلع دھنوشا

(ولادت: ۱/۵/۱۹۵۲ء)

ڈھونڈھو گے مجھے گلیوں گلیوں ترسو گے مجھے برسوں برسوں

اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہیں کمیاب ہیں ہم

صدیق حمیم مولانا عبدالخالق صاحب سلفی کے مناسب حال کوئی شعر سوچنے لگا تو ذہن کے پردے پر انھیں کا سنایا ہوا ایک شعر بار بار ابھرنے لگا اس لئے اسی کو زیب عنوان کے طور پر منتخب کرلیا۔

آپ کا تعلق ایک بدعتی گھرانہ سے تھا لیکن رب کا خصوصی کرم ہوا کہ اس نے آپ کو نہ صرف طریق حق کی ہدایت کی بلکہ سلفیت کے ایک قافلہ سالار کی حیثیت دی۔ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں کسب فیض کر کے مجاہدین کی یادگار مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں داخلہ لیکر وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ رب العالمین کا بے پایاں احسان ہوا کہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں داخلہ اور مستفیض ہونے کی سعادت نصیب ہوئی فراغت کے بعد رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے اپنے وطن نیپال کے لئے مبعوث کئے گئے۔ جامعہ سلفیہ جنکپور کو مقر عمل منتخب کیا چند ایک سال وہاں تدریسی خدمات انجام دیا لیکن اس ادارے کی بدقسمتی کہ طالع آزماؤں کی بھیڑ لگ گئی، ہر ایک دوسرے سے آگے نکل جانے اور انا ولا غیری کے زعم میں مبتلا تھا بالآخر ادارہ بکھر گیا۔

موصوف بے کار ہو گئے بے مقصد وقت گذارنے لگے مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ

دعاۃ رابطہ کے مشرف تھے۔ موصوف مشرف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم چن لئے گئے جس کی تفصیل مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قیام میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ نے اپنے دور نظامت میں پورے ملک کا دورہ کر کے جماعتی شعور بیدار کیا تنظیم کی اہمیت اجاگر کی، ضلعی و مقامی اکائیاں قائم کرائیں اور انتخاب کرایا، دستور مرتب کرنے کے لئے مولانا عبدالخالق سلفی، مولانا محمد حنیف رحمانی، مولانا محمد ہارون سلفی، مولانا حقیق اللہ فیضی اور راقم سطور خورشید احمد سلفی پر مشتمل دستور ساز کمیٹی بنائی گئی جس کے کنوینز موصوف ہی تھے کافی غور وخوض کے بعد دستور مرتب ہوا اور مرکزی جمعیت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۰ را کتوبر ۱۹۸۹ء بمقام بھوری پاس کرایا۔

☆ آفت زدگان کی ریلیف کا کام کرایا۔

☆ بمقام مدرسہ فلاح المسلمین السّلفیہ جنگڑوا مرکزی جمعیت کا پہلا پنج سالہ انتخاب کرایا۔

☆ ایک میقات تک امیر رہے۔

☆ آپ کے یادگار کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ نیپالی زبان میں ترجمہ قرآن کی تصحیح ونظر ثانی ہے آپ نے اس میں کافی محنت وعرق ریزی کی۔ گرچہ نیپالی ترجمہ کی طباعت میں کہیں بھی آپ کے نام کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس کے یہاں آپ کے نامہ اعمال میں اس کا اندراج ہو چکا ہوگا۔

☆ موصوف نے تعلیمی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اپنے قصبہ نما گاؤں جدوکوہا میں معہد الفردوس کا قیام عمل میں لا چکے ہیں چند کمروں پر مشتمل بلڈنگ کھڑی تعلیمی افتتاح کا منتظر ہے۔

مولانا عبدالخالق صاحب ایک صاحب بصیرت باصلاحیت عالم ہیں ان کی نظر علوم کتاب وسنت، حدیث، تفسیر، فقہ پر تو ہے ہی۔ تحریکات اور فرق سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ تحریکات وفرق کی تاریخ، مقصد قیام اور ان کے نقائص وعقیدہ صحیحہ سے انحراف سے خوب واقف ہیں اسی لئے ان کا خوب پوسٹ مارٹم بھی کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ زبانی ہی ہے اور صرف مجالس میں۔

ہندو دھرم کا بھی اچھا مطالعہ ہے اس کے دیو مالائی قصوں وکہانیوں اور منوسمرتی کی ناہموار طبقاتی نظام پر بھی خوب وار کرتے رہتے ہیں۔ بعض مقامات پر مناظرہ بھی کر چکے ہیں۔

مشرقی نیپال کے علماء میں خاص مقام واثر رکھتے ہیں ویسے جمعیت سے منسلک ہونے اور نظامت وامارت کا بارگراں سنبھالنے کی بنا پر پورے ملکِ نیپال میں آپ مشہور و معروف ہیں۔

ہاں آپ مجلسی آدمی ہیں، گفتگو میں حاوی رہتے ہیں اور ہر قسم کی مجلس میں فٹ ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

# مولانا سلیم ساجد مدنی

# ومولانا عبدالرحیم راعین مدنی رسلمہما اللہ

بانیان مرکز الفرقان جنکپور دھام، دھنوشا

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں　　　ہمت ہو پر کشا تو حقیقت میں کچھ نہیں

سنجیدہ فکر، مثبت ذہن، وسیع المطالعہ کتب بینی کا خوگر، دعوت کا شیدائی، توحید کا مناد، اتباع سنت کا دلدادہ، اپنوں اور بیگانوں میں مقبول، صفات حسنہ کا پیکر، جوان رعنا، فصیح اللسان، بلیغ الکلام، یہ ہیں میرے شاگرد رشید مولانا سلیم ساجد مدنی۔

## پیدائش:

بتاریخ ۱۵ر فروری ۱۹۷۲ء بمقام بھرریا، دھنوجی ضلع دھنوشا میں ہوئی،

## حصول تعلیم:

ابتدائی تعلیم پڑوسی بستی جھوجھی کٹیا کے مدرسہ فیض العلوم میں حاصل کی جماعت ادنی تا ثالثہ کی تعلیم جامعہ سلفیہ جنکپور اور جماعت رابعہ تا ثامنہ کی تعلیم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر میں حاصل کی، فراغت والے سال یعنی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں جامعہ اسلامیہ میں سراج العلوم کے ثانویہ کی سند پر داخلہ کی منظوری مل گئی اسلئے فراغت سے قبل دیار طیبہ میں حاضری سے مشرف ہوئے اور وہاں کے بالغ نظر ماہرین فن عقیدہ وحدیث کے اساتذہ سے فیض یاب ہوکر ماہتاب علم بن کر چمکے۔

مختلف مقامات پر تعلیمی ودعوتی خدمات انجام دے کر فی الحال اواخر ۱۴۲۴ھ سے تا حال مکتب دعوت وارشاد عرب الدیرہ ریاض میں بحیثیت داعی ومترجم خدمات انجام دے رہے ہیں۔اب تک اٹھائیس کتابچے وپمفلیٹز اردو، ہندی، نیپالی میں چھپ چکے ہیں۔اور ایک سو سے زائد ویڈیوز اپلوڈ ہو چکے ہیں۔تقبلها الله ووفقه توفيقا مزيدا.

آیئے ڈالتے ہیں ان کے عظیم الشان تعلیمی کارنامے پر ایک نظر:

گذشتہ صفحات میں کہیں جامعہ سلفیہ جنک پور اور اس کے زوالء کی دلخراش داستان کی جانب اشارہ کیا جا چکا ہے ہندو دیو مالائی، وافسانوی کہانیوں کے سبب جنکپور ہندوؤں کی عقیدت کے مراکز میں سے ایک مرکز ہے، جہاں بڑی تعداد میں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں مزید یہ کہ ضلع دھنوشا کا صدر مقام ہے،اور اب تو پردیش نمبر۲ کی راجدھانی کا بھی مقام حاصل کر چکا ہے یہاں غیر مسلموں کی اچھی تعداد آباد ہے، ساتھ ہی ساتھ تھوڑی تعداد میں مسلمان بھی آباد ہیں، جن میں جماعت اہل حدیث کے بھی کچھ گھرانے زندگی بسر کر رہے ہیں، جن میں ایک نمایاں نام بھائی محمد رفیق صاحب کا ہے وہ کپڑے کی تجارت سے وابستہ ہیں، جنکپور کے نواح میں چند اہل حدیث بستیاں بھی ہیں، کلٹیا، بھوکراہا، ٹھیلہ، جرھیاڈ، سبیلا، رگھوناتھ پور کو شہرت حاصل ہے۔جدوکوہا تو خود قصبہ نما گاؤں ہے۔

ایسے حساس مقام پر جامعہ سلفیہ کا زوال بلکہ بربادی ایک بڑا المیہ تھا اس درد وکرب اور تعلیمی ودعوتی نقصان کو نوجوان فضلاء نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔احساس تو اس کا تمام علماء کو تھا اس میں معصوم ومجرم سب شامل تھے لیکن توفیق خیر سب کو نہیں ملتی ہے یہ قسمت والوں اور حوصلہ مندوں کے نصیب میں ہوتی ہے، چنانچہ ؎

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

کے مصداق شیخ سلیم ساجد مدنی اپنے رفقاء وبالخصوص عزیزم عبدالرحیم سراجی کے ساتھ آگے بڑھے اور ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں مرکز الفرقان کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈال دی ۔جواب تک تناور درخت بن چکا ہے جس کے مندرجہ ذیل شعبے سرگرم عمل ہیں ۔

۱۔ جامعۃ الفرقان الاسلامیہ ۲۔ مدرسہ عثمان بن عفان لتحفیظ القرآن

۳۔مدرسہ حفصہ للبنات

جامعۃ الفرقان الاسلامیہ کا رقبہ 5500 مربع میٹر ہے اس میں وسیع وعریض جامع مسجد اور ستائیس کمروں پر مشتمل دومنزلہ عمارت ہے، متوسطہ سے فضیلت تک کی تعلیم کا بندوبست ہے فی الحال ایک سوبیس طلبہ ہاسٹل میں مقیم ہیں، پندرہ افراد پر مشتمل اساتذہ، عملہ وملازمین کا اسٹاف ہے۔ الحمدللہ مرکز الفرقان کے پلیٹ فارم سے پورے علاقے میں دعوت وتبلیغ کا کام جاری ہے، بہت سے یتیموں، بیواؤں کی کفالت ہورہی ہے۔ مرکز ہذا کے زیرنگرانی کئی مسجدیں تعمیر ہوچکی ہیں۔

ادارہ ہذا کے صدر کمیٹی میرے شاگرد شیخ عبدالرحیم راعین مدنی ہیں اور میرے بہت عزیز شاگرد شیخ سلیم ساجد مدنی اس کے ناظم جبکہ شیخ کلیم انصاری مدنی نائب صدر ہیں۔

آج سے تقریباً چارسال قبل راقم کوایک دعوتی سفر کے موقع پر اس کی زیارت کا موقع میسر آچکا ہے ادارہ کھلی جگہ میں ہے محل وقوع بڑا اچھا لگا۔ انبتها الله نباتا حسنا.

میں یہ تونہیں کہہ سکتا کہ مرکز الفرقان جامعہ سلفیہ کا بدل یا نعم البدل ہے البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اس کے خلاء کو بڑی حد تک پُر کررہا ہے۔

تعارف نامکمل رہ جائے گا اگر صدر کمیٹی کا ہلکا سا تعارف نہ کرایا جائے۔ وہ بایں طور ہے:

**نام:** عبدالرحیم راعین مدنی تاریخ پیدائش ۲۲/۲/۱۹۷۱ء

**جائے پیدائش:** ٹھاڑھی ضلع دھنوشا، نیپال

ثانویہ کی تعلیم جامعہ سلفیہ جنکپور دھام اور فراغت ۱۴۱۶ھ میں جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈا نگر سے حاصل کیا، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بی اے کیا، مرکز الدعوۃ والارشاد کے شعبہ توعیۃ الجالیات، دمام میں خدمات انجام دے کر اب فی الحال نیپالی سفارتخانہ ریاض سے وابستہ ہیں۔

**نوٹ** :۔ جامعہ سلفیہ جنکپور جس کو میرے استاذ و شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق سلفیؒ نے اپنے رفقاء کی مدد سے قائم کیا تھا۔ وہ ادارہ بکھر گیا جس کی جانب اشارہ کیا جا چکا ہے۔ البتہ اب اس کو پھر سے اٹھانے اور نئی روح ڈالنے کی ایک کوشش میرے ایک شاگرد شیخ محمد عزیز سراجی کر رہے ہیں۔ انھوں نے عصری تقاضے اور مقامی ضرورت کو محسوس کر کے اب دینی و عصری تعلیم کے امتزاج کے ساتھ اس کو چلا رہے ہیں۔۔ اس کی اطلاع بذریعہ ٹیلی فون انھوں نے مجھ کو خود دی ہے اور بعض دیگر اشخاص سے بھی اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔ رب العالمین توفیق خیر سے نوازے۔ (آمین)

☆☆☆

# مولانا محمد مستقیم بن حبیب الرحمٰن مدنی

ساکن کٹیا ضلع دھنوشا

(ولادت: ۱۶؍جولائی ۱۹۶۹ء)

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

نیپال کے پردیش نمبر ۲ میں واقع ضلع دھنوشا کئی اعتبار سے امتیازی شان کا حامل ہے۔ انھیں میں سے ایک امتیاز یہ ہے کہ اس میں بہت سے قابل ذکر افاضل گذرے ہیں اور اس وقت بھی ایسے ایسے ہونہار موجود و سرگرم عمل ہیں، جو تعلیم و دعوت اور تبلیغ و اصلاح کے میدان میں اپنے بہترین نقش قائم کر رہے ہیں، انھیں نمایاں جیالوں میں ایک نام مولانا محمد مستقیم مدنی سلمہ کا بھی ہے جو اپنی شاندار کارکردگی کے لئے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ایک سنجیدہ فکر، فعال و سرگرم و خاموش قسم کے مرد مجاہد و داعی ہیں۔ البتہ ان کا کام بولتا ہے جس سے وہ ملک گیر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد یکے بعد دیگرے مدرسہ محمدیہ دیودھا، المعہد الاسلامی امگاؤں و مدرسہ محمدیہ رہیکا پھر مشہور تعلیمی ادارے جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو سے استفادہ کیا۔ آخر میں جامعہ سلفیہ جنکپور دھام سے ۱۹۸۸ء میں فراغت حاصل کی۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ الجامع الصحیح للبخاری کا درس کس سے لیا جس کی علماء کے یہاں خاص اہمیت ہے۔ اور کسی عالم دین کا تذکرہ و ترجمہ اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک اس کا ذکر نہ آجائے۔

موصوف کی قسمت کا ستارہ بلند ہوا تو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ مل گیا جہاں آپ نے وہاں کے شیوخ سے کسب فیض کر کے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

آپ ۲۰۰۳ء میں باقاعدہ نیپال آکر میدان دعوت وتعلیم میں قیادی رول ادا کرنا شروع کیا۔آپ کے کارناموں وسرگرمیوں کا مختصر خاکہ کچھ اس طرح ہے:

جمعیۃ المنھل کی آپ نے بنیاد رکھی پھر اسی کی ماتحتی میں ۲۰۰۰ء میں مدرسۃ الامام مسلم جاری کیا لیکن صرف ایک دہائی خدمت انجام دے کر کسی وجہ سے وہ بند ہو گیا۔

اسی ۲۰۰۰ء میں مدرسہ فاطمۃ الزہراء کا قیام عمل میں لائے جس میں ابتدائیہ سے فضیلت تک تعلیم ہو رہی ہے۔اس منھل سے دوسواسی طالبات فی الحال سیرابی حاصل کر رہی ہیں۔میں نے اس ادارے کی ایک مرتبہ جدوکوہا کے ایک جلسہ سے واپس لوٹتے ہوئے زیارت کی ہے۔

آپ کی خدمات کا دائرہ متنوع ووسیع ہے۔آپ کے اس منھل کی زیرنگرانی جگہ بجگہ دعاۃ ومدرسین بھی خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کی قلمی خدمات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔اب تک اردو، عربی، نیپالی میں (۸) تالیفات وکتابچوں کو مرتب کر کے طبع کرا چکے ہیں یا زیر طبع ہیں۔

سوشل میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر، ایف ـ ایم کے ذریعہ دعوتی نشریات کا بڑا نمایاں کام کر رہے ہیں۔مختلف علماء دین کی خدمات حاصل کر کے دینی موضوعات پر ان کے بیانات نشر کرتے رہتے ہیں، کبھی کبھی سوشل میڈیا پر مجھے بھی اس سے واقفیت ہوتی ہے۔اسی طرح استفسارات کے جوابات بھی آپ نہایت مدلل لکھ کر نشر کرتے ہیں۔اس سے جہاں عوام الناس کو صحیح مسائل کی معرفت ہوتی ہیں۔وہیں غلط خیالات وغلط فقہی آراء واقوال سے آگاہی ملتی ہے۔

غرضیکہ آپ کا کام قابل تحسین ہے اور اس وقت کے کاروانِ دعوت وتعلیم میں آپ کا رول بہت شاندار ہے۔اللہ رب العالمین مزید توفیق بخشے۔

☆☆☆

# حافظ منظور احمد مدنی سلمہ اللہ

(ولادت:۲/۲/۱۹۷۷ء)

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان

ہم رنگ گل رعنا وگل شہلا وگیندا وگلاب، لالہ صحرائی جیسی یکتائی، سمندر کی گہرائی، کوہ کی خاموشی، باد بہاری جیسا روح پرور، شاہین بیاباں، شوکت دریائی، صاحب بصیرت وبصارت، خزینہ معرفت وحکمت، جوہر دانائی، نازش سخاوت وشجاعت، پیکر تہذیب وشرافت، نگہبان صداقت، قبائے نور ولطافت، صاحب القلم واللسان عزیز گرامی حافظ منظور احمد مدنی سلمہ تنہا ایک انجمن ایک تحریک ہیں۔

اپنے گاؤں بھکراہا ضلع سرہا سے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا، ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدرسہ مخزن العلوم السّلفیہ رمول، سرہا سے ثانویہ کی تعلیم مکمل کی وبعدہ ملک کا معروف ومشہور ادارہ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر کا رخ کیا اور مختلف مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے رہے، راقم حروف، خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی، مولانا مختار احمد مدنی، مولانا صبغت اللہ مدنی، مفتی عبدالحنان فیضی، مولانا عبدالرشید مدنی، مولانا سلیم الدین مدنی موصوف کے خاص اساتذہ میں سے ہیں، یہاں عالمیت مکمل کرنے کے بعد ترائی نیپال سے متصل ایک معروف سلفی ادارہ مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ مدھوبنی بہار تشریف لے گئے اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے، پھر دل میں حفظ قرآن کی تڑپ وولولہ نے انگڑائی لی اور اسی شوق وتڑپ میں ڈوبے ہوئے لکھنو کا ایک معروف محلہ مولوی گنج میں واقع مدرسہ تعلیم الفرقان میں داخلہ کے غرض سے نکلے اور یہیں قاری نسیم گیاوی، قاری عبدالرزاق لکھنوی اور قاری عبدالخالق لکھنوی کی نگرانی

میں رہ کر محض چھ ماہ کے قلیل عرصے میں مکمل قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کرلیا، اور حافظ کی ممتاز صفت سے متصف ہوئے نیز آپ نے دنیا کی مشہور ومعروف یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے کلیۃ الحدیث میں لیسانس اور پھر ماجستر کی ڈگری حاصل کی۔آپ ہمیشہ ممتاز طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔

پہلی سیڑھی پر قدم رکھ، آخری سیڑھی پر آنکھ
منزلوں کی جستجو میں رائیگاں کوئی پل نہ ہو

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق ایام طالب علمی ہی سے آپ نے اپنا رنگ جمانا شروع کردیا۔ بڑے کام کا پلان تیار کیا۔"مرکز البینۃ" کے نام سے ایک تعلیمی، دعوتی اور رفاہی سنٹر کا اعلان کردیا اور بالفعل ضلع سرہا میں قومی شاہراہ پر واقع مرچیا کے اندر ایک قطعہ زمین خرید کر چند کمروں پر مشتمل ایک عمارت اور ایک مسجد تعمیر کرادی ۲۰۰۹ء مطابق ۱۴۲۹ھ میں اس کی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔سب سے پہلے خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ پر عمل کرتے ہوئے حفظ وتجوید کا مدرسہ شروع کرادیا جس میں ایک حافظ اور پچیس بچے حفظ کرنے لگے۔

دعوت سلفیت کو عام کرنے، عوام الناس میں اسلامی شعور بیدار کرنے اور اسلام کا حقیقی پیغام دینے کے لئے مرکز البینۃ نام کی مناسبت سے ایک ماہنامہ البینۃ کے نام سے اجراء کردیا۔یہ ماہنامہ پوری آب وتاب کے ساتھ ہر ماہ شائع ہونے لگا۔اس ماہنامہ کی کرنوں سے مشرقی نیپال میں روشنی پھیلنے لگی ظلمت شب کافور ہونے لگی اس کے محتویات متنوع رنگ کے ہوتے تھے۔

اس پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ صحافت کے باب میں اس پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔

اسی مرکز کے تحت الجامعۃ الرحمانیہ کا قیام بھی عمل میں آیا جس میں ازادنی تا عالمیت

تعلیم ہورہی ہے [1] نوجوان باصلاحیت اساتذہ کی ایک اچھی ٹیم سرگرم عمل ہے ان سب کی سرپرستی بزرگ عالم دین مولانا عزیز الرب صاحب فیضی فرمار ہے ہیں موصوف ایک کہنہ مشق ، تجربہ کار، باصلاحیت مدرس ومفتی اور صاحب قلم ہیں۔

حافظ منظور سلمہ نے دعوت دین کو فروغ دینے کیلئے کئی ایک سیمینار و پروگرام منعقد کیا ہے، مثلاً اصلاح معاشرہ میں مساجد کا کردار، دعوت وصحافت مسائل اور حل ۔ اس میں ملک اور بیرون ملک کے مقتدر علماء و دعاۃ اور سماجی وملی کارکنان تشریف لائے تھے، ثناء اللہ صادق مترجم مسجد الحرام، ڈاکٹر عبدالغنی القوفی ، کے علاوہ سعودی کے بعض علمی مشائخ رونق اسٹیج تھے۔ ’معاشرہ کی اصلاح وترقی میں مساجد کا کردار‘ یہ ایک مہتم بالشان سیمینار تھا جس میں اصحاب فضیلہ وباوقار اور چوٹی کے علماء ومشائخ مثلا فضیلۃ الشیخ عبدالمنان سلفی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ، راقم الحروف خورشید احمد سلفی، شیخ پرویز یعقوب مدنی، شیخ نسیم احمد مدنی، ڈاکٹر بدرالزماں مدنی وغیرہم کے علاوہ نیپال کے حکومتی ،سماجی اور سیاسی کارکنان بھی شامل تھے، اور اس سیمینار میں نیپالی زبان میں ایک مجلہ ’’شبھ اپدیش‘‘ کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی مرکز کے اشراف میں متعدد سیمینار اور سمپوزیم ہوتے رہے ہیں۔

دیوار ٹھہرتی کوئی کیا اس کے مقابل
ایک دشت ابد گیر کا سودا تھا جو سر میں

---

[1] اس جامعہ کے نام کے حوالے سے یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ بارہا میرا وہاں جانا ہوا تو بعض ذمہ دار اساتذہ نے مرکز کے تحت شعبہ عربی کے قیام کا مژدہ سنایا میں نے کہا کس نام سے؟ کہا کوئی نام نہیں ہے، میں نے کہا کوئی نہ کوئی نام تو ہونا چاہئے چنانچہ میں نے اس کا نام جامعہ رحمانیہ تجویز کردیا۔ عزیزم حافظ صاحب سلمہ اللہ میری باتوں اور مشوروں پر اکثر توجہ دیتے ہیں چنانچہ جب سعودیہ میں ان تک یہ تجویز پہونچی تو انھوں نے اس پر صاد کرتے ہوئے مہر تصدیق ثبت کردی۔

وا کر کے دلوں بیچ نئے دہر و دریچے
کہنا تھا کہ مت قید رہو شام و سحر میں

دھن تھی کہ زمانے کی نگاہوں میں بسا دے
کچھ خواب لیے پھرتا تھا وہ دیدۂ تر میں

اللہ نے کیا عشق عطا اس کو کیا تھا
رہتا تھا ہر اک آن وہ آقا کی نظر میں

اس جیسا کوئی صاحب اعجاز کہاں ہے
لے جائے جو احساس کو دنیائے دگر میں

اس کے علاوہ موصوف سلمہ کی ایک درجن سے زائد تصانیف اور کتابچے ہیں جن میں ”حجاب شرعی، اسلام، آداب واحکام، کتاب التوحید، صفۃ الصلاۃ، رمضان کریم میں رسول کریم ﷺ کا روزہ، صفۃ الحج والعمرۃ“ قابل ذکر ہیں۔

یوں تو اس وادی میں اوروں نے بھی کاشت کی کوشش کی اور صحرانوردی کی لذت آشنائی کا سودا کیا لیکن بقول شاعر

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

منظور سلمہ کی آوازِ اذان پر دیوانے لپک پڑے دیکھتے دیکھتے ایک بڑی جماعت بن گئی، یہ ان کے اخلاص، جذبۂ دعوت اور شوق اصلاح کی کشش تھی۔ اور ان کی علماء نوازی وطلبۂ علوم نبوت کی قدردانی، نومسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے صحراء میں بہار کی نکھار پیدا ہوئی۔

منعم بکوہ ودست بیاباں غریب نیست ہر جا کہ رفت خیمہ زدو بارگاہ ساخت

عزیز موصوف کی دعوت کے اثرات نومسلموں اور پہاڑی مقامات میں محسوس کئے جا رہے ہیں، آپ سے دعوت واصلاح کے مشن کو بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ الہ العالمین آپ کے گلشن علمی کو شاد وآباد رکھے۔ انبتها الله نباتا حسنا.

# ڈاکٹر محمد اورنگ زیب تیمی

(ولادت 1983ء)

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھکو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

شاہین صفت، خوددار، غیرت مند، جری و بہادر، حق گو وحق شناس اور حق پسند بے باک اور بے لوث جوان اور ابھرتا ہوا متحرک، فعال اور نشیط داعی ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی آبائی وطن سارسر، سپتری سے شروع کیا، ثانویہ کی تعلیم جامعہ اصلاحیہ، کسہا، سپتری سے مکمل کرنے کے بعد اعلی اور معیاری تعلیم حاصل کرنے کیلئے عالمی شہرت یافتہ علم وآگہی کا معدن ومنبع جامعہ امام ابن تیمیہ، چندن بارہ، مشرقی چمپارن، بہار کا رخ کیا جہاں کہنہ مشق مدرسین اور چوٹی کے علماء مولانا کفایت اللہ کیفی مدنی، مولانا خورشید عالم مدنی، ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی، مولانا ابوالقیس مدنی، مولانا نورالاسلام مدنی، مولانا امان اللہ فیضی جیسی نابغہ روزگار شخصیتوں سے کسب فیض کیا۔ جامعہ امام ابن تیمیہ سے فراغت کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبۂ عربی سے گریجویشن، ماسٹر اور پی.ایچ.ڈی.کیا۔

۲۰۱۶ء میں اپنی تمام تر تعلیمی مشغولیات سے فراغت کے بعد اپنے وطن مالوف، نیپال تشریف لے آئے۔

مٹایا قیصرِ وکسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

موصوف زمانہ طالب علمی ہی سے، تعلیم، دعوت، درس وتدریس، خطبہ، جلسے، سمینار، سمپوزیم اور

کانفرنس وغیرہ میں شرکت سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔دہلی کے اندر ph.D کے ایام میں جوگا بائی کی ایک مقامی مسجد میں مسلسل درس قرآن دیتے رہے، جامعہ ملیہ میں علامہ اقبال ہاسٹل میں واقع مسجد میں کئی سالوں تک درس حدیث دیتے رہے۔ہندونیپال کے اہل حدیث مدارس جامعات سے فارغ التحصیل طلبہ کی جمعیت کا تین سال تک صدر کے منصب پر فائز رہے اور دعوت اہل حدیث کوفروغ دیتے رہے،اسی دوران مجلّہ البینہ نیپال کی ادارت متنوع مضامین کی حصولیابی ،مختلف سمینار کا انعقاد،جلسوں کا قیام اور مرکز البینہ الاسلامی کی تعلیمی اور دعوتی ذمہ داریوں کی انجام دہی اور جامعہ رحمانیہ،مرچیا میں فریضہ درس وتدریس کی ادائیگی آپ کی دینی اور دعوتی خدمات کا حصہ ہیں۔اس وقت آپ مرکز البینہ کے نائب رئیس اور مجلّہ البینہ کے مدیر مسئول ہیں اور امید کہ آئندہ آپ کی شخصیت میدان دعوت وتعلیم اور دیگر انسانی خدمات کے مجال میں نمایاں اور کلیدی رول ادا کرتی رہے گی۔رب کریم سے دعا ہے کہ

جوانوں کو مری آہِ سحر دے — پھر ان شاہیں بچوں کو بال وپر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے — مرا نور بصیرت عام کر دے

☆☆☆

# مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدنی

(ولادت: وفات: ۲/۱۱/۲۰۱۴ء)

ساکن بیلہا ضلع سرہانیپال

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک راسقف بشکافیم وطرح نو دراندازیم

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بی اے کا کورس کر کے واپس نیپال آئے اور مدرسہ عربیہ مخزن العلوم رمول سرہا کو اپنی تدریسی و دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر کام شروع کر دیا آپ کی وجہ سے ادارہ کو مزید قوت حاصل ہوئی، تعلیمی ماحول مزید نکھر گیا۔آپ نے حدیث ،فقہ،اور صرف ونحو کی مختلف کتابوں کا درس دے کر طلبہ کے ذہن کو سنوارا اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارا۔

مدرسہ عربیہ مخزن العلوم سرہا میں مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کا انتخابی اجلاس منعقد ہوا جس میں ارکان شوری نے آپ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا ،آپ کے دور نظامت میں جمعیت منظم و فعال ہوئی، اراکین وعہدایداران کا بھرپور تعاون حاصل کیا اور جمعیت جو گھٹنوں کے بل چل رہی تھی اب کھڑی ہو کر اپنے پاؤں کے بل چلنے لگی، جمعیت کا دفتر کرایہ کے مکان میں قائم کیا گیا،آپ نے اپنے بزرگوں ورفقاء کی مدد سے جمعیت کی منصوبہ بندی کی لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی ،گردے فیل ہو جانے کے سبب بتاریخ ۱۲/۱۱/۲۰۱۴ء کو عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔

موصوف بڑے متحمس صاحب بصیرت اور جری عالم دین تھے، آپ کے عہد مدرسی کے دور میں مدرسہ مخزن العلوم السّلفیہ میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں سعودی سفارتخانہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش سے فضیلۃ الشیخ احمد علی الرومی (الملحق الدینی) تشریف لائے، نیپال و ہند کے نامور خطباء شریک ہوئے، دو روز کانفرنس چلتی رہی سامعین و حاضرین کی ہزاروں کی تعداد تھی۔

رب العالمین آپ کی قبر کو نور سے بھردے اور جنت الفردوس کا مکین بنائے۔(آمین)

☆☆☆

## مولانا رضاء اللہ مدنی کلیان پور

(ولادت: ۲۳/۹/۱۹۶۰ء)

اولوالعزمان ہمت کام جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

پاک بیں، پاکباز، پاک نفس، بلند فکری علو ہمتی، روشن ضمیری کا پتلا مولانا رضاء اللہ صاحب مدنی موضع سارسر ضلع سبتری نیپال۔

تعلیم کی ابتداء گاؤں کے مکتب سے ہوئی مدرسہ فیض عام مئو سے عربی کی ابتدائی جماعتوں کی تعلیم حاصل کی پھر فراغت احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ماہر علوم اساتذہ وشیوخ تفسیر وحدیث سے استفادہ کرکے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

نیپال میں آپ کا بڑا روشن کارنامہ ہے آپ نے قومی شاہراہ پر لب سڑک کلیان پور میں جامعۃ الامام بخاری کی تاسیس وقیام اور عروج پر پہونچانے کا شرف حاصل کیا۔اس ادارے کی تعمیر وترقی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے اور ساری صلاحیتیں اس کے لئے وقف ہیں۔ آج اس میں عالمیت تک تعلیم ہورہی ہے ایک سو کے قریب طلبہ ہاسٹل میں مقیم رہتے ہیں۔

دے ولولۂ شوق جسے لذت پرواز
کرسکتا ہے وہ ذرہ مہ ومہر کو تاراج

جماعت اہل حدیث میں موصوف کو یہ شرف وسبقت حاصل ہے کہ آپ نے

قرآن کریم کے دو پاروں کا نیپالی ترجمہ شائع کرا کے مفت تقسیم کیا اور جب مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے نیپالی زبان میں ترجمہ قرآن کی تجویز آئی تو موصوف نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اپنے ذریعہ کرایا گیا ترجمہ اشاعت کے لئے پیش کر دیا۔اس سلسلہ میں کچھ روشنی گذشتہ صفحات میں آچکی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

موصوف مشرقی نیپال میں مرجع علماء وطلبہ ہیں، دینی رہنمائی، فتاوی اور دیگر دینی کاز میں آپ کو اونچا مقام واعتبار حاصل ہے۔

عقائد صحیحہ کی ترویج واشاعت توحید وسنت میں ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں، بے شک آپ کی خدمات قابل تعریف وتحسین ہیں۔آئندہ بھی رب العالمین اخلاق وہمت کے ساتھ مزید توفیق بخشے۔

☆☆☆

فصل ہفتم

# دعوتی اسفار

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل:۱۲۵)

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے۔

اللہ رب العالمین کی توفیق و مدد سے میں نے نیپال میں پہاڑی و میدانی علاقوں کا اس قدر تبلیغی دورہ کیا ہے کہ خود میرے شمار سے باہر ہے۔ رب العالمین قبول فرمائے۔ ان میں سے چند تبلیغی دوروں کو بروقت کاپی میں نوٹ کر لیا تھا ان میں سے بعض ماہنامہ السراج میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اب حالات کافی کچھ بدل چکے ہیں۔ لیکن عبرت کی خاطر انھیں شامل کر رہا ہوں۔ تا کہ آئندہ نسلیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ چونکہ یہ الگ الگ اوقات میں لکھے گئے ہیں اس لئے تکرار نظر آئے گا۔

## ایک پہاڑی سفر جو دعوتی مقصد سے کیا گیا

ملک نیپال ایک خالص ہندو اسٹیٹ ہے یہ ملک پہاڑ جنگلات اور میدانی علاقوں پر مشتمل ہے۔ دو حصہ پہاڑ و جنگلات اور ایک حصہ میدانی ہے۔ ہندوستان کی سرحد سے اندر کہیں بیس کلومیٹر تو کہیں پچیس کلومیٹر کہیں تیس کلومیٹر تک میدان ہے اس کے بعد جنگل اور پھر پہاڑ آجاتا ہے یہاں مسلمان اقلیت میں ہیں جو عقیدہ وفکر کے لحاظ سے اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے مسلمانوں کی دو شناختیں ہیں: پہاڑی اور مدھیشی۔ پہاڑی مسلمان وہ مسلمان ہیں جو پہاڑوں میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں ان کی زبان نیپالی (پہاڑی) ہے یہ رنگین یا کالی گول ٹوپی پہنتے ہیں جو مخصوص نیپالی طرز کی ہوتی ہے۔ ان کی عورتیں مخصوص نیپالی لباس زیب تن کرتی ہیں جو عجیب سا لگتا ہے ساڑی اور بلاوز ٹائپ کا

قمیص کمر میں چادر یا کوئی کپڑا لپیٹے رہتی ہیں عام طور سے سر کھلا رہتا ہے یہ لوگ پہاڑوں میں فقرو فاقہ کی زندگی گذارتے ہیں، عام طور سے تھوڑی کھیتی اور کچھ چوڑی بیچنے کا کام کرتے ہیں، مرغی بکری اور گائے کی بھی پرورش کرکے اپنی روزی چلاتے ہیں، ان مسلمانوں کی تعداد نسبتاً کم ہے یہ ضلع دانگ کے مختلف مقامات مثلاً جیٹا تھان، امروا، تلسی پور، دیوی کوٹ، بانگیا سال، کاسکوٹ، پھر ضلع ارگھا کھانچی کے گاؤں اور وہاں سے مشرق میں پھر آگے پوکھرا وغیرہ میں تھوڑی تھوڑی تعداد میں آباد ہیں کچھ باگلوم اور گورکھا وغیرہ میں آباد ہیں۔

دوسری قسم مدھیشی مسلمانوں کی ہے جو میدان میں آباد ہیں اور بیشتر کھیتی کا کام کرتے ہیں یہ لوگ ہندوستان سے ترک وطن کرکے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں۔

یوں تو نیپال میں دعوت وارشاد کا کام بہت کم ہوا ہے لیکن پہاڑی علاقوں میں تو صفر کے برابر ہے کبھی کبھی اللہ کے کچھ بندے ہمت کرکے پہاڑوں میں جا کر کچھ دعوت کا کام انجام دے دیا کرتے ہیں۔

میں نے اپنے احباب کے ساتھ وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر جا کر وعظ وارشاد کا فریضہ انجام دیا ہے اور اب بھی دیتا رہتا ہوں، چنانچہ مہینوں سے میری خواہش تھی کہ ضلع دانگ کے موضع دیوی کوٹ کا سفر کیا جائے لیکن بارش پھر میرے بعض اسفار کی وجہ سے یہ سفر ملتوی ہوتا رہا بالآخر ۲۳/دسمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات پروگرام بن ہی گیا۔ ۲۳/دسمبر دس بجے دن میں ہمارا قافلہ مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر سے روانہ ہوا۔ قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا، بذات خود راقم، شیخ عبدالمجید مدنی، شیخ فضل حق مدنی، شیخ انیس الرحمٰن مدنی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے احباب نے امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا میں نے رفقاء کے جذبات کی قدر کی۔ ساڑھے دس بجے بس کرشنا نگر سے روانہ ہوئی تھوڑی دیر کے لئے چنروٹہ ٹھہری جہاں پسنجروں نے چائے نوشی کی، پھر وہاں سے روانہ ہوئی تھوڑی دیر بعد جنگل ہمارے سامنے تھا اب بس جنگل میں ساکھو کے بلند درختوں کے سایہ سے گذر رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ آگیا اب

بس پہاڑ کے پر پیچ تنگ راستوں سے گذر رہی تھی اور پوری طاقت کے ساتھ بلندی کی طرف بڑھ رہی تھی، یہ راستہ اور یہ پہاڑیاں ہمارے لئے نئی نہیں تھیں انھیں راستوں سے ہم نے بارہا تبلیغی سفر کیا تھا۔ جنگلوں اور پہاڑوں کی خاموش فضاؤں میں بارہا نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا، بہرحال ہم مناظر قدرت کا مطالعہ کرتے ہوئے چھوٹے بڑے درختوں کو دیکھتے اور رنگ برنگ پھولوں سے اپنی آنکھوں کو اور ناکوں کو لطف اندوز کرتے ہوئے بڑھتے چلے گئے حتی کہ دریائے راپتی آگیا۔ یہ وہی دریا ہے جو ہندوستان کے ضلع گونڈہ سدھارتھ نگر سے گذرتے ہوئے گورکھپور چلا جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسی تباہی مچاتا ہے کہ ہزاروں لوگ بے گھر ہو جاتے ہیں کھیتیاں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں، اب ہم دریا کو پار کر چکے تھے ہمارے سامنے بھالو بانگ بازار تھا یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی بازار ہے جو بالکل دریائے راپتی کے کنارے دامن کوہ میں آباد ہے۔ یہیں ایک اہل حدیث مکتب ضیاء العلوم کے نام سے چل رہا ہے اور مولانا محمد احمد مدنی فی الحال درس وتدریس، دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہیں ایک چھوٹی سی اہل حدیث مسجد بھی ہے جو آج سے پانچ چھ سال قبل مولوی ابوالکلام سراجی کی کوششوں سے تعمیر ہوئی ہے لیکن نامکمل ہے صفائی اور مناروں کی تعمیر اشد ضروری ہے، یہ مسجد ومکتب جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کی شاخ ہیں حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی رحمہ اللہ نے تعمیر مسجد میں کبھی کچھ اینٹ کے ذریعہ مدد بھی فرمائی تھی۔ بہرحال یہ مسجد اور مدرسہ اہل خیر حضرات کو دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ والو! ادھر بھی دیکھو اور مجھے اس لائق بنادو کہ دور ہی سے مسافر مجھے دیکھ لیں انھیں بھٹکتے بھٹکتے مجھ تک نہ آنا پڑے۔

اب سلسلہ کوہ ختم ہو چکا تھا اور بس دو پہاڑوں کے درمیان میدانی علاقے سے گذر رہی تھی یہ علاقہ دیوکھر کہلاتا ہے یہاں تھارو قوم آباد ہے جو آج بھی تہذیب وتمدن سے ناآشنا ہے، بس موری گھاٹ رکی ہم کو بعض مسافروں نے بتلایا کہ موری گھاٹ آچکا ہے اب آپ لوگ اتر جائیں، چنانچہ ہم اترے اور راستہ معلوم کر کے شمال کی طرف روانہ ہو گئے ایک چھوٹی سی آبادی ملی جو غیر مسلموں کی تھی جس میں بیشتر تھارو عورتیں اور ایک آدھ پہاڑی عورتیں بھی نظر آئیں۔ ایک

نوجوان پہاڑن خاتون نے ہم سے سوال کیا ''ای انڈیا کی سواری ہو'' یعنی انڈیا سے تشریف لا رہے ہیں ہم نے کہا کرشنا نگر کی سواری ہو'' یعنی ہم کرشنا نگر سے آرہے ہیں، ہمارا لباس وضع قطع شکل وصورت دیکھ کر اس نے سمجھ لیا تھا کہ یہ انڈین لوگ ہیں اور شاید یہ بھی سمجھا ہو کہ یہ شریف اور معزز لوگ ہیں اس لئے تکریمی انداز میں سوال کیا تھا، اس خاتون کے سوال سے ہمیں خوشی ہوئی اور ہم نے محسوس کیا کہ کچھ پڑھی لکھی خاتون ہے، ورنہ اس انداز میں سوال نہ کرتی بہر حال ہم پیدل آگے بڑھتے رہے، نصف گھنٹہ بعد پہاڑی ہمارے بالکل سامنے تھی، اور چڑھائی شروع ہونے والی تھی رفقاء نے پیاس کی شدت محسوس کی اور بھوک کی بھی کیونکہ ہم لوگ صبح ناشتہ ہی کر کے گھروں سے نکلے تھے۔ چنانچہ پانی کے بارے میں معلومات کیا تو ایک بوڑھی پہاڑی خاتون جو گائے چرا رہی تھی بتلایا کہ پانی کھولے میں ہے اور قریب کے ایک نالے کی طرف اشارہ کیا اور پھر بتلایا کہ ''پانی رام روچھی نا'' یعنی پانی اچھا نہیں ہے پھر تھوڑی دور ایک نالے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہاں چلے جایئے تو اچھا پانی ملے گا دیگر چرواہوں نے بتلایا کہ اب پہاڑ میں پانی نہیں ملے گا جب تک کہ چوٹی پار نہیں کرلیں گے جس کھولے کی طرف ضعیفہ نے اشارہ کیا تھا ہم چند قدم چلے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ دور ہے آنے اور جانے میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا اور ہم کو دیر ہو جائے گی، اس لئے سوچا گیا کہ چلئے منزل پر پہونچ کر ہی کھانا پانی کھائیں پئیں گے۔ لیکن یہ سخت غلطی تھی اور پہاڑی سفر سے نا تجربہ کاری۔ بعد میں اس غلطی کا احساس ہوا اور تجربہ بھی۔ بہر حال ہم آگے بڑھے اب چھوٹی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اور سنت نبوی کی اتباع میں اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہے تھے جس قدر ہم آگے بڑھ رہے تھے، راستہ پر پیچ اور بلند ہوتا جا رہا تھا جگہ بجگہ لکڑی کاٹنے والے مرد وزن ملتے رہے کچھ دور جا کر ستانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھوڑی دیر ایک درخت کے سایہ میں آرام کیا گیا پھر آگے بڑھے۔ موسم کے لحاظ سے کمبل اور رضائی ساتھ لئے تھے جواب بوجھل محسوس ہو رہے تھے جنہیں پہاڑیوں کے طرز پر باندھ کر پیٹھ پر لٹکایا گیا چلتے بیٹھتے کئی کلومیٹر آگے اور بلندی پر گئے جب ہم مڑ کر نیچے دیکھتے تو وادی بالکل

ہمارے نیچے تھی اور لگتا تھا کہ جہاں سے چلے تھے وہیں کے وہیں ہیں دن کافی ڈھل چکا تھا اب پیاس اور بھوک شباب پر تھی ہمارے دوست شیخ عبدالمجید صاحب کا برا حال ہو رہا تھا اونچائی پر چڑھتے چڑھتے تھک کر چور ہو گئے وہ پتھروں پر چاروشانے چت پڑ جاتے اور کہتے آرام کرنے دیجئے میں ہمت دلاتا کہ گھبرائیے نہیں منزل قریب آرہی ہے۔ شیخ انیس الرحمٰن صاحب مدنی ہم سب میں نوجوان عمر ابھی تیس سال سے کم ہی ہیں اور ہمارے شاگرد بھی اسلئے ہمارا سامان اور شیخ عبدالمجید صاحب کا سامان اٹھا کر اپنی پشت پر لادلیا تھا میں ان کی محنت اور لادنے کی کیفیت دیکھ کر یہ شعر پڑھتا تھا

هذا الحمالُ لاحمالَ خيبرَ هذا ابرُّ، ربنا، واطهرُ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ باب معتمر النبی ﷺ)

شیخ فضل حق بھی اب تھک رہے تھے لیکن ان کی ہمت جوان تھی میں خود تھک کر چور ہو چکا تھا اور داہنے پیر کی رگ تن جاتی تھی کبھی کبھی پتھروں پر پیر رکھتے ہوئے داہنے ہاتھ کو گھٹنے پر رکھنا پڑتا لیکن میں امیر تھا اسلئے اپنی تھکان کا اظہار نہیں کرتا تھا بلکہ رفقاء کو ہمت دلاتا کہ چلئے ہمت سے کام لیجئے ہم دین کے راستے میں نکلے ہیں صحابہ کرام بھی پیدل سفر کرتے تھے ان کے پیروں میں آبلے پڑ جاتے تھے۔ اللہ ہم سے کچھ دین کا کام لے لے تو بہتر ہے، اب غروب قریب تھا مگر وادی نظر ہی آتی تھی ہاں یہ اور بات ہے کہ دھواں دھواں نظر آتا نالے بہت باریک دکھائی پڑتے تھے اور ہم ہزاروں فٹ بلندی پر پہنچ چکے تھے غروب آفتاب میں پندرہ بیس منٹ باقی رہے ہوں گے کہ شیخ عبدالمجید صاحب پھر نڈھال ہو کر لیٹ گئے اور کہنے لگے کہ کسی درخت کے نیچے رات بسر کرلیں میں نے کہا نہیں آگے کوئی آواز آرہی ہے ہمیں وہاں تک پہونچنا چاہئے وہاں سے کسی آبادی کا پتہ چلے گا پھر کوئی رائے قائم کی جائے گی، ہمارے تینوں ساتھی تھک کر بیٹھ چکے تھے شیخ انیس میں نسبتاً ہمت تھی لیکن کمبل اور رضائی شیخ عبدالمجید اپنے سرہانے رکھے ہوئے تھے وہ چاہتے تھے کہ شیخ اٹھیں تو ہم سامان اٹھائیں، مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ بالآخر میں اکیلے ہی

آگے بڑھا ساتھیوں سے کہا میں چلتا ہوں آگے پتہ لگا کر آپ لوگوں کو آواز دیتا ہوں۔ محترم شیخ فضل حق نے کہا کہ شام ہو چکی ہے اور پہاڑ وجنگل کا سفر ہے اکیلے نہ جائیں لیکن میں بڑھتا ہی گیا کچھ دور آگے جا کر ایک شخص سے ملاقات ہوئی ساتھ میں اس کی بیوی بھی تھی جو اپنے بچے کو پیٹھ پر لادے ہوئے تھی یہ دونوں گایوں کے ریوڑ کو چرا کر واپس چوٹی پر اپنے گھر لوٹ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ بھائی یہاں کہیں پانی ملے گا اس نے کہا نہیں میرے گھر پانی مل سکتا ہے میں نے کہا کہ کنویں یا نل کا ہے اس نے کہا نہیں کھولے کا ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دیا کہ آپ لوگ آجائیں ایک آدمی مل گئے ہیں ان کے گھر پانی مل جائے گا چنانچہ میں انتظار کرنے لگا میرے رفقاء میرے پاس آئے ہم ریوڑ کے پیچھے پیچھے اوپر کی طرف بڑھے اور ایک پیپل کے نیچے بیٹھ گئے، اتنے میں ایک بوڑھی خاتون دو لوٹا پانی بھر کر لائی ہم نے اپنے جھولے سے پارلے بسکٹ کی پیکٹ نکالی اور تمام ساتھیوں نے کھا کر پانی پیا، شیخ عبدالمجید نے کہا لایئے روٹی کھائی جائے سورج ڈوب چکا تھا اور اندھیرا بڑھ رہا تھا چنانچہ شیخ فضل حق نے اپنے جھولے سے روٹی اور آم لیٹ نکالا جسے سبھوں نے مل کر کھایا پھر بڑھیا کے یہاں سے دو لوٹا پانی اور مانگ کر پیا گیا۔ پانی کھولے کا تھا اسلئے نہایت سرد معلوم ہوتا تھا کہ فریج سے نکالا گیا ہے پیتے ہی مجھے ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا۔

تاریکی بڑھ رہی تھی اتنے میں ایک شخص آیا جو دیوی کوٹ کی طرف جا رہا تھا میں نے اس کے ساتھ چلنا مناسب خیال کیا شیخ عبدالمجید کا اصرار تھا کہ نہیں آج رات یہیں گذار لی جائے ، بڑھیا ہم کو سونے کے لئے جگہ دے گی، یہاں تین گھر پہاڑی لوہار آباد تھے ہم لوگوں کو چلتے ہوئے چار گھنٹہ سے اوپر ہو چکا تھا پوچھے جانے پر پتہ چلا کہ ابھی دیوی کوٹ ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے، میں نے کہا نہیں ہم منزل پر پہونچ کر آرام کریں گے میرے اصرار پر رفقاء اس اجنبی کے پیچھے ہو لئے اس شخص نے کہا چلئے میں آپ لوگوں کو مدرسہ میں پہونچا دوں گا، اب بالکل اندھیرا ہو چکا تھا ہم بڑی مشکل سے راستہ چل رہے تھے رات چاندنی تھی لیکن درختوں جھاڑیوں کی وجہ

سے بڑی پریشانی ہو رہی تھی کچھ دور جا کر اس شخص نے کہا کہ آپ لوگ مجھے سو روپے دیں اگر میں رہنمائی نہ کرتا تو آپ اس تنگ وتاریک راستے پر نہ چل پاتے ہم لوگوں نے کہا چلو منزل پر پہونچ کردیں گے یہ سن کر وہ شخص تیز تیز قدم آگے بڑھانے لگا اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی ہم کو چھوڑ کر آگے نکل گیا۔ دراصل یہ ایک شرابی شخص تھا اور شراب پینے کا خواہشمند تھا ہم لوگ ٹٹولتے ٹٹولتے آگے بڑھے تو ایک جھونپڑی ملی یہ شخص یہاں موجود تھا اور ہم لوگوں کو بلا کر بدتمیزی پر آمادہ ہو گیا اور پہاڑی زبان میں شراب والے سے کچھ باتیں کرنے لگا، ہم کو اندیشہ ہوا کہ اس کی نیت بد ہے چنانچہ ہم لوگ بیٹھ گئے، پھر جب وہ مے نوشی میں لگ گیا تو ہم لوگ روانہ ہو گئے سردی کافی بڑھ چکی تھی راستہ نا معلوم ایک جگہ پہونچ کر دیکھا تو دو طرف کو راستہ جا رہا ہے ہم لوگوں نے بائیں طرف کا راستہ لیا پھر جھاڑیوں میں بھٹکتے رہے، ہمارے احباب کہتے تھے کہ اب کہاں جائیں لائیے درخت کے نیچے رات بسر کرلیں، میں دل ہی دل میں نادم ہو رہا تھا کہ ان لوگوں کی بات مان کر بڑھیا کے یہاں رک گئے ہوتے تو اچھا ہوتا اسی عالم میں ایک جھونپڑی نیچے نظر آئی ہم لوگوں نے وہاں پہونچنا مناسب خیال کیا اور یہ سوچا گیا کہ کسی کا بھی گھر ہو چل کر رات گذارنے کی اجازت لی جائے قریب پہونچ کر آواز دی تو ایک جوان نکلا اس نے السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کہکر دلی خوشی کا اظہار کیا کہ یہ تو اپنے بھائی مل گئے اس نے کہا مولانا صاحب میں آپ کو پہچانتا ہوں جھنڈانگر میں آپ کو دیکھا ہے۔

بہر حال ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور یقین کامل ہو گیا وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً ☆ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ... الآية (الطلاق: ۲-۳)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

ہم نے گھڑی دیکھا تو سات بج چکے تھے اس نے آگ روشن کی اور پانی گرم کیا ہم نے وضوء کیا اور نماز کی ادائیگی میں لگ گئے ہم لوگوں نے انکار کیا کہ کھانا مت پکواؤ لیکن اس نے

اصرار کر کے کھانا تیار کرایا سبزی اور چاول کھا کر ہم لوگ سو گئے اور بار بار اللہ کا شکر ادا کرتے رہے کہ اس نے ہمیں اپنے بھائی کے گھر پہونچا دیا اس نوجوان کا نام سلیمان تھا صبح چائے نوشی کے بعد ہم لوگ اصل منزل دیوی کوٹ کی مسجد پر پہونچے دو ایک آدمیوں سے ملاقات ہوئی انھوں نے اپنی طرز پر ہماری ضیافت چائے سے کی پھر ایک بھائی جن کا نام شوکت علی ہے انھوں نے کھانا کھلایا اب جمعہ کا وقت ہو چکا تھا مصلی حضرات دور دور سے آچکے تھے اذان ہوئی میں نے سورہ ق کی روشنی میں خطبہ دیا اور توحید پر روشنی ڈالی پھر مناسب خیال کیا گیا کہ سرد رات ہے لوگوں کے مکانات دور دور منتشر ہیں رات میں جمع کرنا مشکل ہوگا اس لئے اسی وقت وعظ وتذکیر کا کام ہو جائے، چنانچہ مسجد سے باہر نکل کر دھوپ میں بیٹھے پہلے مولانا عبدالمجید صاحب نے نماز وضو کے طریقہ کو سمجھایا پھر شیخ فضل حق نے غسل کے آداب کو بتلایا اس کے بعد مولانا انیس الرحمٰن صاحب نے "اغتنم خمسا قبل خمس" (الحدیث) کی شرح کیا اب عصر کا وقت ہو چکا تھا ہم نے نماز ادا کی، رات میں مدرسہ کے ناظم محترم شوکت علی صاحب نے جو ڈھائی گھنٹہ چل کر مسجد آتے تھے نے ہماری ضیافت اپنی لڑکی کے یہاں کیا، موصوف مدرسہ کے ناظم ہیں اور نسبتاً خوشحال ہیں ان کا گھر کافی نیچے پڑتا ہے وہ مسجد ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ آپاتے ہیں کیونکہ گھر سے مسجد آنے میں ڈھائی گھنٹہ لگتا ہے عشاء بعد ان کی خواہش پر پھر خطاب کیا گیا میں نے "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین" کی روشنی میں کچھ باتیں بیان کیں شیخ عبدالمجید صاحب نے قبر کے حالات کو بیان کیا اور شیخ فضل حق نے اسلامی زندگی گذارنے پر زور دیا مولانا انیس صاحب نے نظم کے ذریعہ سامعین کو محظوظ کیا۔ صبح ہوئی بعد نماز فجر میں نے سورہ ملک پڑھ کر ترجمہ کیا اور شیخ عبدالمجید نے درس حدیث دیا۔ دس بجے غازی میاں کے یہاں کھانا کھا کر ہم واپس ہوئے اور پھر مسلسل پانچ گھنٹہ پیدل چل کر بلندی سے نیچے اترتے رہے اور واپسی میں سبحن الله سبحن الله ہماری زبانوں پر تھا۔

دیوی کوٹ ایک گاؤں ہے جہاں ہندو مسلم کی ملی جلی آبادی ہے یہاں پچیس گھر

مسلمان آباد ہیں لیکن یہ پچیس گھر ادھر ادھر نیچے اونچے بکھرے ہوئے ہیں مسجد کے قریب صرف چار پانچ گھر آباد ہیں جو تہذیب سے نا آشنا علم سے کورے اور دینوی جاہ وحشم سے محروم ہیں، البتہ یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں گو ان میں سے اکثر کو کلمہ تک یاد نہیں اسلامی آداب سے ناواقف لیکن چنگاری دل میں موجود ہے۔ یہاں کا یہ حال ہے کہ نام تک ہندوؤں جیسے ہیں ایک بچے کا نام پوچھا تو بتلایا کہ گوپال ہم نے کہا یہ ہندووانہ نام ہے اسے بدل کر غفران کرلو، ایک شخص سے اس کی بچیوں کا نام پوچھا ایک کا نام رزینہ دوسری کا نام لذین بتلایا، ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نام خلیفہ خاتون بتلایا مردوں کے نام اس طرح تھے، غازی میاں۔ کلومیاں شکر الدین، رمضان علی وغیرہ وغیرہ۔

میں نے پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کہاں سے آکر بسے ہیں اور آپ کا نسب کیا ہے تو شوکت صاحب کا جواب تھا کہ ہم لوگوں کو یہاں کئی پشت گذر چکے ہیں باپ دادا سے سنا ہے کہ ہم لوگ سید ہیں لکھنؤ پر جب انگریزوں کا حملہ ہوا تو نواب کے وفادار لوگ وہاں سے بھاگے اور آکر نیپال کی پہاڑیوں میں پناہ لیا۔ یہاں بھی ہندوؤں نے تنگ کیا کسی طرح ادھر ادھر چھپ چھپا کر بس گئے۔

یہاں جتنے مکانات ہیں سب کی دیواریں لکڑی اور چھاجن ہنکس کا ہے۔ کوئی گھر پختہ نہیں ہے کیونکہ اینٹ سریا سیمنٹ وہاں دستیاب نہیں، کسی طرف سے سواری کا کوئی راستہ نہیں، راستہ بس ایک پیدل کا ہے وہ بھی پانچ چھ گھنٹے کا۔ البتہ پہاڑی لوگ پتھروں اور پہاڑوں پر چلنے کے عادی ہیں اسلئے انھیں چار گھنٹے لگتے ہیں مسجد بھی ہنکس اور لکڑی کی ہے جو دومنزلہ ہے نیچے کا حصہ تقریباً چھ فٹ بلند ہے جس میں دس پانچ بچے پڑھتے ہیں، ایک مدرس کی تنخواہ مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر سے ملتی ہے اوپر مسجد ہے اس کی بھی بلندی چھ سات فٹ ہوگی۔ مدرسہ کا نام ضیاء العلوم ہے۔

یہ مقام دعاۃ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے مناسب ہے کہ علماء اور دعاۃ کے قافلے سال

میں کم از کم ایک دو مرتبہ پہونچیں تو کافی روشنی پھیلے گی۔

وہاں کے لوگ متحیر تھے کہ اس دشوار مقام پر ہم لوگ کیسے پہونچ گئے۔ ہمارے پہونچنے سے ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، ہم حیران تھے کہ یہاں کے لوگ زندگی کس طرح گذارتے ہیں یہاں نہ کوئی بازار ہے نہ روڈ ہے نہ پانی، یہ لوگ کھولے کا پانی پیتے ہیں اور آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ کی مسافت سے لاتے ہیں پورا گاؤں پہاڑ پر آباد ہے جگہ بالکل ناہموار دس بیس گز بھی جگہ مسطح وہموار نہیں ملے گی ایک گھر یہاں آباد ہے تو دوسرا گھر اس سے سوفٹ نیچے آباد ہے۔ تیسرا دوسوفٹ نیچے۔ عجیب زندگی ہے۔

بہر حال ہم رخصت ہورہے تھے ان کی نگاہیں سوال کررہی تھیں کہ اب کب تشریف لائیں گے، میں نے کہا ہمت نہیں ہارا ہوں آئندہ سال پھر آنے کی کوشش کرونگا، ان شاء اللہ۔

ہم لوٹ تو آئے مگر ان کی یاد دلوں میں قائم ہے ان کے یہاں تبلیغ ودعوت کی شدید ضرورت کا احساس ہے ان کے بچوں کو یہاں لاکر پڑھانے کی غایت درجہ ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہمیں آئندہ بھی وہاں پہونچ کر خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

# ایک پہاڑی سفر جوایک بد باطن مسلمان کی ریشہ دوانی کا شکار ہو گیا

نیپال کے ضلع دانگ میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک آبادی دیوی کوٹ کے نام سے معروف ہے یہاں ستائس گھر مسلمانوں کے بھی ہیں جبکہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے۔ گذشتہ سال دسمبر ۱۹۹۳ء میں ہم لوگوں نے وہاں کا تبلیغی سفر کیا تھا جس کی روئداد ڈائری میں درج ہے، امسال پھر ۲۴ر نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات وہاں کا سفر کیا گیا، رفقاء سفر میں مولانا عبدالمجید، مولانا محمد اسلم ومولانا انیس الرحمٰن صاحبان تھے۔ ہم جمعرات کی صبح دس بجے یہاں سے روانہ ہوئے کرشنا نگر سے چنزوٹا تک جیپ سے گئے پھر وہاں سے بذریعہ ٹرک لال مٹیا تک گئے، ہم لوگوں کو موری گھاٹ اترنا تھا لیکن عبدالکریم اور انور یہیں مل گئے۔ یہ دونوں پروگرام سے متعلق ضروری سامان مثلاً چاول، تیل، مصالحہ وغیرہ خریدنے لال مٹیا آئے تھے۔ دراصل میں نے دیوی کوٹ میں ایک جلسہ کا پروگرام بنایا تھا، وہ یوں تھا کہ تمام پہاڑی مردوزن کے کھانے کا انتظام کیا جائے اور انھیں رات میں نصیحت کی جائے یہ غریب مسلمان ہیں انھیں ایک وقت اچھا کھانا بھی مل جائے گا اور اسی کے سہارے سب اکٹھا ہو جائیں گے۔

بہر حال ان مذکورہ دونوں لڑکوں نے ہمیں ٹرک سے وہیں اتار لیا اور کہا کہ یہاں سے بھی ایک راستہ دیوی کوٹ کا ہے یہ راستہ موری گھاٹ والے سے کسی قدر آسان اور بہتر ہے کیونکہ راستہ میں دو جگہ پانی بھی ملے گا۔ چونکہ یہ دونوں وہیں کے رہنے والے ہیں اسلئے ان کے ہمراہ پیدل سفر شروع کیا کچھ دور پہاڑ چڑھ کر ہم سب لوگوں نے اپنے ساتھ کا کھانا پراٹھا اور آم لیٹ کھایا مولوی انیس الرحمٰن بکنی چٹنی بھی ساتھ لے گئے تھے اس سے کھانے میں بڑا مزہ آیا،

کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ جانب منزل بڑھے چڑھائی بڑی سخت اور اونچی تھی تھوڑی دور چل کر سانس پھولنے لگتی اور پیر بھر جاتا۔ بہر حال ہم لوگ تکبیر بلند کرتے ہوئے منزل بمنزل آخری چوٹی پر پہونچ گئے۔ وہاں پہونچ کر کسی قدر اطمینان ہوا وہاں ایک جگہ آبشار رواں تھا کسی بندہ نے ایک لکڑی میں نالی بنا کر اس جگہ فٹ کر دیا ہے اسی سے پانی آتا ہے۔ وہاں ہم لوگوں نے اپنی پیاس بجھائی اور چند منٹ آرام کر کے آگے بڑھے اب چڑھائی تو نہیں تھی البتہ چوٹی پر بھی نشیب وفراز تھا وہاں سے میدانی علاقہ جنگل سڑک، نالے دریائے راپتی سب نظر آرہے تھے اور یہ منظر بڑا دلفریب تھا۔ جنگل بالکل سمٹ گیا تھا۔ بڑے بڑے ساکھو کے درخت کیلے کے پودے کی طرح نظر آرہے تھے۔ چھوٹے درخت تو بالکل زمین سے چمٹے دکھائی پڑ رہے تھے سڑک کی چوڑائی ڈیڑھ دو فٹ معلوم ہو رہی تھی، تخمیناً ہم لوگ تین ہزار فٹ بلندی پر تھے، سورج ڈوب چکا تھا ہم لوگ تنگ وپر پیچ راستوں درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گذر رہے تھے چلتے چلتے دیوی کوٹ کے بعض بعض مکانات نظر آنے لگے، تھوڑی دیر بعد محمد انور کے گھر پہونچ گئے۔ ہم لوگوں کا خیال تھا کہ مسجد میں قیام کیا جائے لیکن انور کے اصرار پر ان کے گھر ہی قیام کیا گیا۔ وضوء کر کے آگ تاپی گئی پھر ظہر عصر مغرب عشاء کی نمازیں پڑھی گئیں۔ بعد ازاں اپنے ساتھ لے جایا گیا کھانا کھایا گیا اور پوال پر بچھے ہوئے بستر پر سو گئے۔

کھانا کھانے سے پیشتر یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ محمد شفیق نامی ایک مسلمان نے انور اور کریم کے والد یعنی غازی میاں کے خلاف تھانے میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ یہ لوگ گانجا کا کام کرتے ہیں نیز انور کے خلاف مزید کیس کیا ہے کہ اس نے مدرسہ کا تالا توڑ کر سامان لوٹ لیا ہے۔ پولیس آئی غازی میاں کو پکڑ لیا ہے ان کے گھر پانچ کلو گانجا برآمد ہوا ہے۔ البتہ انور کے گھر پر بھی چھاپا مارا لیکن کچھ نہیں ملا۔

مزید اس خبیث نے الزام لگایا ہے کہ انور کے گھر دیسی لوگ آتے ہیں اور گانجا لے جاتے ہیں اور اس وقت بھی چند لوگ (یعنی ہم لوگوں کی طرف اشارہ تھا) آئے ہوئے ہیں،

رات بھر پردھان وغیرہ نے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود، البتہ پردھان نے ہم لوگوں کے متعلق پولیس کے سامنے صفائی پیش کی کہ یہ لوگ مولانا ہیں سادھوسنت ہیں انھیں نشلی چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ پردھان کی ہم لوگوں نے تحسین کی۔ وہ آکر ہم لوگوں سے ملے بھی اور بہت دیر تک محمد شفیق کے رویہ پر افسوس کرتے رہے۔

صبح ہونے پر پتہ چلا کہ پولیس انور اور غازی میاں کو بھالو بانگ لے گئی جس پر بے حد افسوس ہوا، انور کی بیوی نے کھانا بنایا چاول اور مرغا کا گوشت کھا کر ہم لوگ واپس ہوئے کیونکہ رکنا بے سود تھا ماحول بالکل غمگین ہو گیا تھا اور اکثر لوگ گرفتار شدہ لوگوں کو چھڑانے کے لئے بھالو بانگ چلے آئے تھے۔

واپسی کے لئے ہم لوگوں نے دوسرا راستہ اپنایا جو زیادہ مشکل تھا لیکن اترنے میں کم وقت لگتا، چار بجے تک ہم لوگ روڈ پر آ گئے اور ایک ٹرک کے ذریعہ چنز وٹا آئے، پھر وہاں سے مدرسہ آ گئے۔ فالحمدللہ۔

یہاں پہونچ کر کریم الدین کے والد کے سلسلہ میں کچھ چندہ کیا گیا جس کو لے کر کریم الدین گئے ہیں لیکن اب تک کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

☆☆☆

# جامعہ کے ایک دعوتی وفد کا کوہستانی دورہ

## جو ایک المناک داستان ہے اور لمحہ فکریہ بھی

۵/ اکتوبر ۱۹۹۵ء مطابق ۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ بروز جمعرات ضلع دانگ نیپال کے دورے پر جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر کا ایک دعوتی وفد روانہ ہوا، جو راقم الحروف اور مولانا عبدالمجید مدنی و مولانا انیس الرحمٰن مدنی صاحبان پر مشتمل تھا۔

ضلع دانگ کے دورے کی خواہش کافی دنوں سے راقم کے دل میں تھی، لیکن اللہ سبحانہ کے حکم کے بغیر یہ عاجز رخت سفر کیوں باندھتا۔

اس دورے کا اصل محرک یہ ہوا کہ ضلع دانگ کے ورے ایک پہاڑی موضع ''اموا'' کے کریم بخش نامی ایک معمر شخص بارہا خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالروف صاحب رحمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں آکر اپنے گاؤں کے مکتب کی تعمیر میں امداد کی درخواست کرتے رہے چنانچہ مولانا موصوف نے مکتب کا معائنہ کرنے کے لئے مجھے مکلف فرمایا۔ درحقیقت یہ مکتب جامعہ سراج العلوم کی ایک شاخ ہے جس کے مدرس کی تنخواہ جامعہ ہی سے دی جاتی ہے اس طرح نیپال میں جامعہ سراج العلوم کی کل پچاس شاخیں ہیں۔

میں نے اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کا سامان پایا اور اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانا غنیمت سمجھا کہ اسی بہانے ایک کوردہ و پسماندہ علاقہ میں جاکر توحید و سنت کی آواز بلند کروں

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

مذکورہ بالا تاریخ میں وفد اللہ کا نام لیکر دعوت کے راستے میں نکل پڑا، کرشنا نگر سے

بذریعہ جیپ چنروٹا پہونچا، وہاں پہونچ کر ہماری خوشی اس وقت دوبالا ہوگئی جب مرکز الامام احمد بن حنبل الاسلامی تولہوا کے ایک وفد سے اچانک ملاقات ہوگئی جو مقصد وغایت میں ہم سے ہم آہنگ ملا یہ وفد مولانا عبدالرشید صاحب سلفی، مولانا محمد نسیم صاحب مدنی، اور ماسٹر محمد ادریس صاحب نیپالی پر مشتمل تھا، اب قافلہ چھ نفری ہوگیا، ہم سب نیپال گنج جانے والی ایک بس میں سوار ہوگئے۔بس روانہ ہوگئی، تو ہم نے سواری کی دعا پڑھی،''سبحا ن الذی سخر لنا هذا و مـا كـنـا لـه مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون'' چندمنٹ بعد جنگل پھر پہاڑ آ گیا،بس پوری طاقت کے ساتھ پہاڑی راستوں کو طے کر رہی تھی جو ہر آن بلند سے بلندتر ہوتا جارہا تھا، پہاڑی نشیب وفراز بلند وبالا چوٹیاں، درختوں اور پہاڑیوں کے درمیان جاری گہری ندی جیسے مناظر قدرت کا ہم مشاہدہ کررہے تھے، یہ پہاڑ جسے قدرت نے اپنی ایک نشانی ٹھہرایا ہے:۔

أَفَلَا يَـنـظُـرُونَ إِلَـى الْـإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ،وَإِلَى السَّمَاء كَيْفَ رُفِعَتْ ، وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ۔(الغاشية:١٧)

یعنی کیاان لوگوں (کفار) نے اونٹ کونہیں دیکھا کہ وہ کیسا پیدا کیا گیا ہےاور آسمان کو نہیں دیکھا کہ وہ کیسا بلند کیا گیا ہےاور پہاڑ کونہیں دیکھا کہ کیسا کھڑا کیا گیا ہے۔

غوروفکر کرنے والوں کے لئے اپنے اندر عجیب نشانیاں رکھتا ہے، قیامت کے دن یہ ریزہ ریزہ ہوکراڑے گا، کاش کہ شب وروز پہاڑ کا مشاہدہ کرنے والا شخص غور کر کے ہدایت یاب ہو۔

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ لگا ہوگا بس نیچے اتری اور دریائے راپتی کو عبور کرکے بھالو بانگ پہونچ گئی، تولہوا کا وفد اتر گیا، اسے دارالہدیٰ بھالو بانگ جانا تھا، ہم لوگ آگے بڑھے اب ہم دیوکھر کے علاقہ سے گذررہے تھے، جہاں نیپال کی تھاروقوم کے خاندان آباد ہیں، یہ زراعت پیشہ اور محنت کش مزدور ہیں۔ابھی تعلیم وتہذیب سے بہت دور ہیں، ان کے یہاں سرسوں اور دھان کی کاشت ہوتی ہے۔یہ بھینس گائے ومرغی وغیرہ پالنے کے شوقین ہیں، دیوکھر دور دراز

علاقوں کی کھیتیاں بھی انھیں کے مضبوط بازؤں کی مرہون منت ہیں مگر یہ اسلام کی روشنی سے اب تک محروم ہیں۔ان کی جہالت اور تہذیب سے بیگانگی کے سبب انھیں نظر انداز کیا جارہا ہے یہ بھی انسانی برادری کے ناتے ہماری توجہ کے بیحد مستحق ہیں۔

بھالوبانگ سے ۲۵؍کلو میٹر کا سفر طے کر کے ہم دیوکھر کے صدر مقام لمہی پہونچے، یہ آمدورفت کے لحاظ سے ایک مرکزی بازار ہے۔راج مارگ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ نیپال گنج، دانگ، سرکھیت وغیرہ اور پورے مغربی نیپال کے مسافر کاٹھمنڈو، پوکھرا، براٹ نگر، بیرگنج، کرشنانگر وغیرہ آتے جاتے یہیں سے گذرتے ہیں، نیز ایک قدیم راستہ گرہوا ہوتے ہوئے کوئلہ باسہ بھی گیا ہوا ہے، جوراج مارگ بننے سے پہلے تجارتی اعتبار سے کافی مشغول رہتا تھا یہی راستہ دانگ دیوکھر سے انڈیا کو جوڑتا تھا لیکن راج مارگ نے اس کو ماند کردیا، اب یہ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے پہلے بھی کچا تھا اب صرف مقامی یا پیادہ راہ گیر ہی اس سے گذرتے ہیں، گھوراہی کی طرف میں نے غالباً ۱۹۸۱ء میں سفر اسی راستے سے کیا تھا۔

لمہی پہونچ کر ہمیں شدید بھوک و پیاس لگی، کھانا ہمارے ساتھ تھا لیکن کوئی مناسب جگہ کھانے کے لئے نہ ملی کیونکہ نیپالیوں کے ہوٹلوں میں عام طور سے حرام چیزیں یعنی شراب وغیرہ پائی جاتی ہیں ابھی چندقدم جانب مغرب بڑھے تھے کہ ایک لوکل بس دانگ کے لئے آکر لگی اسلئے کھانے کا ارادہ بدل کر سوار ہونے کی کوشش کی مگر مسافرین کی کثرت سے گاڑی کھچاکھچ بھر گئی، حتی کہ کچھ لوگ لٹکے ہوئے تھے، بس روانہ ہوگئی ہم حسرت سے دیکھتے رہ گئے، سخت دھوپ میں پیاس کی شدت بڑھ گئی، کہ اتنے دیر میں دوسری بس بھی آگئی، اس بار ہم نے سوار ہونا طے کرلیا، پہاڑی وتھارو مرد وزن جھٹ پٹ بس میں گھس گئے، کسی طرح ہم بھی سوار تو ہوگئے لیکن سیٹ سے محروم، بس روانہ ہوئی چند فرلانگ بعد دوسرا پہاڑ آگیا، راستہ ناہموار اور کچا تھا، کوہستانی چوٹیوں کھائیوں، اور ندیوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے ۳؍بجے گھوڑاہی بس پارک پہنچ گئے۔ یہ بازار پہاڑ سے متصل ہی واقع ہے۔ یہاں جماعت اہل حدیث کے افراد غیر مسلموں کے درمیان

مصروف تجارت ہیں، اور بحمد اللہ بہتر حالت میں ہیں، لیکن اب بازار میں پہلی سی رونق نہیں، اس لئے کہ اب اندر پہاڑ سے لوگ کم آتے ہیں۔ آگے جاکر بھی بازار قائم ہو چکے ہیں۔ یہاں جماعت کی ایک مسجد ہے اور مدرسہ بھی (پرائمری) چل رہا ہے۔ دینی و جماعتی اعتبار سے پورے ضلع دانگ کا یہ مرکز ہے۔ اور خود ضلع انتظامیہ کا بھی یہ مرکز ہے، عبدالحمید عرف دھکل یہاں کے قابل ذکر جماعتی شخص ہیں۔

بس پارک پہونچ کر ہم نے مسجد اہل حدیث کا رخ کیا بس ہی میں ایک صاحب سے ملاقات ہوگئی تھی، جو متعارف تھے، ان کو ہم نے رہبر بنالیا، بدقسمتی سے وہ صاحب حجیت حدیث کے منکر تھے وہاں پہونچ کر ہم نے حافظ عبدالعلیم صاحب کی دوکان پر کھانا کھایا موصوف نے چائے سے ضیافت کی، مسجد میں جاکر ظہر وعصر کی نماز قصر ادا کی، پھر جناب عبدالحمید صاحب عرف دھکل کی دوکان پر پہونچے، موصوف کے بڑے بھائی صاحب کے اصرار پر چائے نوشی کی، اور عازم تلسی پور ہوگئے۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا بس روانہ ہوئی، رہبر صاحب حجیت حدیث کے منکر تو تھے ہی، ان سے بحث چھڑ گئی۔ راستہ بھر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا، قرآن کریم سے حدیث کی حجیت شرعیہ پر دلیلیں پیش کی گئیں مثلاً آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول نیز آیت ویعلمهم الکتاب والحکمة وغیرہ لیکن ان کی سمجھ میں بات نہ آئی۔

بیاں میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے

انھوں نے بھی کچھ جواب منکرین کی کتابوں سے رٹ رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں سات آٹھ سال کی تلاش و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ میں نے آخر میں کہا کہ اگر آپ حدیث سے بالکل بے نیام ہیں اور تمام مسائل کا حل قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں تو فرض کر لیجئے کہ آپ کا یا آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، دفن و کفن کی تمام تفصیلی مسائل ہمیں قرآن کریم سے بتائیں، وہ یہاں عاجز رہ گئے، اور کہنے لگے کہ صلاۃ المرسلین میں اس کا جواب ملے گا، اس سے پہلے بھی وہ اسی کتاب کا حوالہ دیتے تھے، میں نے کہا میں صلاۃ المرسلین نہیں جانتا کہ کون

سی کتاب ہے، آپ مجھے تفصیل بتائیں لیکن وہ چپ رہے۔ مولانا عبدالمجید صاحب نے انھیں بر وقت لقمہ دیا کہ یار جواب دے دو کہ ابھی یہ مسائل دریافت نہیں ہو پائے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

بحث کے دوران میرے ذہن میں آیت کریمہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء گردش کررہی تھی اسی طرح ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد بھی یاد آرہی تھی۔

اس وقت کا سفر گھوراہی سے ۲۳ رکلومیٹر کا راستہ طے کر کے ہم تلسی پور رات ۸ ربجے پہونچ گئے۔ ایک منکر سنت کو اپنا دلیل راہ بنانے پر ہم لوگ باہم سرگوشی کررہے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سفر ہجرت میں ایک کافر یعنی عبداللہ بن اریقط کو دلیل راہ بنایا تھا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اس لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

تلسی پور پہونچ کر اپنے جھنڈا نگر کے ایک دوکان دار عبدالحنان کی وساطت سے ان کے بھائی عبدالوکیل صاحب کے یہاں پہونچے جہاں موصوف نے خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا۔ اپنے مکان میں ہمارے قیام کا انتظام کیا۔ ہم نے چاہا کہ رات میں مجلس وعظ کا اہتمام ہوجائے لیکن بے وقت ہونے کا عذر کیا گیا۔ تلسی پور میں جماعت اہل حدیث کے چند ہی افراد ہیں، بمشکل کل چار پانچ ہی گھر ہوں گے، جو ہر لحاظ سے کمزور ہیں، یہاں صرف ایک مسجد دیوبندی حضرات کی ہے، اسی میں تمام لوگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، یہی وہ مسجد ہے جس کو نومبر ۱۹۹۲ء میں کچھ شرپسندوں نے نقصان پہونچایا تھا اور منارے کو منہدم کردیا تھا، اس واقعہ کو لے کر تلسی پور، گھوراہی، اور نیپال گنج میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیل گئی تھی۔ لیکن بروقت انتظامیہ کی چوکسی سے حالات کنٹرول میں آگئے تھے اور مزید کوئی ناخوشگوار واقعہ یہاں کے ممبر پارلمنٹ کھوم

بہادر کھڑکا کی توجہ سے نہیں ہوا۔ ان کی چوکسی سے فتنہ جلد فرو ہوگیا، اور نامزد مجرموں کو سزا ملی۔ آج بھی وہاں کے لوگ ان کے سیکولر کردار اور مسلم دوستی کے بڑے مداح ہیں، انھیں کی وجہ سے اس مذکورہ حلقہ کے اسّی فیصد ووٹر نیپالی کانگریس کی طرف ہیں، وہ اپنی عوامی مقبولیت صاف ستھرے ذہن کی وجہ سے خود پارٹی میں بھی بھاری بھرکم سیاسی شخصیت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ موصوف موجودہ حکومت میں وزارت داخلہ کے اہم منصب پر فائز ہیں، ملک کو ان جیسے صاف ستھرے ذہن و کردار کے سیاست دانوں کی ضرورت ہے۔

رات اپنے میزبان عبدالوکیل صاحب کے یہاں صلوٰۃ وطعام سے فراغت کے بعد بالخصوص ضلع دانگ اور تلسی پور میں آباد مسلمانوں کے حالات سے متعلق گفتگو ہوتی رہی، ہم نے ان کے مشورہ سے اگلا سفر پاپیادہ ہی طے کرنے کا ارادہ کیا۔ ہماری اگلی منزل ''باگر'' تھی۔ جو یہاں سے کل ۱۳رکلومیٹر کی دوری پر ہے۔ صبح نماز وچائے کے بعد ہم پیدل چل پڑے، راستہ کچا مگر گریولنگ تھا، یہ سہ نفری قافلہ چھوٹے بڑے ندی نالوں کو عبور کرتا ہوا اللہ کے راستہ میں بڑھ رہا تھا، دھان کی لہلہاتی شاندار فصلوں، ندی نالوں میں آب رواں اور سنگ ریزوں سے ٹکرا کر مترنم دھاروں، بقول ڈاکٹر اقبال

آتی ہے ندی جبین کوہ سے گاتی ہوئی — آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی
آئینہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسار حور — گر کے وادی کے چٹانوں پر یہ ہوجاتا ہے چور

سے دلوں کو عجیب سرور ملتا رہا اور دعوت اسلامی کے احساس سے مزید مسرت حاصل ہوتی رہی، جب ہم کسی راہ گیر سے پوچھتے کہ باگر ابھی کتنا دور ہے تو وہ کہتا آدھ گھنٹہ کا راستہ ہے۔ معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں مدت مسافت بتانے کا رواج ہے دوری نہیں۔ اب ہم بدقت تمام باگر پہونچے تو بھائی عبدالمتین اور بھائی عبدالماجد ہم سب کو خوش آمدید کہہ رہے تھے، ہم نے دونوں حضرات سے مقصد سفر بیان کیا، انھوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا، وہاں کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ اسلامی دعوت کے لئے یہاں بہتر مواقع

ہیں۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کی ضرورت کا احساس دلایا، طے پایا کہ جمعہ کی نماز وہیں پڑھی جائے۔ جمعہ کا وقت ہوا، اذان ہوئی، مولانا عبدالمجید صاحب مدنی نے عقیدہ وایمان کے موضوع پر موثر خطبہ دیا۔ اور مولانا انیس الرحمٰن صاحب نے امامت کرائی۔ راقم نے بعدہ نماز کی فضیلت پر خطاب کیا اور حاضرین کو نصیحت کی کہ آپ لوگ تاجر ہیں معاملات اور بیع وشراء میں اچھے نمونہ بنیں، تاکہ آپ کے حسن معاملات وحسن اخلاق سے غیر مسلم متاثر ہوں، میں نے انھیں یاد دلایا کہ بیشتر ممالک میں اسلام مسلم تجار ہی کے ذریعہ پہونچا ہے۔

"باگر" ایک چھوٹا سا بازار ہے جس میں دس پندرہ کی تعداد میں مسلم حضرات تجارتی کاروبار کر رہے ہیں اور سب کے سب دیسی ہیں اور ماشاء اللہ سب کے سب اہل حدیث ہیں لیکن افسوس ہے کہ اب تک وہاں مسجد کا وجود نہ ہوسکا، اور نہ مدرسہ کا۔ یہاں ایک مسجد اور ایک مدرسہ کی سخت حاجت ہے۔ نواح میں بھی خال خال چوڑی کا کاروبار کرنے والے مسلمان پائے جاتے ہیں۔ اس بازار کو تعلیم ودعوت کا سنٹر بنانا بہتر ہوگا۔

نماز ختم ہوئی عبدالمتین صاحب کے دسترخوان پر خوش ذائقہ کھانے سے آتش بھوک بجھ گئی۔ آگے سفر جنگل و پہاڑ کا تھا، عبدالمتین صاحب سے دلیل راہ بننے کی درخواست کی گئی۔ انھوں نے بخوشی اپنی دوکان بند کر کے رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ فجزاہ اللہ خیرا۔ موصوف کی رائے تھی کہ اگلا راستہ بھی پیدل طے کیا جائے۔ کیونکہ بس بھری ہوئی آئے گی۔ اور اتر کر پھر ایک گھنٹہ پیدل چلنا پڑے گا۔ لیکن مولانا عبدالمجید صاحب کا اصرار تھا کہ جہاں تک سواری ملے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ سڑک پر ہم بس کا انتظار کرنے لگے، لیکن بس کافی لیٹ تھی، اچانک دیکھا کہ تولہوا کا جو وفد "بھالوبانگ" گیا تھا وہ پیدل ہی چلا آرہا ہے۔ عندالملاقات معلوم ہوا کہ ایک گہرے نالے کو عبور کرتے ہوئے بس کا پٹہ ٹوٹ گیا بس اونچائی پر نہ چڑھ سکی اس قدر بھری تھی کہ اس کی چھت پر باون آدمی سوار تھے۔ میں نے کہا اللہ اکبر قسمت میں آج پیدل ہی چلنا لکھا ہے۔ مولانا انیس صاحب نے کیا برمحل شعر سنایا۔

مقدر میں جو سختی تھی وہ مرنے پر نہیں چھوٹی
قبر کھودی گئی نیچے تو پتھریلی زمین نکلی

بہر حال اب رہبر کو لے کر قافلہ سات نفری ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے، سڑک کو چھوڑ کر پگڈنڈی کو اپنایا، چھوٹے بڑے ندی نالوں کو جنھیں پہاڑی لوگ ''کھولہا'' کہتے ہیں پار کیا۔ پہاڑی لوگ ہم لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتے۔ اس ماحول میں کرتا پائجامہ اور پٹھانی سوٹ عجیب لگ رہا تھا، اب جنگل آ گیا، رہبر نہ ہوتے تو سفر دشوار سے دشوار تر ہو جاتا۔ ایک جگہ راستہ بھٹکتے بھٹکتے بچے، آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ چرواہے اپنے اپنے ریوڑوں کو لے کر گھر لوٹ رہے تھے لیکن راہ حق کے یہ مسافر جذبۂ تبلیغ سے ایک انجانے راستہ پر رواں دواں تھے۔ اندھیرا چھا جانے کی وجہ سے ایک پتھر سے مولانا عبدالرشید صاحب کا پیر زخمی ہو گیا۔ اب تیسرا پہاڑ آ گیا تھا ہم اس پر چڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کریم بخش صاحب کے گھر پہونچ گئے، یک بیک سات نفری قافلہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ ان کی پریشانی کی وجہ ان کی بے سروسامانی تھی۔ انھوں نے باہر فرش زمین پر کمبل بچھا دیا۔ ہم اس پر بیٹھ سیدھی کرنے لگے۔ مولانا عبدالرشید صاحب نے انھیں کھانے کا انتظام کرنے کے لئے پیسہ دیا۔ دو ایک لوگ گاؤں کے بھی آ گئے۔ ہم نے ان سے درخواست کی کہ لوگوں کو جمع کریں وعظ ہو گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ آبادی منتشر ہے کوئی نیچے ہے کوئی چوٹی پر ہے، ایسی صورت میں جمع کرنا بہت مشکل ہے، وہاں آبادی کی صورت یہ ہے کہ جہاں جس کا کھیت ہے وہیں وہ آباد ہے، ہم نے کہا قریب ترین لوگوں کو جمع کیا جائے۔ چار چھ جو آ جائیں بہتر ہے۔ چنانچہ پروگرام ہوا، مولانا محمد نسیم صاحب مدنی استاذ المعہد الاسلامی تولہوا نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ سورہ ملک کے پہلے رکوع کی تلاوت کی۔ بعد ازاں شیخ عبدالمجید صاحب استاذ جامعہ سراج العلوم نے ''اسلام میں طہارت'' کے موضوع پر خطاب کیا، جس میں سو کر اٹھنے سے لے کر وضوء، غسل وجنابت وغیرہ کے مسائل کو وضاحت کے ساتھ سمجھایا اس پر مجلس برخاست ہو گئی۔ کریم بخش صاحب نے اپنے گھر میں ہمارے سونے کا انتظام کیا۔ جو دو چھوٹے

چھوٹے چھپر کے گھروں پر مشتمل تھا۔ ایک میں پکاتے کھاتے ہیں، دوسرے میں رہائش اور گائے باندھتے ہیں۔ چولہے والے حصہ میں تین آدمی اور گائے والے حصہ میں ہم چار آدمی فرش خاک پر کمبل ڈال کر سو گئے۔ کریم بخش صاحب میاں بیوی کہیں اور چلے گئے، صبح بعد نماز فجر میں نے سورہ تکویر کا ترجمہ وتشریح کیا جس میں وقوع قیامت کی بڑی نشانیوں کو عصر حاضر کی سائنسی انکشافات کے ذریعہ ثابت کیا۔ پھر پروگرام بنا کہ اب بستی میں آگے بڑھیں۔ چنانچہ پون گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم لوگ عبداللہ وعبدالمجید کے گھر ایک چوٹی پر پہونچے، پھر ان سب کو لے کر مغربی سمت نیچے اترے اور مدرسہ ضیاء العلوم پر آئے۔ چند حضرات وہاں پہلے سے جمع تھے ایک دو ہندو بھائی بھی شریک ہو گئے۔ ہم نے مدرسہ کا معائنہ کیا۔ یہ مدرسہ مٹی کی دیوار اور ٹین شیڈ کے ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس میں پچیس بچے اور ایک مدرس ہیں۔ ہمیں اس وقت بڑا افسوس ہوا جب یہ بتایا گیا کہ مدرسہ کی تعمیر میں تین ہزار سودی قرض ایک غیر مسلم سے لیا گیا ہے۔ ایک بزرگ نے کہا: بابو یہاں سب لوگ سودی قرضہ لاتے ہیں اور فصل پر ادا کر دیتے ہیں۔ ایک صاحب گویا ہوئے کہ یہاں کچھ مسلمان شراب بھی پیتے ہیں۔

اب وعظ وتذکیر کا سلسلہ شروع ہوا، میں نے سورہ کہف کی آخری آیات کی تلاوت کی اور توحید وشرک پر روشنی ڈالی، جس میں توحید کی اہمیت عبادت کا مقصد ومطلب نیز قبر پرستی کی مذمت کی گئی۔ شیخ عبدالمجید صاحب نے تعلیم کی اہمیت وضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں۔ اس سے آپ کی دنیا وآخرت دونوں سنوریں گے۔ پھر مولانا محمد نسیم نے ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ وغیرہ پر روشنی ڈالی اور مولانا انیس الرحمٰن نے عروج وزوال کے اسباب کو سمجھایا، آخر میں ماسٹر ادریس صاحب نے نیپالی زبان میں شرک وتوحید کو اچھے دلنشین انداز میں سمجھایا چونکہ وہ ان کی زبان میں تقریر کر رہے تھے اس لئے لوگ سراپا شوق تھے۔ آخر میں دعاء کے ساتھ مجلس ختم ہو گئی۔

رات ہی کی طرح اس وقت بھی امیر بخش صاحب کے یہاں کھانا کھایا گیا اور ان کا

شکریہ ادا کیا۔۱۲؍بجے ان حضرات نے ہمیں رخصت کیا۔ وہ ہم سے سوال کررہے تھے کہ ہمارے بچوں کی تعلیم وتربیت کا کیا انتظام کیا جارہا ہے، ہم نے انھیں ادھورا سا جواب دیا اور روانہ ہوگئے۔

اس بستی میں تیس مسلم گھر آباد ہیں۔ جو ادھر ادھر منتشر ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ عبداللہ ہیں جن کی تعلیم پرائمری کے درجہ چہارم یا پنجم تک ہے۔ سراج العلوم میں وہ پڑھ چکے ہیں، یہ لوگ پہاڑ پر معمولی کھیتی اور مرغی وبکری پالن کرکے گذر اوقات کرتے ہیں۔

ہم نے ان کے عقائد کے بارے میں محسوس کیا کہ وہ قبر پرستی کی لعنت سے آزاد ہوچکے ہیں۔ دراصل یہ ثمرہ ہے مولوی محمد ایوب صاحب کی دعوتی جدوجہد کا جو مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر کی طرف سے باگر میں مدرس تھے۔ اور اب وہیں مشغول تجارت ہیں۔

اس دورے میں انکشاف ہوا کہ راپتی انچل بطور خاص دانگ میں کئی ہزار ہندو نیپالی کرسچن ہوچکے ہیں۔ عیسائیوں نے اس علاقہ میں B.E.S. (بیک ورڈ ایجوکیشن سوسائٹی) کے نام سے ادارہ قائم کررکھا ہے جس کے تحت وہ اپنے مشن کو پھیلا رہے ہیں۔ نام تو پسماندہ طبقات کی تعلیم وتربیت اور خدمت خلق کا ہے لیکن اس کے پسِ پردہ عیسائیت کی تعلیم ہورہی ہے، عیسائی مبلغین گھر گھر جاکر کتابیں، پمفلٹ اور دوائیں تقسیم کرتے ہیں اور اس طرح جاہل وغریب عوام کو کرسچین بنارہے ہیں۔ ان کی سرگرمیاں ہندوؤں تک محدود نہیں بلکہ بذریعہ ڈاک مسلمانوں کے پاس بھی کتابچے بھیجتے رہتے ہیں۔ ہمیں بتلایا گیا کہ عیسائی مبلغین اپنا سامان خورد ونوش اپنی پیٹھ پر باندھ کر گھومتے ہیں اور شخصی ملاقاتیں کرتے ہیں۔ ایک عیسائی مبلغ کے بارے میں بتلایا گیا کہ اس نے ایک لڑکی سے شادی کی ہے اور اس کے باپ کو ایک خطیر رقم دی ہے۔ ان کا ایک گرجا گھر بھی گھوڑاہی یا تلسی پور میں تعمیر ہوگیا ہے، یہ بھی بتلایا گیا یہاں بہائیوں (قادیانیوں) کی سرگرمیاں بھی دیکھی گئی ہیں۔

اس پر مجھے کافی افسوس ہورہا تھا اور میں مسلم تنظیموں کی حالت ان کے مقاصد اور

اسلوب دعوت پر مغموم ہورہا تھا۔ ہماری مسلم تنظیمیں اپنے محدود فکر ونظر کے دائرہ میں گھوم رہی ہیں اور ساری انرجی اپنے تراشیدہ وخراشیدہ نظریہ کو تسلیم کرانے میں مصروف ہیں اپنے خانہ ساز نظریہ کو قائل کرانے میں اس قدر مصروف ہیں گویا کہ نئے سرے سے اسلام پیش کررہی ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اسلامی دعوت کی روح سے غافل اور قرآنی توحید سے جاہل، انبیائی اسلوب دعوت سے کوری ہیں۔ اہل حدیث ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کے یہاں اسلام اپنی اصلی شکل میں موجود ہے، ان کی دعوت میں اسلامی روح دعوت کے بلند مقاصد، انبیائی اسلوب اور نتھری توحید موجود ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس جماعت کے علماء خواب خرگوش میں مزے لے رہے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ ضرورت ہے کہ وہ دعوت ربانی جس کی دعوت قرآن کریم دے رہا ہے اور امامت کبریٰ جس کی صدا مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے لگائی تھی اس کو زندہ کیا جائے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا علم و جوش، سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی بصیرت، شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی عقابی نگاہ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی فراست اسلامی کو لے کر آگے بڑھا جائے تاکہ توحید کا غلغلہ بلند ہو، اتباع سنت کی بھینی بھینی ہواؤں سے گلشن مہک اٹھے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

☆☆☆

# حقہ کوٹ ضلع تنہو کا خوشگوار دعوتی سفر

نیپال میں مسلمان ایک مذہبی اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، اب تک ان کی قطعی تعداد معلوم نہ ہوسکی، ملک کے 75/اضلاع میں سے سوائے ایک ضلع غالباً رولپا کو چھوڑ کر ہر ضلع میں یہ آباد ہیں، حکومتی اعداد و شمار کے مطابق یہ چار فیصد ہیں، جب کہ غیر سرکاری تخمینے ساڑھے سات فیصد بتاتے ہیں بہر حال ان کی بیشتر آبادی میدانی وترائی علاقوں میں رہتی ہے ضلع کپل وستو، روپندیہی، بارا، پرسا، روتہٹ، دھنوشہ، سبتری، سنسری، میں یہ اپنا اچھا خاصہ وزن رکھتے ہیں، پہاڑی مقامات پر جگہ بہ جگہ تھوڑی تعداد میں ہیں، ضلع دانگ، ارگھا کھانچی، پالپا، گورکھا میں قابل ذکر وجود رکھتے ہیں۔

ضلع تنہو میں ایک مقام حقہ کوٹ ہے جہاں ستر مسلم گھرانے رہتے ہیں اتنی بڑی تعداد یکجا ہونے کی وجہ سے مقامی طور سے اس کو میاں گاؤں بھی کہتے ہیں۔ یہ گاؤں ہمالیائی سلسلہ کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر آباد ہے، مسلمان یہاں کب آئے اور کہاں سے آئے اس کا اندراج کسی مستند ریکارڈ میں نہیں ہے۔ البتہ وہاں کے بزرگوں کا اندازہ ہے کہ کم از کم ڈھائی سو سالوں سے زائد عرصہ سے وہاں ان کا وجود ہے۔ ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ۱۸۱۲ء بکرمی کے آراضی ریکارڈ کاغذات میں بارہ مسلمانوں کا نام درج ہے اسی طرح وہاں کی اوپر والی مسجد کے بابت بھی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سو سال سے اوپر کی تعمیر شدہ ہے۔

موضع مذکور کے مندرجہ ذیل طلبہ ہمارے جامعہ میں کئی سالوں سے زیر تعلیم ہیں: (۱) منظور احمد (۲) عبدالرحیم (۳) عبدالحکیم، بہت دنوں سے ان کی خواہش تھی کہ اساتذہ جامعہ کو ایک بار اپنے گاؤں لے جائیں کہ وہاں دعوتی و اصلاحی پروگرام اور دعوت اہل حدیث کا تعارف

ہو نیز اس سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ اور جھوٹے پروپیگنڈہ کی حقیقت کھولی جائے، دین کے نام پر کی جانے والی بے دینی میلاد، فاتحہ، چہلم اور قبر پرستی کی شرعی حیثیت پر کتاب و سنت سے روشنی ڈالی جائے، لیکن بات آئی گئی اور مطابق فرمان ''لکل اجل کتاب'' (الرعد:۳۸) وکان امر الله قدرا مقدورا (الاحزاب۳۸) کے تحت اس کی باری سال رواں میں اس وقت آئی جب عزیزم منظور احمد بن محمد خلیل (طالب جماعت سادسہ) نے اصرار کیا، ساتھ ہی محترم ناظم اعلیٰ صاحب سے تحریری درخواست کر ڈالی، موصوف نے توجہ اور سنجیدگی سے اس کو لیا، درخواست دہندہ نے وہاں کی دینی حالت کی ایسی عکاسی کی تھی کہ از دل خیزد بر دل ریزد کے مطابق ناظم اعلیٰ محترم مولانا شمیم احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ نے منظور کر لیا، مارچ میں حقہ کوٹ سے بھائی عبد المجید صاحب تاریخ اور ضروری تفصیلات طے کرنے آئے چنانچہ ناظم اعلیٰ صاحب نے چند اساتذہ کی ایک نشست میں ۵/اپریل بروز منگل وہاں اجلاس عام کی تاریخ مقرر کی، چنانچہ کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر نورانی قافلہ اور ''جلسہ سیرت النبی ﷺ'' کے نام سے اشتہار شائع کرایا، جس میں راقم کی صدارت اور مولوی ابوالکلام فلاحی مدرس مدرسہ نور الاسلام رامپور پالپا کی نظامت کا اعلان تھا۔

جامعہ سے اساتذہ کی پوری ایک ٹیم کو جانا تھا، دعوت کی اہمیت اور مسلک سلف کی ترویج واشاعت کے مقصد سے محترم ناظم اعلیٰ رحفظہ اللہ نے پورے اخراجات سفر کی منظوری دی اور بخوشی جامعہ کی ۱۴ر سیٹوں والی نئی گاڑی سے وفد کو بھیجنے کی رضامندی ظاہر کی جس سے دعوت و تبلیغ بالخصوص پہاڑی علاقوں میں اصلاح و ارشاد سے ان کی دلچسپی جھلکتی ہے۔ چنانچہ ۴/اپریل کو مندرجہ ذیل اساتذہ جامعہ وطلبہ وبعض دعاۃ پر مشتمل یہ دعوتی قافلہ حقہ کوٹ ضلع تنہو کے لئے دن ۱۱ر بجے روانہ ہوا۔

(۱) راقم الحروف خورشید احمد سلفی (۲) مولانا مختار احمد مدنی صاحب (امیر قافلہ)
(۳) مولانا عبد الرشید صاحب مدنی (۴) مولانا عبد المجید صاحب مدنی (۵) مولانا عبد العزیز

صاحب مدنی (۶) مولانا فضل حق صاحب مدنی (۷) مولانا محمد اسلم صاحب مدنی (۸) مولانا شفیع اللہ صاحب مدنی (۹) مولانا انیس الرحمٰن صاحب مدنی (۱۰) مولانا عظیم الدین صاحب رضوی (داعی) (۱۱) عبدالکریم (نومسلم) (۱۲) عبدالرحیم (طالب جامعہ) (۱۳) علی حسین (طالب جامعہ) (۱۴) ایک نومسلم طالب علم، عبدالسلام گورنگ۔

قومی شاہراہ کے ذریعہ دو ڈھائی بجے ہم نرائن گڈھ پہنچے وہاں مدینہ ہوٹل میں کھانا کھایا گیا، آگے بڑھے تو مگلنگ میں عبداللہ ہوٹل کے مالک نے استقبال کیا، جہاں جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں ظہر وعصر کی نماز سے فارغ ہوکر عبداللہ ہوٹل کی علماء نوازی کا لطف اٹھایا گیا، فجزاہ اللہ خیر الجزاء، مگلنگ دو پہاڑوں کے درمیان پہاڑی ندی کے اوپر مشرقی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جہاں ترائی و پہاڑی مقامات سے کاٹھمانڈو کو جانے والی گاڑیاں گزرتی ہیں ایسی جگہ جہاں پر ہوٹلوں میں شراب وحرام ماکولات کا دور دورہ ہو کسی معقول مسلم ہوٹل کا ہونا بڑی نعمت ہے۔

چنزوٹہ سے لے کر مگلنگ تک شاہراہ کے کنارے جگہ بجگہ ایک خاص قسم کا جھنڈا نظر آیا، معلوم ہوا کہ یہ بدھشٹوں کا جھنڈا ہے انھوں نے اپنے شعار کی تشہیر کے خاطر لگا رکھا ہے۔ پہاڑی شاہراہ جنگلات اور پہاڑوں کے درمیان سے گذرتی ہے اس لئے اس کا منظر بڑا دلفریب تھا اور سفر میں بڑا لطف حاصل ہوا۔ ہم اور ہمارے احباب اپنے آقا ﷺ کے ارشادات کے مطابق چڑھائی پر اللہ اکبر اور وادی میں سبحان اللہ سے اپنی زبانوں کو تر کر رہے تھے۔

مگلنگ سے ہم نے کاٹھمانڈو کے راستے کو چھوڑ کر پوکھرا کا راستہ لیا، مگلنگ میں دو ندیوں کا سنگم ہے اب ہم دوسری ندی کے کنارے کنارے چل رہے تھے کچھ دیر چھوٹے چھوٹے بازاروں اور آبادیوں کے درمیان سے گذر ہوا، بڑا دلربا منظر سرسبز وشاداب وادیاں، بل کھاتی ندیاں، کنار آبجو رآبادیاں، پہاڑوں پر زینہ کے مانند کھیتیاں، خالص پہاڑی و نیپالی تہذیب یعنی چست وتنگ لباس، عریاں بدن دوشیزائیں جینس وشرٹ میں، کہیں کہیں ہندنزاد

چہرے بھی جو کسب معاش کے لئے جا کر بسیرا کئے ہوئے ہیں۔

رات کے ۸ر بج چکے ہیں خیرینی ٹارنامی بازار میں ہم حیرانی کے عالم میں ایک دوسرے سے مشورہ اور صلاح کر رہے ہیں کہ اب کیا ہوگا، آگے کا سفر ہوگا کہ نہیں؟

بگڑی ہے ایسی بات کہ بنائے نہ بنے　　آفت پڑی ہے ایسی کہ ہٹائے نہ ہٹے

ایک صاحب نے خبر دیا کہ آگے گاڑی نہیں جاسکتی، سڑک بن رہی ہے اس پر بڑے بڑے پتھر پھیلا دیئے گئے ہیں، ابھی راستہ ۳۵ رکلومیٹر طے کرنا ہے، شیخ عبدالعزیز صاحب بولے سفر منقطع کیجئے، چلئے واپس چلئے، میری رائے تھی کہ سیدھے پوکھرا چلا جائے، کچھ احباب کی رائے تھی کہ یہاں مسجد موجود ہونے کی جانکاری مل رہی ہے اس لئے اس میں قیام کرلیا جائے، مسجد اہل بدعت کی ہے وہ اہل حدیثوں کو قیام کی اجازت نہیں دیں گے، ایک غیر مسلم شخص نے قریب آکر ہماری باتیں سنیں اس نے ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ ابھی میں کل آیا ہوں گو کہ سڑک پر پتھر بکھرے ہیں لیکن کنارے سے راستہ جانے کے قابل ہے، سنبھال کر گاڑی نکال سکتے ہیں وہ بار بار یہی کہے جا رہا تھا کہ آپ لوگ جایئے بے جھجک جایئے کچھ دوسرے کہہ رہے تھے کہ بالکل جانے کے لائق نہیں ہے آپ لوگ راستہ میں پھنس جائیں گے، آخری رائے امیر قافلہ کی اس پر ٹھہری کہ سفر جاری رکھا جائے ''توکل علی اللہ'' آگے بڑھتے چلتے چلتے بھیمادنامی بازار آیا، وہاں پہری (پولیس) سے آگے کا حال معلوم کیا گیا تو انھوں نے مثبت مشورہ دیا، بہر حال ہمارا طالب علم عبدالرحیم بہت پریشان تھا جو ہماری رہنمائی کے لئے ساتھ تھا، اونچے پہاڑ کچا راستہ، اندھیری رات کے یہ مسافر بڑھتے رہے وہ جگہ بھی آئی جس کو ناقابل گذر بتایا گیا تھا، غیر مسلم پہاڑی شخص کی بات سچ تھی ہم آگے بڑھتے رہے، دس بجے حقہ کوٹ کے نوجوان آبادی سے باہر ہمارا استقبال کر رہے تھے، اب ہم اس جگہ پہونچ گئے تھے جسے جلسہ گاہ کے طور پر سجایا گیا تھا۔ اب عزیزم منظور احمد، عبدالمجید بھائی اور دیگر بہت سے نوجوانوں نے خوش آمدید کہہ کر اپنی بے انتہاء مسرتوں کا اظہار کیا۔

معلوم ہوا کہ اس پروگرام کو لے کر بعض اہل بدعت بہت پریشان تھے اور ایک طرح کی ہلچل تھی کہ اب تک یہاں صرف میلاد کی مجلسیں ہوتی تھیں اب جلسہ کس طرح ہوگا، خیرینی ٹارنامی بازار اور ضلع تنہو کے صدر مقام پر راستہ خراب ہونے کی جو بات کہی جارہی تھی ، دراصل اہل بدعت کی سازش تھی، انھوں نے وہاں منصوبہ کے تحت کچھ آدمیوں کو مقرر کردیا تھا کہ علماء کی گاڑی آئے تو ان کو اس قسم کی خبر سے گمراہ کرو، اور اہل حدیث دعوت کی اس کوشش کو ناکام بنادو، جو سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے ہونے جارہی ہے آہ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پھر معلوم ہوا کہ اس جلسہ کو فیل کرنے کے لئے یہاں میلاد کا انعقاد ہورہا ہے، ہم لوگوں نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، صبح ہوکر اہل بدعت کے سرغنہ کو بلوایا گیا، کچھ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اصل موضوع پر آئے، ہم لوگوں نے کہا یہاں ایک جلسہ ہورہا ہے، آپ کو دعوت دی جارہی ہے آپ اس میں تشریف لاکر کھانا تناول فرمائیں اور پروگرام میں شریک ہوں تو جواب ملا کہ ہم بھی ایک پروگرام کررہے ہیں آپ اس میں آئیں ہم لوگوں نے کہا اچھی بات ہے آپس میں افہام تفہیم کرلیں آپ ہمارے پروگرام میں شرکت کرلیں اور ہم آپ کے پروگرام میں شرکت کرلیں، انھوں نے کہا مناظرہ کرلیں ہم نے جواب دیا کہ مناظرہ سے کوئی فائدہ تو نہیں نکلے گا لیکن اگر آپ ضد کرتے ہیں تو وہ بھی ہوجائے گا آپ اپنے مولوی سے رائے لے لیجئے، پھر وہ نہیں پلٹے۔

دوپہر قریب ہوچکی تھی پوکھرا اور پالپا سے احباب آچکے تھے ہمارے میزبانوں نے پر تکلف ضیافت کا اہتمام کررکھا تھا، کھانے اور نماز ظہر سے فارغ ہوکر پروگرام کا آغاز ہوا، جامعہ سراج العلوم کے طالب علم محمد رضوان بن عبدالمنان (بیرگنج) نے تلاوت کا شرف حاصل کیا، حمد و نعت بالترتیب علی حسین اور مظفر علی نے پیش کیا، عزیزم منظور احمد نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، جس

میں حقہ کوٹ کی مختصر تاریخ بیان کی پھر اس جلسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، اس وقت کا منظر بڑا دیدنی تھا، جب کئی ہندو حضرات ایک ساتھ شریک پروگرام ہوئے اور دونوں ہاتھ جوڑ کر آداب بجالائے۔

صدارتی تقریر کے لئے راقم کو دعوت دی گئی میں نے ہندوؤں کی رعایت میں ﴿وما ارسلناک إلا رحمة للعالمین﴾ کی روشنی میں سیرت نبوی پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ہمارے نبی رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، آپ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت اور حیوانات و نباتات و جمادات بلکہ کل عالم کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے تھے، میرا بیان نصف گھنٹہ جاری رہا۔

اس کے بعد ایک ہندو بھائی کو دعوت دی گئی انھوں نے اس جلسہ کے انعقاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور ہمارے نبی ﷺ کی بابت اچھے خیالات ظاہر کیا پھر جلسہ کے کنوینر بھائی عبدالمجید صاحب نے ہندو بھائیوں کا سواگت (استقبال) کیا، پھر یکے بعد دیگرے مولانا مختار احمد صاحب مدنی، مولانا عبدالرشید صاحب مدنی، پوکھرا سے آئے ہوئے ایک عالم دین، عبدالکریم نومسلم اور مولانا عبدالمجید صاحب مدنی و مولانا انیس الرحمٰن صاحب مدنی و مولانا شفیع اللہ صاحب مدنی نے خطاب کیا، اناؤنسر مولانا ابوالکلام فلاحی صدر مدرس مدرسہ نوالہدیٰ اسلام پور، پالپا نے ہر تقریر کا خلاصہ نیپالی زبان میں پیش کیا۔ عصر کی نماز میں تاخیر ہو رہی تھی بنا بریں نماز و چائے نوشی کے لئے وقفہ رکھا گیا پھر احباب کی رائے ہوئی کہ اب بعد نماز عشاء پروگرام رکھا جائے، چنانچہ اس اعلان کے ساتھ اختتام کا اعلان کیا گیا۔

رات کھانے کے بعد پھر مجلس منعقد ہوئی، اب باری تھی مولانا عبدالرشید مدنی اور مولانا عظیم الدین رضوی کی ان حضرات نے بڑے سنجیدہ لب ولہجہ میں دین کی باتیں سمجھائیں اور سوال و جواب کے انداز میں بدعات کا پوسٹ مارٹم کیا۔ ۱۵/اپریل کی صبح مسجد میں درس قرآن راقم نے دیا تھا، ۱۶/اپریل کی صبح درس قرآن باری باری مولانا محمد اسلم مدنی اور مولانا فضل حق

صاحب مدنی نے دیا، جبکہ شیخ عبدالعزیز صاحب مدنی نے قیام گاہ ہی پر حاضرین کو فیض پہونچایا۔

اب ہم واپس روانگی کے لئے بالکل تیار تھے گاؤں کے عقیدت مند نوجوان اور بزرگ الوداع کہنے کے لئے اکٹھا ہو چکے تھے اس لئے کچھ دور پیدل چلنا مناسب لگا رام پور ضلع پالپا سے تشریف لائے بزرگوں نے اپنے یہاں بھی اس قسم کے پروگرام کی درخواست کی ان کو مناسب مشورہ دیا گیا۔

حقہ کوٹ سے وہاں کی خوشگوار یادوں اور پر خلوص محبتوں کا تحفہ لئے ہوئے واپس آئے، چنانچہ محمد خلیل صاحب اور ان کے اہل وعیال کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ دو رات ان کا گھر ہمارا مسکن رہا، قیام وطعام کے انتظام وانصرام میں سب ہمہ دم لگے رہے۔

حقہ کوٹ میں مسلم آبادی ۷۰ گھروں پر مشتمل ہوگی دعوت وارشاد کی سخت ضرورت ہے اور ایک معیاری اسلامی مکتب چلانے کی سخت حاجت ہے جس میں دینیات اردو کے ساتھ ساتھ سرکاری پرائمری کورس کی رعایت ہو۔ پہاڑوں کے اندر مسلمان جگہ جگہ بکھرے ہیں، دشوار گذار پر پیچ راستوں کی وجہ سے اہل حدیث دعوت کی تحریک دھیمی رہی ہے، دیگر یہ کہ شکم پرور ملاؤں نے گھوم گھوم کر میلاد فاتحہ اور قبر پرستی کو خوب رواج دیا ہے، بیچارے مسلمان اسی کو دین سمجھتے ہیں، ایسے حالات میں وہاں منظم اور مؤثر دعوتی تحریک کی ضرورت ہے۔

جامعہ سراج العلوم نے اپنے محدود ومختصر امکانیات بھر اس کی کوشش کی ہے جس کے اچھے اثرات کہیں کہیں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور اہل حق کو خدمت اسلام وتبلیغِ توحید وسنت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

# خاتمہ

**الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات والصلوٰة والسلام علی صاحب الکرم والجود والخیرات وبعد!**

رب العالمین کی توفیق اور اس کی عطا کردہ صلاحیت کے ذریعہ میں نے اپنی اس تالیف میں نیپال میں دعوت اہل حدیث وفروغ سلفیت سے متعلق جا بجا بکھری باتوں کو جمع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ علماء کرام واحباب عظام نیز آنے والی نسلوں کو اس سے روشنی ورہنمائی ملے اور یہ باتیں محفوظ ہو جائیں۔ ہاں یہ یاد رہے کہ اختصار کے مدنظر اشاروں پر ہی اکتفا کیا ہے۔علماء ودعاۃ کے تعارف میں صرف ان کی نمایاں خدمات وکارناموں کو بیان کیا ہے۔سوانح و تذکرہ نگاری کا طرز نہیں اپنایا ہے۔

پوری کتاب چھ فصلوں میں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) اصل موضوع سے تعلق دعوت اہل حدیث کی اساسیات کا تعارف ضروری معلوم ہوا تو اس کو بیان کیا

(۲) چونکہ نیپال سے موضوع کا تعلق تھا لہذا نیپال کا مختصر تعارف کیا۔

(۳) پھر نیپال میں اسلام کی آمد کو بیان کیا گیا۔

(۴) پھر نیپال میں دعوت کے ارتقائی مراحل کو لایا گیا۔

(۵) ضروری معلوم ہوا کہ میدان دعوت کے شہسواروں کا ذکر خیر کیا جائے تاکہ ان کے کارنامے وخدمات نسیا منسیا نہ ہونے پائیں، اسلئے علماء ودعاۃ کا بھی تذکرہ ہوا۔

(۶) مناسب معلوم ہوا کہ دعوت کی حاجات وضروریات کو سمجھنے کے لئے دعوتی اسفار ودوروں کو

بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو چند دوروں کی روئداد کو بھی جگہ دے دی گئی۔

امید ہے کہ اس میں بہت کچھ آ گیا ہوگا جو اس موضوع پر کام کرنے والوں اور عام قارئین کے لئے مفید ہوگا۔ جو کچھ لکھا گیا اس کی حیثیت سر گذشت کی ہے۔ قافلہ آج بھی رواں دواں ہے اور کتاب وسنت کے ساتھ تمسک اور توحید وسنت کی منادی جاری وساری ہے۔ رحمت الٰہی سے ہمیں امید ہے کہ لمحہ بہ لمحہ نیپال کی وادیاں و پہاڑیاں نور توحید سے جگمگاتی جائینگی اور ایک دن آئے گا کہ پورے طور سے یہ منور ہو اٹھیں گی۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

مولائے کریم سے دعاء ہے کہ وہ میری اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور اس کو میری اور والدین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ محمد و علیٰ الہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا.

خادم کتاب وسنت
خورشید احمد محمد زکریا صدیقی سلفی
جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر نیپال
۱۷ر جمادی الآخریٰ ۱۴۴۲ھ
۳۱ر جنوری ۲۰۲۱ء

# مراجع


١۔ القرآن الکریم — تنزیل من رب العالمین

٢۔ الجامع الصحیح للبخاری — امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاریؒ

٣۔ الصحیح لمسلم — امام مسلم بن حجاج القشیریؒ

٤۔ سنن الترمذی — امام محمد بن عیسیٰ الترمذی

٥۔ دبستان نذیریہ ج١ — مولانا تنزیل صدیقی

٦۔ حیات عبدالعزیز رحیم آبادی — مولانا فضل الرحمٰن سلفی

٧۔ تردید مسئلہ حاضر وناظر — خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف الرحمانی

٨۔ تذکرہ نعمت — // // // //

٩۔ ماہنامہ نیادور (اودھ نمبر)

١٠۔ تذکرہ شعراء نیپال — مرتب وصی مکرانی

١١۔ سرگذشت جامعہ ج٢ — مولانا شمیم احمد ندوی

١٢۔ ماہنامہ البینہ — (مدارس ومراکز نمبر)

١٣۔ نقوش منظر — مرتبہ مولانا عبدالباقی منظر

١٤۔ کاروان سلف — مولانا عبدالرؤف ندوی حفظہ اللہ

١٥۔ ضلع روتہٹ میں تحریک اہلحدیث (مقالہ برائے سند فضیلت) شمیم اختر سراجی

١٦۔ ضلع دھنوشا میں تحریک اہلحدیث (مقالہ برائے فضیلت) سمیع اللہ بن محمد مسلم سراجی

١٧۔ تحریری وزبانی فراہم کردہ معلومات از مولانا جمشید عالم سراجی

۱۸۔ ذاتی معلومات

۱۹۔ ماہنامہ السراج (خطیب الاسلام نمبر)

۲۰۔ ماہنامہ نور توحید (شیخ عبداللہ مدنی نمبر و مولانا عبدالوہاب ریاضی نمبر)

۲۱۔ رپورٹ کارگذاری مرکزی جمعیت مولانا عبدالخالق سلفی

# گلہائے عقیدت

زیر نظر کتاب تاریخی دستاویزات کی حیثیت رکھتی ہے، تاریخی حوالے سے اسے دیکھا جائے یا علمی اور دعوتی نظر سے، اس کا ہر پہلو اور ہر رنگ اچھوتا اور نرالا ہے، یہ ایک نادر و نایاب گلدستہ ہے، جو نیپال میں بسنے والے ہر طرح کے ارباب نظر کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے، ہر پڑھے لکھے لوگوں کی ضرورت ہے، اس میں پیش شدہ مواد اور مضامین نیپال میں علمائے اہل حدیث کی دعوتی خدمات کو خوب خوب بیاں کرتے ہیں، ضروری ہے کہ اس کا نیپالی زبان میں بھی ترجمہ کیا جائے، شیخ محترم کی یہ گوہر نایاب تصنیف سرزمین نیپال میں کئی بہاریں اور دہائیوں تک قرآن وسنت کی ترویج واشاعت کا نتیجہ ہے، جن کی تمام تر جھلکیاں موصوف کی تصنیف میں موجود ہیں۔ یہ کتاب نیپال میں اپنے فن کی پہلی کتاب ہے جو صدیوں کے خلاء کو پر کرتی ہے۔

آپ نے اس لاجواب تصنیف میں نیپال کا تعارف، نیپال میں جمہوریت کا قیام، نیپال کی تاریخی حیثیت، نیپال میں اسلام کی آمد اور نیپال میں دعوت اہل حدیث کا ارتقاء سے متعلق تمام معلومات کو جس تحقیقی انداز میں شستہ اور سلیس زبان میں پیش کیا ہے، وہ بس آپ ہی کا خاصہ ہے، ہم صرف اتنا کہیں گے کہ......

رقصاں ہے لفظ لفظ میں ایک موج زندگی
بخشا ہے اس نے نثر کو صد کیف نغمگی

قارئین سے درخواست ہے کہ اسے خود پڑھیں اور جملہ عزیز و اقارب اور دوست واحباب کو بھی اس کے مطالعے کا شوق دلائیں۔

رب کریم سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ شیخ محترم کی ان کاوشوں کو قبول فرمالے، ان کی درجات کو بلند فرمائے، اور کتاب کو ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں کے لیے سود مند بنادے۔ آمین۔

والسلام

ڈاکٹر محمد اورنگ زیب تیمی
مرکز البینۃ الاسلامی، سرہا، نیپال

ناشر
**جامعہ سراج العلوم السلفیہ**
جھنڈانگر نیپال

Printed by: Al-Hira Publication, Delhi #9015382970, 8882077152